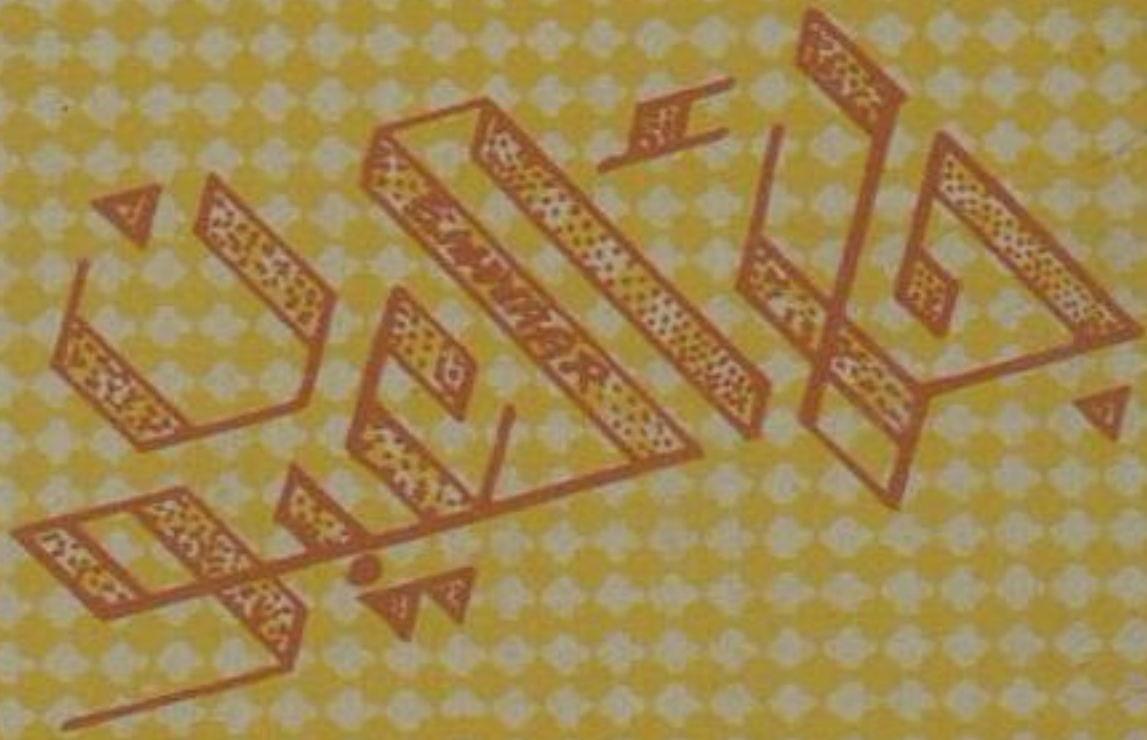




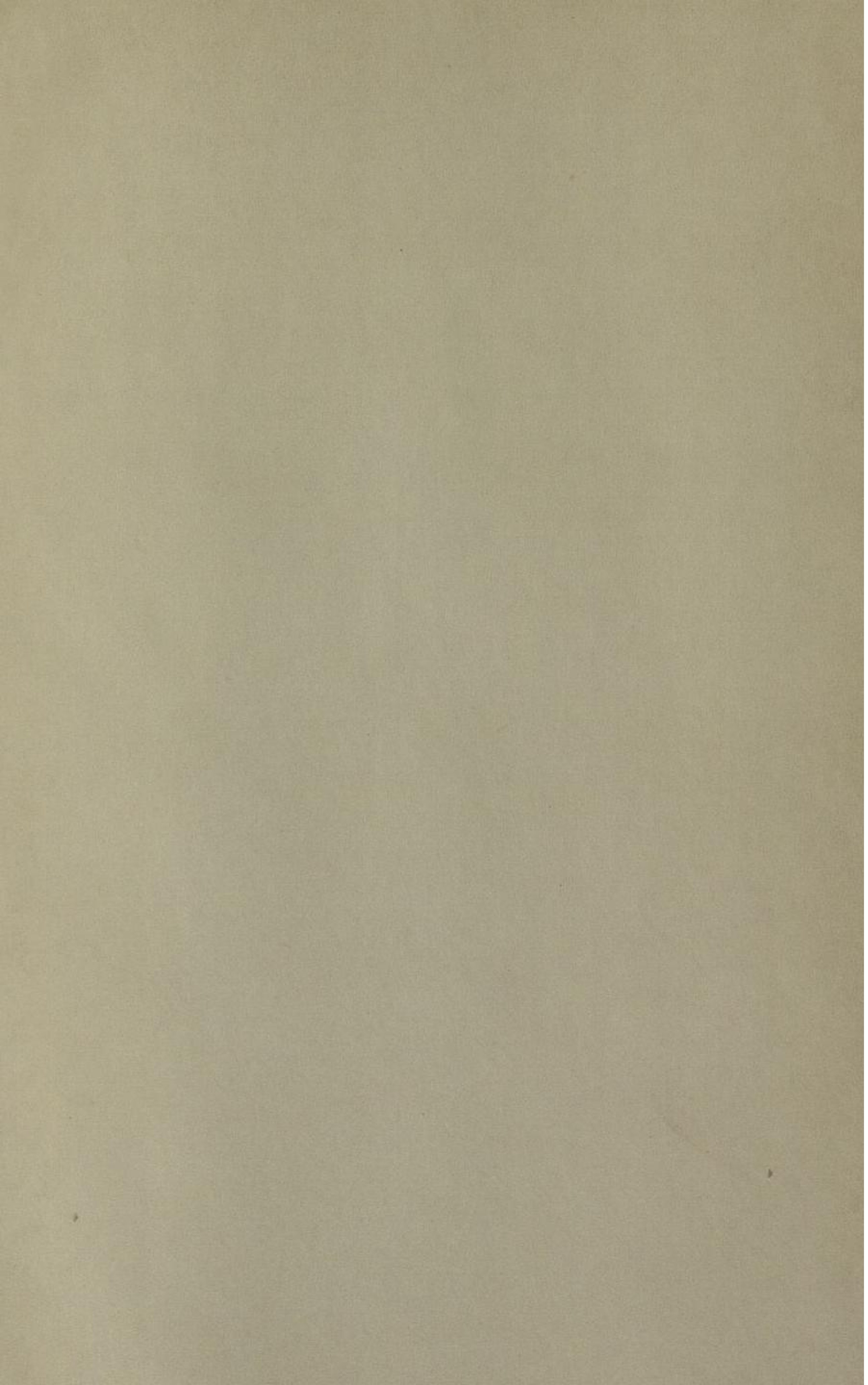
دانشگاه علامه

در تحقیق



حکیم فیض عالم صدیقی





دار المعظنون^م

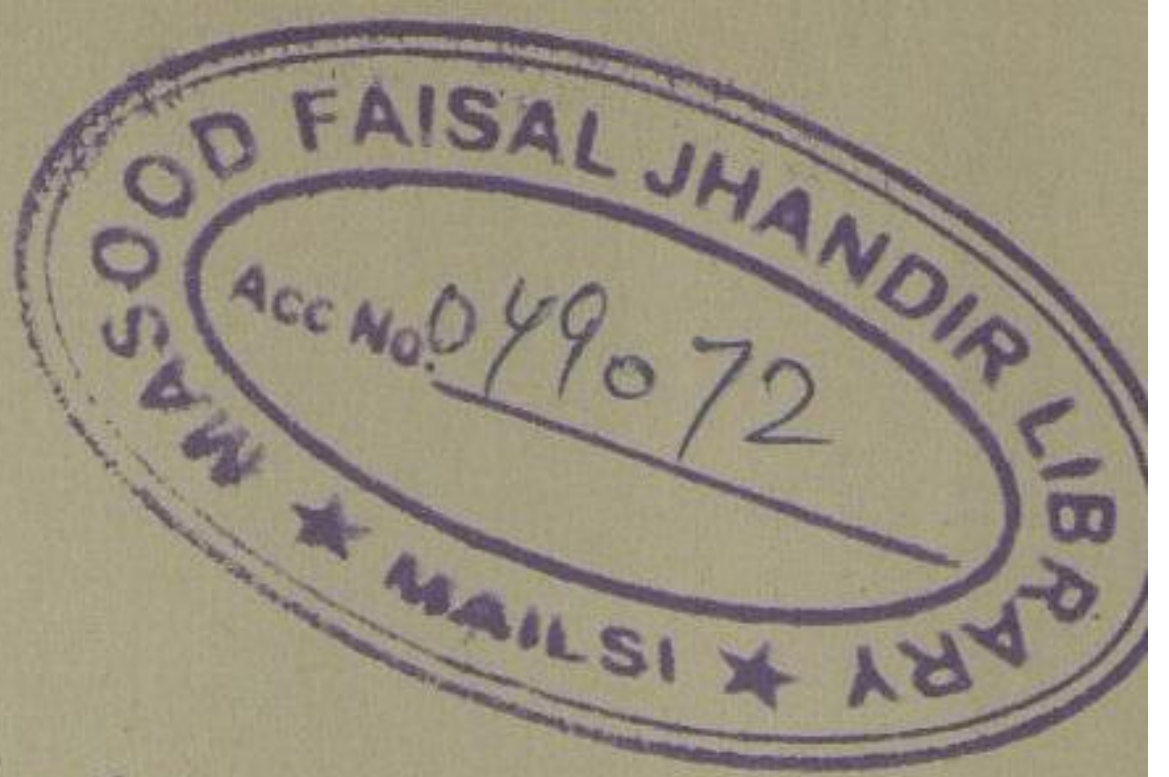
فی تحقیق

جلاء العمون^م

فیض عالم صدیقی^ل

آداب فیض القرآن^م فیض نگر
پوسٹ آفس برہنگ

تحصیل جمبر ضلع میرپور (آزاد کشمیر)



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب _____ دامخ الطنون
مؤلف _____ حکیم فیض عالم صدیقی
تقدیم _____ ابن ابی فیض
تعداد صفحات _____ ۲۴۸
ناشر _____ علامہ فیض عالم اکیڈمی
_____ بنی سر روڈ (سندھ)
بار _____ اول
تعداد _____ ۱۰۰۰
قیمت _____



فہرست مضامین دامنغ الظنون فی تحقیق جلالہ العیون

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۲	سیدہ فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کا سلوک	۱	جلالہ العیون کا تعارف
۷۱	حضرت علیؓ نے کینز آزادی کی	۲	مترجم جلالہ العیون کا تعارف
۷۲	سید زینبؓ بنت رسول اللہ	۴	شیعہ مذہب اور تبلیغ
۷۶	ایک درد مندانه اپیل	۷	لغت تبرا اور سب
۷۹	تمام قبر سیدہ فاطمہؓ	۱۰	آئمہ رب ہیں
۸۰	سیدہ فاطمہؓ کی عمر	۱۵	دوسرا پہلو
۸۱	سیدنا علیؓ کی پیدائش	۱۸	صحابہ کرام کی تعداد
۸۵	پیدا ہوتے ہی قرآن پڑھا	۲۰	سلمانؓ اور مقدادؓ کا ایمان
۸۶	حبیب کون ہے؟	۲۳	تأویل قرآن پر قتال
۸۷	سیدنا علیؓ کا قاتل شیعہ تھا	۲۸	نبیؐ اور علیؓ کی بے بسی
۸۸	ابن ملجم نے آپ کی بیعت کی	۳۱	صحابہ کرامؓ کو گالیاں
۹۰	حضرت علیؓ کی نہایتیں	۳۳	صدیق اکبرؓ
	نبیؐ کی وصیت علیؓ کو اور علیؓ کی	۵۰	نام
۹۹	وصیت حسینؓ کو	۵۰	سیدنا علیؓ کی پرورش
۱۰۱	سیدنا علیؓ کا خلافت پانے پر پہلا فرمان	۵۱	ولادت سیدہ فاطمہؓ
۱۰۴	سیدنا علیؓ کا موت سے خوف	۵۲	سیدہ کا نکاح
۱۰۵	شہادت یا ڈرامہ	۵۵	مہر کا سامان اور سیدنا ابوبکرؓ
۱۰۵	حضرت علیؓ کی قبر	۵۹	زفاف

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۷	اگر یہ صلح نہ ہوتی	۱۰۷	علی نبی کے ساتھ دفن ہوتے
	سیدنا علیؑ اور حسینؑ کو شیعوں نے	۱۱۱	حضرت علیؑ کی جگہ شیطان قتل ہوا
۱۳۹	شہید کیا اور حسنؑ کو زخمی کیا	۱۱۱	حضرت علیؑ کی اصلی قبر
۱۴۱	سیدنا حسنؑ کی وفات	۱۱۵	خلافت پیغمبری کا انقطاع
۱۴۱	آپ کی ازواج مطہرات	۱۱۶	سیدنا علیؑ کی اولاد و جائیداد
۱۴۳	سیدنا حسنؑ کی موت طبعی تھی	۱۲۱	حسینؑ کی پیدائش
۱۴۵	دفن کے متعلق آپؑ کی وصیت		حسینؑ کی پیدائش پر نبیؐ اور علیؑؓ
۱۴۶	سیدنا معاویہؓ و سیدنا حسینؑ	۱۲۳	اور سیدنا فاطمہؓ بھی ناخوش تھیں
	خروج کے لئے معاویہ کی		یسرت علیؑ کا شیعہ کتب کی رو سے
۱۴۷	موت کا انتظار	۱۲۶	ایک اجمالی خاکہ
۱۴۸	گورنر مدینہ ولید اور سیدنا حسینؑ	۱۲۷	وراثت
۱۵۱	سیدنا حسینؑ کی مدینہ سے رخصتی	۱۲۷	نبیؐ غافل ہو گئے۔
۱۵۲	عراق سے خطوط		ارشادات رسالتؐ کے
۱۵۸	مکہ سے حج سے قبل روانگی	۱۲۸	متعلق سیدنا حسنؑ
۱۶۰	آپ کا رجوع	۱۲۹	سناوت سیدنا حسنؑ
۱۶۲	کربلا میں پہنچ کر واپسی کا ارادہ	۱۳۱	معاویہؓ اور حسنؑ
۱۶۳	کربلا کی شادابی	۱۳۲	حضرت حسنؑ کی بیعت
۱۶۴	کربلا میں ورود کی تاریخ	۱۳۳	شیعان حسنؑ
۱۶۴	قاتل حسینؑ کون؟	۱۳۶	شرائط صلح

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۹۶	امام چہارم علی زین العابدینؑ	۱۶۵	پانی بند ہونے کا فسانہ
۱۹۹	امام چہارم کے ساتھ شیعوں کے کرتوت	۱۶۸	نمازِ ظہر
۲۰۰	امام پنجم امام باقرؑ	۱۷۱	عباس کی شہادت
۲۰۲	شیعانِ امام باقرؑ	۱۷۲	خمے نہیں لوٹے گئے
۲۰۳	امام ششم امام جعفرؑ	۱۷۳	سیدنا حسینؑ کی تدفین
۲۰۵	تین اوصیاء	۱۷۴	امام کو امام ہی دفن کر سکتا ہے
۲۰۷	شیعان کا اپنے امام سے سلوک	۱۷۵	رجعت
۲۱۰	امام ہفتم امام کاظمؑ	۱۷۸	بچنے والوں کی تعداد
۲۱۱	چچا بھتیجا	۱۸۰	نعش مبارک کی پائمالی
۲۱۳	آٹھویں امام موسیٰ رضاؑ	۱۸۱	قاتلانِ حسینؑ بھی شیعانِ علی تھے
۲۱۷	نوویں امام محمد تقیؑ	۱۸۲	قل حسین اور تقرب خداوندی
۲۱۹	دسویں امام علی نقیؑ	۱۸۳	امیرِ نژاد کا دربار
۲۲۱	گیارہویں امام حسن عسکریؑ	۱۹۰	امیرِ نژاد اور امام زین العابدینؑ
۲۲۹	حرفِ آخر	۱۹۲	مختارِ تقی۔

حکیم فیض عالم صدیقی شہید

ممتاز محقق عالم دین، اہل قلم اور تحریک آزادی کشمیر کے سرگرم رہنما ۱۸ اپریل ۱۹۱۸ء کو فتح پور مضافات راجور (مقبوضہ کشمیر) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم فتح پور میں حاصل کی، مزید تعلیم پنجاب میں حاصل کی قرطاس و قلم سے تعلق چھوٹی عمر میں ہی ہوا تھا۔

چنانچہ اس دوران آپ نے کشمیر کے جرائد چاند، حق، جاوید، پاسبان، ملت، جوہر اور الاصلاح وغیرہ میں لکھنا شروع کیا۔ بعد میں یہ سلسلہ آپ کی سیاست میں آمد کے باعث منقطع ہو گیا۔

۱۹۳۶ء میں آپ فوج میں بھرتی ہو گئے۔ اس دوران آپ کو مرزائیت اور عیسائیت کا بھرپور مطالعہ کرنے کا موقع مل گیا۔ کچھ عرصہ آپ کو صنلع کھٹوہ میں جو ہندوؤں کا مرکز تھا مدرس تعینات کیا گیا وہاں ہندو مذہب کا پورے انہماک کیساتھ مطالعہ کیا۔ انہی دنوں "مسلم کانفرنس" کے احیاء اور مسلم کار کی تائید میں سینکڑوں مقالات لکھے، طب میں زبردست مہارت حاصل کی۔

۱۹۴۲ء میں الہ آباد سے ادیب کامل اور ۱۹۴۵ء میں پنجاب سے فارسی فاضل کی ڈگریاں حاصل کیں اس طرح طب میں بھی حکومت پاکستان کی طرف سے درجہ اول کے سند یافتہ طبیب تھے۔ تقسیم ملک کے وقت ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور معروف کشمیری رہنما چودھری غلام عباس کے معتمد خصوصی کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا۔ ان کے خصوصی انہماک سے چوہدری صاحب بہت متاثر تھے۔

ان سیاسی مصروفیات کے باوجود دینی خدمات سے غافل نہیں رہے اور صنلع جہلم میں ایک بڑی جامع مسجد اور ایک دارالعلوم کی بنیاد رکھی بعد میں آپ کو یہ قصبہ چھوڑنا پڑا۔ یہاں سے مولانا جہلم سے محلہ مستریاں آئے اور وہاں مسجد و مدرسہ تعمیر کرایا۔

مولانا فیض عالم صدیقی ایک عالم و زاہد ہونے کے علاوہ ادیب بھی تھے۔ اتحاد بین المسلمین کے بڑے خواہشمند تھے۔ ایک محقق ہونے کے ناطے سے عظمت و مقام صحابہ

کے شدت سے قائل ہی نہیں زبردست مسلخ بھی تھے۔ اسی جذبہ کی بناء پر بعض دفعہ ان کی تحریریں سلفِ صالحین کی روش سے ہٹ جاتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود مسئلہ کو بڑے موثر انداز میں سمجھانے میں ماہر ہیں ان کا طرزِ تحریر منفرد ہے اور اس میں شدت پائی جاتی ہے۔

تحقیق کے میدان میں بڑے نازک مسائل پر قلم اٹھایا۔ روافض و سبائیت ان کا خصوصی موضوع تھا اور اس پر انہوں نے سینکڑوں مقالات لکھے۔ ان کی پہلی باقاعدہ تصنیف اختلاف امت کا المیہ ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی تو گویا فکر و نظر کے ساکن تالاب میں تموج پیدا ہو گیا۔

ان کی تصانیف میں مقامِ صحابہؓ، واقعہ کربلا، عترتِ رسولؐ، نباتِ رسولؐ، شہادتِ ذوالنورینؑ، سلطانِ ٹیپو، خالد بن ولیدؓ اور حقیقتِ مذہبِ شیعہ قابلِ ذکر ہیں۔

سید قاسم محمود

صفحہ: ۱۲۱۸۔ شاہکار انسائیکلو پیڈیا

دام تزویر

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے

دام تزویر مکن چوں دگراں قرآن را

(اے حافظ! تو اپنی خوشیوں اور مسرتوں کے حصول کیلئے خرابی بن یا رند۔

لیکن دوسروں کی طرح اپنے اعمال و افعال کے جواز میں قرآن کے ساتھ دھوکہ

مت کر)

"تو جھوٹ کو خوبصورت صوتی اثرات دیکر اتنی بار دہرا کہ عامہ الناس اسے سچ سمجھنا شروع کر دیں اور سچ کے سُراس بھونڈے طریق سے پیش کر کہ لوگوں کی سماعتیں سچ سے نفرت کرنے پر مجبور ہو جائیں۔"

کہا جاتا ہے کہ "روایت" حسین ہوتی ہے۔ مگر آج کے دور کا انفرادی مشاہدہ اور اجتماعی تجربہ "روایت" کے اس روایتی حسن کی نہ صرف تردید کرتا ہے۔ بلکہ اس کے قبیح خدوخال کو مزید اجاگر بھی۔ یہ تضاد و تناقض آخر کیوں؟ جبکہ سورج تو آج بھی ہمیشہ کی طرح مشرق ہی سے طلوع ہوتا ہے۔ کیا صاحبان بصیرت کیلئے۔ "فَاتِ بَہَا مِنْ الْمَغْرِبِ" کا پیام تو نہیں کیونکہ ہمیں "بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا" کا تناظر بھی ملتا ہے۔ پھر اس غیر فطری تضاد کا خالق کون اور غیر طبعی تناقض کا مرجع کیا؟

"حرف" کیا ہے؟ اور کس قوت کا حامل ہے؟ اس کا علم تو اس کے خالق اکبر ہی کو معلوم، البتہ یہ حیوان ناطق اپنے "علم قلیل" کے بل بوتے پر یہی جان سکا کہ محض دو حروف "کاف و نون" ہی کا یہ سب کیا دھرا ہے۔ علم قلیل کا حامل یہ بے چارہ جو آج بھی اپنے تمام تر علم و فضل کے باوجود "فیکون" کی ابجد تک بھی رسائی حاصل نہ کر سکا "لفظ" کے معانی کی قوت کب جان سکے گا۔

رب لایزال کے حکم کن کے بعد فیکون کے بطن سے "لازوال محبتوں کی سرزمین" جنم لیتی ہے اور اسی سرزمین پر "کن" کی تعمیل میں رحمتوں کے خوش رنگ اور بے کراں لالہ زار تخلیق ہوتے ہیں۔ پھر یہی لالہ زار مہ و سال کے جنگلات میں حسن و خوبصورتی اور نیکی و ہدایت کے شہتیروں کو جنم دیتے ہیں۔ جنہیں "فتا" کارندہ اپنے شب و روز کے عمل سے برادے میں بدل دیتا ہے۔ "فتا" کارندہ اپنے ساز پر روزِ ازل سے "ہستی" کے گیت گاتا چلا آ رہا ہے اور گاتا چلا جاتا رہے گا کب تک؟ شاید "عدم" تک۔ کہ "ہر شے کو فنا کے گھاٹ پر موت کا گھونٹ پینا ہے" عدم اور وجود تخلیق و فنا، زندگی اور موت۔ ہستی اور نیستی، یہی ہے۔ آئین کھن، تارِ حریرِ دورِ رنگ۔

حرر دورنگ کے گیسوؤں کو اپنے ذہن کو نین پر دراز کریں پھر اس ردائے مشکیں پر جھوم کر سجدہ نیاز کریں تو فیکون کی کوکھ سے جنم لینے والے احمری پیچوں اور عنبریں خموں کی اوٹ میں آج بھی آپ کو وادی غیر ذی زرع کے درمیان ایک طویل القامت بزرگ، ایک جوان سال عورت اور ایک شیر خوار بچے کے ہمراہ نظر آسکتا ہے۔ بس ذرا چشم بصیرت کو وا کرنے کی ضرورت ہے۔

وادی غیر ذی زرع، تپتی زمین، ناچتے بگولے، جھلتے موسم، جلتے دن اور خوفناک تاریک سرد راتیں، سلسلہ روز و شب۔ فیکون کا عمل پوری قوت سے جاری و ساری ہے۔ صیرفی کائنات نشا سا پودا، زرم کا منطق، ذبح عظیم کا حامل، پھلتا، پھولتا اور پھیلاتا ہی چلا جاتا ہے۔ ایک جہان رنگ و بو بلکہ ایک مکمل کائنات اس کی چھتیاور چھاؤں تلے وجود باری کی نعمتوں سے فیض یاب ہو رہی ہے۔

اللہ جلیل کی اٹل سنت کہ حال کے لمحے ماضی کے اندھے اور گھرے عدم میں مدغم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بتدریج، آہستہ آہستہ وقت کی ریگ رواں کا صحرائے ناپیدا کنار، بظاہر جامد نظر آتا ہے۔ مگر جمود کے اس ظاہر کو تحریک کا باطن لقمہ لقمہ کر کے ٹگلتا چلا جا رہا ہے۔ ایک عفریت کی طرح۔

وقت کا یہ مرکب اپنے راکب سمیت ایک نامعلوم سمت کی طرف کسی دہشت زدہ کی طرح بگٹھ بھاگا ہی چلا جا رہا ہے۔ جامد نظر کا متحرک باطن، یہ جمود و تحریک اگر وقت کی پہچان ہیں۔ تو ظاہر و باطن، حامل گن کے خالق اکبر کی صفات ہیں۔ یہ تضاد یہ اختلاف، ایک تلخ حقیقت یا محض ایک سراب، وہ علیماً خبیرا اور یہ ظلوماً جھولا، اے میرے اکبر کبیرا۔

روز و شب کے اس بطن سے ایک حسن بلکہ حسن مجسم طلوع ہوتا ہے۔ رشد و ہدایت کی زنجیر کا آخری حلقہ۔ اس جہان شش جہات بلکہ چارہ جہات میں اس کے حسن کی چمک دک اور خوبصورتی میں ماضی کے تمام حسین رنگوں کے حسن کا استزاجی پر ٹوبہ درجہ آتم موجود ہے۔

"کن" کی صدائے لازوال، "فیکون" کے بطن سے اتنا حسین حسن تخلیق کرتی ہے کہ حسن اپنے تمام تر ممکنہ معانی میں بے معنی سا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسکی مثال ماضی میں محال اور مستقبل میں ناممکن۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوتا کہ وہ سال کے پروردہ اس شہیر میں آخر ایک یوسف کا وجود بھی تو شامل ہے۔ ہستی کے ساز پر ازلی گیت کی یہ آخری مگر ابدی تان ہے۔ ایک جانفرا، سمع نواز، سکون بخش، حسین تان۔ اس تان میں دعائے خلیل کا سوز بھی شامل ہے۔ معجزہ داؤد کا ساز بھی۔ یہاں اس مقام پر فیکون اپنی حیات لازوال کے تمام تر تخلیقی حسن کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ حسن نوید مسیحا کا حامل بھی ہے اور ید بیضاء کا ہم عنان بھی۔

حسن کو رحمت کہا اور پھر اسی وادی غیر ذی زرع میں محبتوں کی رحمتوں کے لالہ زار ہی تخلیق نہیں کئے بلکہ سمع اور اطاعت کے جو تبار بھی جاری کئے۔ "معد" کے یہ زرم رو جو تبار اپنے منہج حسن رحمت سے خود بھی سیراب ہوتے ہیں۔ اور اپنے اپنے ظرف کے اعتبار سے غیر ذی زرع اذہان و قلوب کو بھی سیراب کرتے ہیں۔ جو تبار کے اس مجموعے میں اگر ایک صدیق ہے تو دوسرا فاروق تیسرا عثمان ہے تو

جو تھا اسد اللہ الغالبؑ، پانچواں سیف اللہؑ تو چھٹا سید الشہداءؑ غرضیکہ فیکون کے حسین مرتضائی اس مرغزار میں لاکھوں چھتناور پیر خلافت ارضی کی ذمہ داریوں کے بجاری بھرکم بوجھ کو اٹھانے اس طرح سر و قد کھڑے ہیں کہ آج کا دو ٹنگہ حیوانِ ناطق اپنے تمام تر عمل و فصل اور مجد و شرف کے باوجود اپنی معاش و معاشرت اور تہذیب و تمدن کے اندھیاروں کو اجالوں میں بدلنے کیلئے ان ہی میں سے کسی ایک کی اتباع کرنے پر مجبور ہے۔ حسنِ رحمت سے اکتساب فیض کرنے والے یہ مینار ہائے نور اگر مصاف زندگی میں سیرت فولاد ہیں تو شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں بھی اور یہ سب اسی رحمہ للعالمین کے تربیت یافتہ ہیں۔ رحمہ للعالمین! کون رحمہ للعالمین؟

وہی رحمہ للعالمین جو اپنے خون کے پیا سے دشمنوں کو یہ مرثوہ جانفزا سنا تا نظر آتا ہے "جاؤ آج کے دن تم پر کوئی تشریب نہیں"

تاریخ کے جھروکوں سے جھانکیے۔ بس یہی کوئی تین ہزار برس پیچھے "احد عشرہ کو کہا و الشمس والقمر" گیارہ ستارے، ایک سورج اور ایک چاند سجدہ ریز، نظر آتے ہیں اور وہاں بھی یہی منظر دیکھنے کو ملتا ہے اور آج سید المظلومینؑ۔ اپنی قوم کو بھی یہی نوید جانفزا دیتا ہے کہ صرف اور صرف ایک حسنِ مجسم ہی اس ظرف کا حامل ہو سکتا ہے اور یہ لازم ہے کہ اس ظرفِ مظهر سے سیراب ہونے والا بھی اسی نوع کے ظرف کا حامل ہو۔ جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے۔

ایک ماضی، یہ بھی ہے اس "حال" کی تصویر کا۔ قہارک اللہ احسن الخالقین۔

اب آئیے ذرا اور آگے بڑھیے اور سینہ تمام کر بڑھیے! کہ ان مرغزاروں اور لالہ زاروں میں حنفیت الطبع انسان کو۔۔۔۔ ایک ایسا جم غفیر بھی نظر آتا ہے۔ جس کے باطنی خبث اور داخلی کرودھ نے ان کے بدبیت ظروف کی سرزمین پر کہیں تو "تقیہ" کی بدبودار کافی کے علاوہ کسی اور خوش منظر روئیدگی کے وجود کو سرے سے قبول ہی نہیں کیا اور کہیں محبت و رحمت کے حسین مرغزاروں میں "بداء" کے خار و زقوم کو اتنے "خلوص" سے کاشت کیا ہے کہ آج کا کوئی سلیم الطبع فرد اگر حنفیت کی حامل انسانیت کی حدود میں داخل ہونے کی کوشش بھی کرتا ہے تو اس کے راستے میں رفض کی کوکھ سے جنم لینے والی متعفن کھاد کی پروردہ "تقیہ" کی کافی کی پھسلن اسے بار بار گرنے پر مجبور کر دیتی ہے، کچھ کم حوصلہ تو راستے میں ہی دم توڑ دیتے ہیں۔ اور جو باقی بچتے ہیں وہ اسی کافی سے اپنے قلب و ذہن کیلئے قوت لہ موت حاصل کرنے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ اور اگر صداقت و عدالت میں ملبوس کوئی جیدار اپنے ذہنِ ناتواں کو اس کافی آلود چوپے سے بچا کر نکال لے جانے میں کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔ تو آگے "بداء" کا بے آب و گیاہ صحرا اس کا منتظر ہوتا ہے۔ جہاں بے دانش کے دانشور مداری اپنی خوش رنگ پٹاریوں میں تشلیک کے عظیم الجثہ اژدہ بند کئے ایسے منتظر ہوتے ہیں۔

رب ذوالمنن نے حسنِ مجسم کے ہاتھوں "دین" کی بے مثال اور لازوال عمارت کی تکمیل کروائی۔ مگر عدس و بصل کے پروردہ اذہان نے آل عبد مناف کے نام کی آڑ میں شنویت کے غلیظ اور ناپاک ہاتھوں

سے "آوستا" کی قربان گاہ پر "دین" کا جھٹکا کروا دیا۔ اور پھر "ژند" کے تیز جنبروں سے جھٹے بخرے کروائے۔ اور دین مرحوم کے ان منتشر اجزاء پر "مذہب" کے خوش رنگ لیبل چسپاں کر دیئے۔
 "از دم او کعبہ را گل شد چراغ"

سامری کی روحانی ذریت اور شنویت کی ذہنی اولاد نے آل عبد مناف کی جسمانی آرٹ لیکر دین حنیف کو مذہب کا رنگ دینے کیلئے جس چار دیواری کی تعمیر کی۔ اس کے داخلی دروازوں کی چوکھٹوں میں تقیہ آلود نگاری کے کوارٹ لگوائے اور خارجی دروازوں کی چوکھٹوں میں بداء آسمیز عیار کے کوارٹ اس مہارت سے نصب کئے ہیں کہ معلم الملکوت بھی انکی عیاری و نگاری کو برتنے کے بعد یقیناً تھرا اٹھا ہو گا۔
 امام المظلومین، رحمہ للعالمین، خاتم النبیین والمعصومین کے مبارک ہاتھوں سے شرف تکمیل حاصل کرنے والی دین کی اس رفیع الشان عمارت میں نقب زنی کرنے والی مثلث کے ایک زاویے پر سامریت کے عامل پجاری اذہان قابض ہیں تو دوسرے زاویے پر شنویت کے خبث میں غرق قلوب ڈھٹائی دکھا رہے ہیں۔ اور بے چارے آل عبد مناف تو محض مجسم عبرت ہیں۔ دانشوران عصر، مثلث کی خوبیاں اور خامیاں اچھی طرح جانتے اور پہچانتے ہیں۔ کہ اسکی نگرانی کیلئے دو کا وجود ہی کفایت کرتا ہے۔ کیا خوبصورت طریقہ واردات ہے کہ آج کا جاہل عالم مثلث کے مذہب کو ہی کعبہ کا دین تصور کئے ہوئے متیقن ہے۔ ملبوس اور منظروف کے غلیظ بطون میں پلنے والی اس تقیہ آسمیز اور بداء آلود مذہبی تبراہیت پر سے نقاب اتار کر اسے اپنے مادری وجود میں پیش کرنے والی ذوات قدسیہ کو آج بھی انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے۔ امام ابن تیمیہ اس کارواں کے سر خیل ہیں۔ اور برصغیر میں کروڑوں کی بلکہ اربوں کی آبادی میں محض چند سو۔ حسن مجسم نے جو بھی عطا فرمایا وہ بذاتہ مجسم حسن تھا۔ کہ جمیل کا جہاں اور جمال کا ذوق جمالیات، اے رب لا یرال۔۔۔ کہ تو ہی اعظم و اکبر۔ تو اپنی مثال آپ اور اپنا مثل بھی خود، سلسلہ روز و شب! فرد خواہشات کا غلام ہے یا حالات کا اسیر مگر "غلامی" سے "بے یقینی" یقیناً بدتر ہے۔ تشکیک کے خالق اذہان دین کے تیشن کو مذہب کی تشکیک کے خوش رنگ لہادے میں کیموفلاج کر لینے کے بعد ہی تو دانشور بنتے اور کھلاتے ہیں کہ وہ غلاموں کو مزید "بے یقینی" کا درس دینے میں ماہر ہوتے ہیں۔ اور جو دانشور شکوک و فریب کی چھچھوندیں جتنی مہارت سے تخلیق کر سکتا ہے۔ وہ اتنا ہی بڑا دانشور کھلوانے کا استحقاق رکھتا ہے۔ یہ انت خرافات میں کھو گئی۔

اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ "کاروانِ سرمستاں" میں شامل کسی بھی انسان نے خود کو دانشور کھلانا اور کھلوانا پسند ہی نہیں کیا۔ اپنی خواہشات کو اپنا رب بنا کر پوجنے والے، دانشور، خواہشات کے اس لوق و دق صحرا میں مجوسیت، سامریت اور مختون شنویت کی ذہنی غلامی کی رہنمائی میں حالات کے مرکب پر روحانی اسارت کے سوار یہ دانشور، جب رفض کے پروردہ ان کاروانوں کو لیکر چلتے ہیں۔ تو تقیہ و تبرا کی اتنی گرداڑتی ہے کہ بڑے بڑوں کا علم و فضل اس گرد کی تہ میں دب کر فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔ اور ستم بالائے ستم ان جبوب و عمائم کو خود تو اپنی حماقتوں کا احساس ہی نہیں ہوتا ہے اور اگر کوئی صاحب

بصیرت ان کی حماقتوں کے زاویہ قلب و نظر کو بدلنے کی سعی ناتمام کرتا بھی ہے تو چہ جائیکہ کہ وہ الہام و فہم میں تمیز کر کے اپنی ان احمقانہ غلطیوں سے رجوع کریں۔ اٹھ اپنے احمقانہ اعمال کے جواز میں تاویلات کے ہمالیہ تراشتے چلے جاتے ہیں۔ تاویلات کے ان سرد صحراؤں میں خباثتوں کی پیوست اپنی تمام تر عتاریوں اور مکاریوں کے لباس میں جلوہ فرما ہوتی ہے۔ اور اس پیوست زدگی کے ردِ عمل میں جنم لینے والے شور خوردہ اذہان و قلوب تک خود تو قرآن کا رطب پہنچا نہیں سکتے کہ بزعم خویش وہ دانشور کہلاتے ہیں۔ اور اگر کوئی درد مند معالج انہی اس دانشواری کے شکار مقلد بنجر اور پیوست زدہ اذہان و قلوب کو قرآن حکیم کے رطب سے سیراب کرنے کی جرأت کرتا ہے تو وہ تکفیر کی تیر اندازی کیلئے بہترین اور خوبصورت نشانہ ثابت ہوتا ہے۔ یہاں اس مقام پر قرآن کا مقصد نہ خود پہنچاتے ہیں اور نہ پہنچنے دیا جاتا ہے۔

جلال و جمال کی چمکتی دکتی اور درخشاں آیات کے حامل جواہرات پر پہلے تو شنویت و سامریت کے سنگریزوں کی رمی کی جاتی ہے اور پھر "آباءنا" کے انہیں سنگریزوں کو ترتیب دیکر "وجدنا" کے مندر تعمیر کئے جاتے ہیں۔ اور وہاں "تصوف" کے لاء و مناة سجا کر مذہب کے نام پر طواف کرایا اور کروایا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی ذہین انسان انکے دجل و فریب سے بھرپور اس روایت سے بغاوت کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ تو اس ذہین باغی کی نظروں سے قرآن عظیم کے تعمیر کردہ کعبہ کو اوجھل کرنے کیلئے "وجدنا" کے مندر ہی میں کلچر، آرٹ، تمدن، تہذیب کے یغوث و یعوق سجا کر رکھ دیئے جاتے ہیں۔ اور صاحبان بصیرت جانتے ہیں کہ کلچر زدہ اور کلچر گزیدہ معاشرے کا مقدر صرف اور صرف "عاد و ثمود" کی ہمرکابی ہوتا ہے۔

سامریت اور شنویت کی ازدواجیت نے جب رفض کو جنم دیا تو معلم الملکوت کی خوشی کا ٹھکانہ کیا رہا ہو گا۔ بظاہر تو وہ رونا روتا ہے "اس حضرت آدم کی صحبت نے مجھے انتہائی مایوس کیا ہے کیونکہ اسکی فطرت میں "ابا" نام کی کوئی جنس ہی نہیں" اور باطن بغلیں بجاتا ہے کہ "وہ مارا کہ اس خس و خاشاک کیلئے تو میرا ایک ہی شرارہ کافی ہے" اور وہ اس میں کامیاب بھی تو ہے کہ رفض کی تمام تر تعلیمات کا مرکز و محور صرف اور صرف آل عبد مناف ہے۔ اور محوسیت اور سامریت کے اس خود ساختہ محور میں وہ سات بھی ہیں۔ جن میں سے کسی ایک نے بھی کسی آزاد عورت کے بطن سے جنم نہیں لیا۔

تصوف کی آڑ میں روایات کے رندے نے ایک طرف تو حسن مجسم کے مبارک اور مقدس ہاتھوں سے تراشے ہوئے خوبصورت شہتیروں کو برادہ بنانا شروع کر دیا۔ اور دوسری طرف تقیہ و تبراک کے بطون سے جنم لینے والے مجوسی ٹڈی دل نے رفض کے صحراؤں میں پرورش پا کر ان لالہ زاروں اور مرغزاروں پر بلد بول دیا جنہیں حسن مجسم نے تیس سال تک اپنے خونِ جگر سے سینچ سینچ کر محنت شاقہ سے پروان چڑھایا تھا اور رب لایزال نے دینِ حنیف کی تکمیل کی مہر اس پر ثبت فرمائی تھی۔ تصوف کی دیمک تقیہ و تبراک کے بطن سے جنم لینے والی تبرائیت کا وہ گلِ استر ہے جو ہے تو بانجھ اور عقیم مگر بوجہ اٹھانے میں کامیاب بلکہ کامیاب تر۔ اور یہ تارِ رفض کا منتہائے مقصود کہ تصوف کی دیمک سے ایک طرف تو

"آگمت" کے شجر سایہ دار کی جڑوں کو کھوکھلا کر وانا شروع کر دیا اور دوسری طرف ساسانیت کی بادِ سموم سے "رضی اللہ عنہ" کے لہلاتے نخلستان کی بنستی بستی آبادیوں کو دہشت ناک صحراؤں میں تبدیل کرنا شروع کر دیا۔ تیسری طرف لونڈیوں کے جنم داوہ چند بالانشینوں کو "آباءِ نا" کے لبادے میں ملفوف کر کے آنت مرحومہ میں "انالاغیری" کا نعرہ لگوا دیا۔ چوتھی طرف ساسانیت کا حق نمک ادا کرتے ہوئے آل اور اولاد کے نام سے نسلی تعصب کے اژدہ پال پوس کر جوان کرنا شروع کر دیے۔ پانچویں طرف شعوب و قبائل کی من مانی تاویلات کی غلاظت کے ڈھیر سے انتشار و افتراق کے خار و زقوم اگائے۔ چھٹی طرف فصائل کے فضلا پر نابداں کے پروردہ۔۔۔۔۔ نے انسانی مجد و شرف کے سبزہ زاروں کو پائمال کرنا شروع کر دیا۔

غرضیکہ اس شش جہتی یلغار کے خالق اذہان نے پہلے تو منافقت کے تانے اور تھیہ کے بانے سے خباثتوں کے لبادے تیار کئے اور پھر برہمی محتاط منصوبہ بندی کے بعد انتہائی مہارت سے چند ملت فروش اور "غم خواران آل و اولاد" کے ماتم گساروں کے روپ میں اپنے آپ کو پیش کیا۔ اس منصوبہ بندی کیلئے جس حزم و احتیاط کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اسکا اندازہ اس تلخ حقیقت سے باآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ ہم آج بھی مراد حسن مجسم اور ذوالنورین اعظمؑ کے خون سے آلودہ ہاتھوں کو نہیں پہچان پائے۔ بظاہر جو مہرے نظر آتے ہیں۔ وہ محض مہرے ہی تو ہیں شاطر حقیقی کون ہے اور اس شطرنج کا موجد کون؟ وہ سبھی تھیہ کی اوٹ میں چھپے ہوئے ہیں۔ ان ذہین شاطروں کی صفوں میں اگر ایک مورخ کے روپ میں نظر آتا ہے تو دوسرا مفسر کے بہروپ میں براجمان، تیسرا محدث کے لبادے میں ہے تو چوتھا فقہیہ کے جامے میں، پانچواں سیاست مدنی کا ماہر ہے تو چھٹا علم الابدان کی چوٹیوں پر براجمان ہے ساتواں فلسفی ہے تو آٹھواں منکلم ہے۔ نوواں صوفی ہے تو دسواں باطنیت کا داعی، گیارہواں استاد ہے تو بارہواں مبلغ۔ تلک اثنا عشرۃ کاملہ۔

غرضیکہ حیاتِ انسانی کا کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہے جو ان زاغوں کے تصرف سے آزاد ہو۔ ملت کو تو حسن مجسم نے صداقت، عدالت اور شجاعت کا سبق پڑھایا تھا۔ مگر فقہاء، محدثین، اطباء و فلاسفہ مفسرین و مورخین کی اس موج ظفر موج نے انتہائی چابکدستی سے، آنے والی نسلوں کے اذہان میں تشکیک و تاویلات کے چچھوند داخل کر دیئے۔

(۱) چاہیئے تو یہ تھا کہ صداقت و عدالت کے قاتلوں کو بے نقاب کر کے ملت کو ان کی مکروہ صورتوں سے آشنا کروایا جاتا۔

(۲) چاہیئے تو یہ تھا کہ ان اسباب کا کھوج لگا کر اسے امت مرحومہ کی عوامی عدالت میں پیش کیا جاتا جن کے شدید دباؤ میں آکر "فاتح خیبر" نے مدینہ کی مرکزیت کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا۔

(۳) چاہیئے تو یہ تھا کہ اس "صورتِ نادر" کو بے نقاب کیا جاتا جو حادثہ کربلا کا باعث بنی۔

(۴) ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ حسن مجسم کے حسین لبوں سے ادا ہونے والے الفاظ کی گہرائی اور

گیرائی کو عملی اعتبار سے سمجھا اور سمجھایا جاتا۔ ۱۴

(۵) ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ رب لایزال کے جانفزا کلام کی ابدی تعلیمات کے لازوال رنگ میں اپنے آپ کو رنگ لیا جاتا۔

(۶) ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آسمان رسالت کے درخشندہ ستاروں کی روشنی کو اپنی فانی زندگی کے اندھیروں میں جذب کر کے اجالوں کے دیئے روشن کئے جاتے۔

مگر افسوس صد افسوس جو ہونا تھا وہ نہ ہوا اور جو ہو رہا ہے۔ وہ محض سراب و دھوکہ ہے اور دجل و فریب ہے۔ ان گھس بیٹھیوں نے اپنی عیاری و مکاری سے پہلے تو قرآنی تریاق کے منبع پر مفسر کے بہروپ میں خاصہ قبضہ کیا بعد میں اپنی لفاظی کو اتنی مہارت کے ساتھ بنا سنوار کے عراقی تریاق کے نام سے عامۃ الناس کے سامنے پیش کیا کہ جہالت کے جس زدہ ماحول میں دم توڑتی اور سسکتی انسانیت نے اس زہر کو ہی "آب حیوان" جان کر نوش کر لیا۔ اور۔۔۔۔۔ جب سامریہ کی بادِ سموم نے ختم نبوت کے نخلستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا، مجوسی شنویت کے زانغ و بوم نے صحابیت کے رفیع القدر گنبد پر قبضہ کر لیا۔ اور ساسانیت کے مغبچوں نے "آل و اولاد" کے بہروپ میں کامیابی حاصل کر لی تو۔۔۔ اس کے بعد "عراقی تریاق" کے زہریلے اثرات اس امتِ مسلمہ کے تن واحد سے، رنگ و نسل، قوم و قبائل کے نو اسیر کی صورت میں پھوٹ پڑے۔ اتنی بڑی کامیابی تو معلم المملکت کو بھی حاصل نہ ہو سکتی تھی۔ واہ رہے حضرت انسان! کم رخصن زیادہ شیطان

سینہ ما از محمد داغ داغ

اور آج ان داغوں سے پھوٹنے والی مصنوعی چکا چوندرنگینیوں نے جبل اللہ کے روشن وجود کو تعصبات کی تاریکیوں میں دھکیل پھینکا ہے۔ تحریف و تمذیب کے ابواب میں "لاریب" کے مفہوم کو تفسیر کے ابہامی اثبات کی صورت دیکر تحریفات کا جو دروازہ کھولا گیا اس میں ہر ایرا غیر انتہو خیرا شنویت زدہ ساسانی ذہن مفسر بن گیا۔ اور شانِ نزول کے پردے میں بیٹھ کر تاویلاتی تضادات کے وہ اہرام تعمیر کر دیئے جو بظاہر تو بڑے پر شکوہ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر باطن محض منطقی خرافات کا پلندہ ہیں۔

اسی مختون ساسانیت کے پروردہ اذہان نے محدثین کے روپ میں اقوالِ حسنِ مجسم کی آڑ میں مغازی و ملاحم اور تفصیل و فضائل کے ہمالیہ تراشے جو محض موضوعات کے ڈھیر ہیں۔ اسی مختون شنویت نے جب مورخ کا روپ دھارا تو ایک طرف

(۱) نواسہ رسول کو اسکے چچا اور ماموں کے ہاتھوں قتل کروادیا۔

(۲) مراد رسولؐ کے ہاتھوں بہن اور بہنوئی کو پٹوا دیا اور اسے سفاک اور جلاد طبع انسان کے روپ میں پیش کر دیا۔

(۳) قسطنطنیہ کے عظیم الشان جرنیل اور فتی العرب کی مغفرت کو لعنت میں تبدیل کر دیا۔ اور من گھڑت

فرضی الزامات کی گرد میں اسکے حقیقی نقوش کو ڈھانپ کر رکھ دیا۔

(۴) ام المؤمنینؓ کے پیچھے ابواء کے کتے بھاگتے دکھائے گئے۔

(۵) مرید رسولؐ کے گرد افسانوی جال تن کر اسکی اصل شخصیت ہی کو ماہہ النزاع بنا دیا۔

(۶) اللہ کی تلوارؑ پر ذوالفقاریت کا زنگ چڑھا دیا۔

اور دوسری طرف جب محدث و مفسر کا بہروپ بدلا تو سامریت کا حق نمک ادا کرتے ہوئے اسرائیلیات کو مختون صورت میں اس طرح پیش کیا کہ اسکی تاخت و تاراج سے حدیث تو درکنار قرآن بھی محفوظ نہ رہا۔ حتیٰ کہ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کی بلندیوں پر ایک اور لایعنی وجود مسلط کر دیا گیا۔ (مسجد اقصیٰ کی خشتِ اول کا بانی مراد رسولؐ اور خشتِ آخر کیلئے ساداتِ بنی امیہ کے مقدس ہاتھ۔۔۔۔۔ اور روضہ کو ان سبھی سے اللہ واسطے کا عناد۔۔۔۔۔ پھر بھی حرمتِ بیت المقدس کا شور و غوغا۔۔۔۔۔ کیا کہیں اس آڑ میں ہیکل سلیمانی کا احیاء تو مقصود نہیں۔۔۔۔۔)

ازدم او کعبہ را گل شد چراغ

تیسری طرف اسی مختون اہرمنیت نے جب فقیہ کا لبادہ اوڑھا تو "لو قرصنا" کے ہتھوڑوں سے ظن، قیاس اور گمان کے ہشت پہلو سنگریزوں سے وہ خوش رنگ بھول بھلیاں عمارت تعمیر کر ڈالی کہ امت مرحومہ میں، اس بیچ در بیچ عمارت کے حسین بیچ و خم سے باہر نکلنے کا راستہ تلاش کرنے کی خواہش بھی باقی نہ رہنے دی۔

یہ تو وہ ظاہر ہے جسکے باطن کے اتنے لاکھوں رنگ ہیں کہ کسی کی حیات مستعار کے شب و روز بھی ان کا شمار کرنے سے قاصر ہیں۔ آخر چودہ صدیوں کے بوجھ تلے دفن مہ و سال کا اپنا بھی تو ایک باطن ہے۔ گو معدودے چند مجاہدوں نے اس بحر میں غواصی تو کی مگر کچھ تو اس حیات مستعار کی قید سے طبعی طور پر آزاد ہو گئے اور کچھ سخت جانوں کو غیر فطری انداز میں اپنی راہ سے ہٹا دیا گیا گو ان کے نقشِ پا بذاتہ مینارہ نور میں۔ اور رہیں گے۔ انشاء اللہ اکبر و کبیرا۔

روایات کے اس تاریک گنبد تلے ثنوت و سامریت اور ساسانیت و مہوسیت کے "زلہ ربا" یہ دو ٹنگے جو کہیں تو اپنی خواہشات کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے پڑے ہیں۔ اور کہیں حالات کے ہاتھوں اس پر اپنے مقدرات کے نوشتے پڑھ رہے ہیں۔ وہ ان روشن نقوشِ پا کو کبھی کبھار دیکھ تو لیتے ہیں۔ مگر روایات کی ظلمت نے ان کی بصیرت سے وہ مادہ ہی چھین لیا ہے جو تفکر، تدبر، شعور اور عقل کا منبع ہوتا ہے۔ اب آئیے ذرا اس باطن کی منوہ سرزمین کی طرف پا بہ رکاب ہوتے ہیں۔ جہاں اس باطن کے ظواہر کی ایک نئی دنیا آباد ہے۔ اسی سرزمین کے طول بلد اور عرض بلد کی تعداد علم انسانی کے تمیل اور وہم و گمان سے بھی ماورا ہے۔ اگر "علم" کے معنی جاننا ہیں تو "جاننے" کے معنی ہرگز "علم" نہیں۔ یہی صورت حال کچھ یہاں بھی ہے۔ اس سرزمین کا ہر باسی اپنے اپنے "مہوسات کا اسیر ہے" بالکل اسی سولہ سالہ دوشیزہ کی طرح جو اپنی شبِ زفاف کے بعد اگلی صبح کو اپنی ہبولیوں کو آنکھوں ہی

آنکھوں میں یہ پیغام تو دے سکتی ہے کہ وہ سب جانتی ہے مگر اپنی زبان سے کچھ نہیں کہہ پاتی اس لئے اس پیغام کو وہی سمجھ بھی سکتی ہیں جو اس حسین تجربے سے گزر چکی ہوں، ورنہ ناتجربہ کار تو محض گونگے کی طرح دوبار مسکرا کر رہ جاتی ہیں۔

محسوسات کی یہ کائنات حرف کی نعمت سے بانجھ اور لفظ کی دولت سے محروم ہے۔ اور ہر باطنی گوٹکا۔ کہ وہ اپنے محسوسات کے اظہار کیلئے الفاظ کی تخلیق سے ہی محروم ہوتا ہے اور اگر کوئی کوہکن اپنی باطنی کیفیات کی سنگلاخ چٹانوں میں مضموم کی کسی جوئے شیر کو کھودنے کیلئے ظاہر کے مروجہ الفاظ کا تیش استعمال کرنے کی کوشش کرتا بھی ہے تو اسکی تمام سعی و عمل کے نتیجے میں بسنے والی اس جوئے شب رنگ میں ایک سلیم الفطرت غواص سالک کو تحریف قرآنی کے تربیت یافتہ ننگ، موضوعاتی فضائل کے پروردہ مینڈک اور ظن و قیاس کی کیپڑ میں لت پت خراطین کے علاوہ جب اور کچھ بھی نہیں ملتا۔ تو وہ الحاد کی تاریک وادیوں میں اپنے آپ کو بھٹکنے پر مجبور پاتا ہے اسی باطن کے اور دوسرے ظواہر بھی اسی خصوصیت کے حامل ہیں۔ باطنیت کا یہ دام بہرنگ اپنے خارج میں اتنا حسین نظر آتا ہے کہ بڑی بڑی عظیم ذہانتیں اس کم نصیب شہباز کی طرح اس فتراک کا نچیر بن کر رہ جاتی ہیں۔ جو بوقت پرواز زمین پر بکھرے دانوں کو تو دیکھ لیتا ہے۔ مگر اس جال کو نہیں دیکھ پاتا جو اسکی ذہنی غلامی اور جسمانی اسارت کا باعث بن جاتا ہے اور نتیجتاً جب مکار شکاری اپنے جال کو کھینچتا ہے تو اس وقت اسے اس جال کے داخل میں موجود فریب کا احساس ہوتا ہے۔ پُل کے نیچے سے گزر جانے والا پانی تو واپس لوٹ سکتا ہے۔ مگر اس کم نصیب کی پھر پھر ٹاہٹ اسے آزادی نہیں دلا سکتی، پھر بے یقینی کا ایک طویل دور اسے بے بسی کے آنسو بہانے پر مجبور کر دیتا ہے اور آخر کار اپنی تمام تر ذہانتوں کی قوت سمیت وہ کم نصیب شہباز گھاگ شکاری کی مکاری کا بتدریج عادی ہو کر رہ جاتا ہے حتیٰ کہ وہ وقت بھی آ جاتا ہے کہ شکاری کے ایجاد کردہ اندھیارے کو اپنی چشم بصیرت پر چڑھا کر اطمینان محسوس کرتا ہے۔ اس کم نصیب اسیر کو اس اندھیارے سے اگر کبھی عارضی طور پر نجات ملتی بھی ہے تو اس میں بھی اسکے نجات دہندہ کا ذاتی مفاد پوشیدہ ہے اور ایک لمبے وقت کے بعد وہ اسیر، ان مکار ہاتھوں کو ہی اپنا مامن سمجھ لیتا ہے۔ جو اسکی غلامی اور اسارت کا باعث بن چکے ہوتے ہیں۔ یہی ہے طریق کھن کہ نہیں ہیں جسکے روز و شب۔

کہ درویشی سے سلطانی تک سب عیاری و مکاری

بے چارہ عام قاری کہیں حنفیت کا شمار کہ ابو یوسف، محمد شیبانی اور زفر کی تثلیث میں زاویہ حادثہ کا کردار بن جانے پر مجبور ہو گیا کہیں شافعییت کی تفضیلیت کا نچیر ہو کر رہ گیا اور جو باقی بچا تو "علی ولی اللہ" کا پجاری ثابت ہوا۔ غرضیکہ "دین" کے تمام حسن پر "تقلید" کی کیپڑ تھوپ کر اسے مذہب کا بد صورت بھوت بنا کر رکھ دیا گیا۔

ایسے کتنے ہی ذہین اور حسین شاہین ان کرگوں کی تخلیق کردہ رہبانیت کے فریب کھا کھا کر صداقت، عدالت اور امامت و شجاعت کی راہ و رسم شہبازی کو بالکل بھول چکے ہیں۔

رہبانیت کے یہ داعی اگر ایک طرف "جہاد" کی نفی کے مدعی ہیں تو دوسری طرف حسن مجسم اور رحمہ للعالمین کی تہتیس سالہ شبانہ روز کاوشوں کا ما حاصل صرف اور صرف ایک فرد کی ذات کو ٹھہراتے ہیں کہ ان کے اس فعل کے ایک پہلو سے تو لفظ رحمت کی نفی لازم آتی ہے اور دوسرا پہلو تکمیل دین صلیف کی تنقیض کرتا ہے۔ باطنیت کا یہ گوشہ انتہائی خوف ناک کہ اسکا خارج تاریک اور داخل تاریک تر۔۔۔۔۔

تیرے یہ سادہ دل بندے کدھر جائیں

کہ پیچھے پہاڑ اور آگے کھائی رہبانیت کے داعی، چہار ترک کے اس فعل کی تاویل میں ایک داخلی روشنی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ بظاہر تو یہ ایک بے ضرر بلکہ قابل تقلید فعل نظر آتا ہے کہ ایک انسان ان دیکھی حقیقتوں کی جستجو اور آسمانی قربتوں کی تلاش میں یا تو اندھیرے غاروں کو اپنا مسکن بناتا ہے۔ یا پھر ویران بلندیوں پر ڈیرہ جمالیتا ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں سے کٹ کر قربتوں کی جستجو اور نامعلوم حقائق کی تلاش کا فعل کہیں تخلیق انسانی کے دعوتی مقصد کی نفی تو نہیں کرتا۔ اور ظاہر ہے کہ ان تمام تر نعمتوں کا کفران لازم آتا ہے۔ جنکے لئے رب ذوالمنن نے خلیفہ ارضی کی تخلیق فرمائی۔

حیات انسانی جدوجہد سے عبارت ہے اور اس امر کی متقاضی ہے کہ فطرت انسانی، تجربے اور مشاہدے کے دو کناروں کے درمیان بننے والی نرم روجوئہ میں تدبر و تفکر کی کشتی پر سوار ہو کر علم و قلم کے وجود کا مشاہدہ کرے اور عدم کے تجربے سے بھی اس حسن و خوبی سے گزر جائے کہ گنت ثراہا کی پشیمانی اسکی پیشانی سے ہویدانہ ہو۔ مگر رہبانیت، اول تو علم و قلم سے انسان کا ناٹھ منقطع کروادیتی ہے۔ ثانیاً، جدوجہد کے پتوار اسکے ہاتھوں سے چھین لئے جاتے ہیں۔ ثالثاً، تدبر و تفکر کے سفینہ دعوت کو سبوتاژ کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر رابعاً اسکی قرآنی بصیرت کے سامنے غشاوۃ کی خوش رنگ سد سکندری تعمیر کر دی جاتی ہے۔ نتیجتاً جو گونگی اور بہری بے عملی وجود میں آتی ہے۔ وہی اس مستوفانہ رہبانیت کا منتہائے مقصود ہوتی ہے کہ انسان جب عدم کے تجربے سے گزرتا ہے تو وہ۔۔۔۔۔

مر گئے مردود کفن نہ درود

کیونکہ رہبانیت کے داعی تورب لایزال کو ایک سجدے کے عوض اور حسن مجسم کو محض درود و صلوة کے بدلے میں خرید لینے کی تعلیم دیتے ہیں۔ انکی تعلیمات میں جدوجہد کا عنصر سرے سے موجود ہی نہیں، پھر کس کا مشاہدہ اور کہاں کا تجربہ۔۔۔؟ باعتبارو کے منطوق و مکلف۔۔۔۔۔ اولی الابصار کہیں ہوں بھی توسی سامریت و ثنویت کی اس بانجھ و عقیم سرزمین پر بصیرت کے پودے کا وجود ہی ناممکن، تو پھر صاحب بصیرت آئیں بھی کہاں سے، جو تجربے کی حسین وادی سے گزرنے کی کوشش کریں۔ یہ موضوع بھی دوسرا ہے کہ حسین تجربے طبقہ وراث کے حسن کی طرح ہوتے ہیں۔ جن میں قدر مشترک صرف ایک ہوتی ہے اور وہ ہے حسن البتہ ان میں سے گزرنے کا عمل۔ اس عمل کا ذائقہ ہمیشہ مختلف ہوتا ہے۔ یہاں

جلال العیون

اس وقت آپ کے ہاتھ میں جلال العیون کے چند اقتباسات ہیں۔ اس کے مصنف خاتم المفسرین رئیس المحدثین حضرت علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں۔ اصل کتاب فارسی میں ہے۔ اس کا ترجمہ فاضل حلیل مولانا سید عبدالحسین نے کیا ہے۔ اور اس پر مقدمہ اور حاشیہ لکھنے والے ہیں عالیجناب سید ابوالاعظین، رئیس المتکلمین زبدۃ العلماء فاضل حلیل جناب ابوالبیان مولانا السید ظہور الحسن صاحب قبلہ کوثر بھر بلوچی خطیب شیعہ ملتان۔ اور شیعہ جنرل یک ایجنسی اندرون موچی دروازہ لاہور نے اسے شائع کیا ہے۔

زیر نظر کتاب میں تمام اقتباس اسی سے لئے گئے ہیں۔

شیعہ مذہب کی کتب میں باوجود تضادات ہی تضادات کے ایک بات مشترک طور پر مسلمات کا درجہ رکھتی ہے۔ یعنی ان کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھو کسی روایت کے بیان کرنے سے پہلے مصنف ضرور لکھے گا۔ بسند معتبر معلوم ہوا ہے۔

جلال العیون بھی اسی قسم کی معتبر اسناد کا پلندہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کتاب میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جس کے متعلق متعدد متضاد روایات موجود نہ ہوں۔

ذرا کوثر بھری سے بھی تعارف ہو جائے۔

کوئی صاحب سید ابراہیم تھے والد ماجد کا نام معلوم نہیں۔ (ابہام سے سید بن گئے) آپ زید شہید بن امام زین العابدین کی اولاد سے تھے (یہ وہی زید ہیں جو محمد باقر کی امامت کے منکر تھے اور رافضیوں نے ۱۲۳ھ میں امیر المومنین ہشام بن عبدالملک اموی کے خلاف خروج کرا کے قتل کرایا۔ سب سے پہلے انہوں نے ہی اپنے ساتھیوں کو رافضیوں کی طرف سے عطا فرمایا۔)

الحاج سید ابراہیم کے دو بیٹے تھے جن کے نام معلوم نہیں۔ (ابراہیم کے باپ کا نام معلوم ہے نہ بیٹوں کا) ایک لاولد مرگیا۔ جہاں انہوں نے رہائش رکھی وہ جگہ فتح پور کہلاتی۔ معلوم نہیں جنہوں نے فتح پور آباد کیا وہ ان کے بیٹے تھے یا پوتے۔ ان کے ایک بیٹے کا نام فتح محمد تھا۔ (نام میں حسین یا شاہ کا الحاق تقیہ کے باعث ترک کر دیا ہوگا۔ عورتوں کی نحوست کی وجہ سے رہائش ترک کر کے بھریلی آگئے۔ فتح محمد کی اولاد کی صحیح تعداد معلوم نہیں۔ مشہور چار ہوئے۔ شریف اللہ۔ نتھن شاہ۔ (ان چار میں سے بھی دو کا نام معلوم نہیں) ان چاروں کے نام پر چار محلے آباد ہوئے۔ محلہ شریف اللہ محلہ نتھن شاہ۔ محلہ چلڈراں۔ محلہ پوستیاں۔ (واضح ہے کہ دوسرے دونوں کے نام چلڈر شاہ اور پوستی شاہ ہوں گے۔) محلہ چلڈراں کسی سبزواری سید کی وجہ سے محلہ سبزواریاں بن گیا۔

(یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ ایک مسکن سید ایک قصبہ میں مہاجر کی حیثیت میں پہنچتا ہے اور تمام گاؤں کے محلے اس کے نام سے موسوم ہو جاتے ہیں)

بھریلی سے چلڈر سادات ہجرت کر کے کسی نامعلوم مقام پر چلے گئے۔ فتح محمد
 کے اس بیٹے یعنی محلہ پوستیاں والے کے پانچ بیٹے تھے جو پانچ بھینوں کے
 نام سے مشہور ہوئے۔ ان پانچوں کے والد دو بھائی تھے۔ (کچھ نہ سمجھے خدا کرے
 کوئی) ایک کی اولاد پانچ بھینے اور دوسرے کی اولاد پوستی سادات۔ ان
 میں سے ایک سادات فضلہ تھے۔ ایک کی اولاد پوستی سادات دوسرے
 کی اولاد سادات سوندو۔ تیسرے کی اولاد سادات ارڑے اور چوتھے
 کی اولاد موجو۔ (فضلہ، سوندو، ارڑے، موجو) کچھ تو ہے جس کی،
 پردہ داری ہے) اسی موجو کی اولاد سے سید ظہور الحسن کوثر ہیں۔

جلال العیون میں آپ کے تفصیلی حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ
 فاطمین مصر اور نوابان اودھ کی طرح اپنے زمرہ فاطمیت میں منسلک ہونے
 کے لئے بڑے بڑے ہفت خواں رستم طے کئے ہیں۔ چونکہ آپ پوستی سادات
 کے تو ہمال ہیں۔ اس لئے کتاب ہذا میں یقیناً پوستی کے لقب سے ہی آپ کا
 ذکر ہوگا۔

۱۔ پوستی جی راقم الحروف کے خصوصی کرم فرما ہیں۔ مکتوب مفتوح
 بعنوان نبات الرسول جب ڈاکٹر یاد حسین آپ کی خدمت میں جواب کے
 لئے بھیجا تو آپ نے بجائے نفس مضمون کے جواب کے آئیں بایں شائیں
 کر کے فریبندہ کو نہایت درد مندانہ الفاظ میں نصیحت فرمائی کہ اس خبیث
 (راقم) کو تباہی مت پہنچو۔

شیعہ مذہب اور تبلیغ دین

جہاد سیفی کی طرح جہاد قلمی بھی حرام ہے

شیعہ مذہب میں قبل از ظہور امام غائب جہاد سیفی کی طرح جہاد قلمی بھی ممنوع اور مجاہد ملعون ہے۔ چنانچہ مجلسی نے بحار الانوار میں احادیث رسول و ائمہ اس کے متعلق منقل کی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مباحثہ کرنا انبیاء و ائمہ کے سوا اس لئے دوسروں کا کام نہیں بلکہ ناجائز اور حرام ہے کہ وہ نہ حجت منصوب من اللہ کو پہچانتے ہیں نہ ضعیف شیعوں یا اہل باطل کے حق میں فتنہ ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ اور اس لئے بھی ناجائز ہے کہ جہاد بالقلم سے اظہار دین شیعہ ہوتا ہے۔ حالانکہ شیعوں کے ہاں اظہار دین کی ممانعت ہے۔ اور اخفائے دین کا حکم ہے۔ جیسا کہ اصول کافی میں امام جعفر صادقؑ کی حدیث ہے۔

انکم علی دین من کتمتم اعز اللہ ومن اذاعہ ازلہ اللہ

(صفحہ ۶۸۵) تم اس دین پر جو جس نے اسے

پوشیدہ رکھا۔ اللہ نے اسے عزت دی اور جس نے اسے ظاہر کیا اللہ نے اسے ذلیل کیا۔

کفوا عن الناس ولا تدعوا احدا الى الاصرکم

(اصول کافی ص ۹۵) تم اپنے دین کو پوشیدہ رکھو اور کسی کو اپنے کاموں سے واقف نہ کرو۔ یعنی اپنے دین کو پوشیدہ رکھو۔

یہاں قطع نظر اس امر کے کہ حرام کاموں کے ارتکاب کرنے والے کون ہیں اس بات کی طرف توجہ کیجئے کہ نبی اکرمؐ کی وفات کے وقت سوائے تین چار افراد

کے سب مرتد ہو گئے تھے۔ انہوں نے بھی اپنے دین کو پوشیدہ رکھا یہاں تک
اگر ان میں سے ایک آدمی دوسرے کے ایمان پر مطلع ہو جاتا تو کافر ہو جاتا
اور یہ حکم بھی موجود ہے کہ اگر سنی شیعہ شود حکم کافر اصلی دارد کہ قضائے روزہ
براد واجب نیست۔ (حیات القلوب جلد ۲ ص ۲۰۵، ۳۶۲)

جلد ۳ ص ۴۷، ۴۹، ۵۵، ۹۷ حق الیقین ص ۱۲۳

اور اسی حق الیقین کے صفحہ ۲۸۶ پر تو ایسی ناپاک بات لکھی ہے۔
جسے نقل کرتے بھی حیا و امن گیر ہے۔ اب شیعہ خود اپنے حق میں فیصلہ
کریں کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت تین تو کجا بقول مصنف مجالس
المؤمنین تمام بنی ہاشم مرتد ہو گئے۔ پھر تبلیغ بھی حرام قرار دی گئی۔ اگر بحیثیت
امام سیدنا علیؑ یا حسنینؑ نے تبلیغ کی تو اس کا کوئی ثبوت دنیا بھر کی
کسی کتاب میں موجود نہیں۔ کہ ان کے ہاتھ پر اتنے لوگ شیعہ ہوئے تو آج
یہ کروڑوں شیعہ کہاں سے آ گئے۔ اگر آئمہ کرام کی تبلیغ سے اسلام لائے بھی
ہوں تو وہ حکم کافر اصلی میں شامل ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر عدد ایشان بہ سہ صد و سیرہ کس باہت
اجتماعی رسد امام طاہر میشود (صافی شرح اصول کافی باب پنجم کتاب الحجہ
ص ۳۵) یعنی جب ۳۳۳ مومن مخلص پیدا ہو جائیں گے تو امام مہدیؑ ظہور
فرمائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ کروڑوں ابھی تک بحکم
کافر اصلی میں شامل ہیں۔

۱۔ ملاحظہ ہو حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۶۰۰، کتاب اختصاص
بروایت امام جعفر (صادقؑ)

رہا امام مہدی کے ظہور کا وقت تو سنیے اصول کافی میں کیا ارشاد ہے
 جب قتل کیا (شیعوں نے) حسین علیہ السلام کو تو زمین والوں پر اللہ
 کا غضب بڑھ گیا۔ اور خدا نے ظہور مہدی کے وقت کو ٹال کر ایک سو چالیس
 ہجری مقرر کیا۔ ۲۳۲ — ظہور مہدی اور اس کے لئے ۳۱۳ مخلص مومنین
 کی شرط پیش کر کے شیعان علیؑ کے تمام مومنانہ دعادی پر پانی پھیر دیا۔
 آج ۱۴۰۱ ہجری ہے اور اس بھری دنیا میں ۳۱۳ مومن بھی نہیں۔ آج کروڑوں
 مومن ہر روز قائم آل محمد کی زیارتیں پڑھتے صلوٰۃ بھیجتے ان کو مخاطب کر
 کے گڑ گڑاتے اور آہ و زاری کرتے ہیں۔ مگر امام آخر الزمان کے متعلق کیا خیال
 ہے کہ ابھی تک کسی غار سے حجاب تک کر بھی باہر نہیں دیکھتے۔

۱۔ اگر یہاں کوئی منجلا شیعہ مبلغ اپنے حواریوں کو مطمئن کرنے
 کے لئے یہ کہے کہ حسینؑ کے قاتل سنی ہیں۔ تو اس کا یہ افترا
 اور بہانہ آج تک اس نے جس قدر کذب و افترا سے کام لیا
 ہے۔ سب سے بڑھ کر ہے۔ اگر قاتلین حسینؑ سنی تھے تو اللہ
 تعالیٰ کو فوراً امام قائم بھیج کر سنیوں کو سزا دینی چاہیے تھی۔ وہ
 تو شیعان حسینؑ پر ناراض ہو کر امام قائم کر کے ظہور کا وقت
 مؤخر کر رہا ہے۔ کہ ابھی اور گناہ کرو اور جھوٹ بولو تاکہ دلت و
 رسوائی کا مزہ چکھو۔ جب تم اپنے میں سے ۳۱۳ مخلص پیدا کر
 لو گے تو ہم امام کو ظاہر کر دیں گے۔

لعنت - تمبرا اور سب

مجلسی نے تمام کتاب میں اپنے مزعومہ آئمہ کے مزعومہ مخالفین کا جہاں بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے ناموں کے ساتھ ملعون، لعین، منافق، شقی، مشرک، کافر وغیرہ الفاظ کا بے دریغ استعمال کیا ہے۔

شیعہ مذہب کی اہم ترین کتاب جو امام غائب کی بایں الفاظ مصدقہ ہے۔ الکافی کا لشیعۃ کافی ہمارے شیعوں کے لیے کافی

ہے۔ اس میں واضح طور پر مرقوم ہے۔

۱۔ سباب المؤمن فسوق و قتالہ کفر۔ صفحہ ۵۴۷ کسی مسلمان کو

سب کرنا گناہ کبیرہ اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔

۲۔ لا تبوء الناس فتکسبوا لعداوتہ بینہم صفحہ ۵۳۸

لوگوں کو سب مت کرو۔ اس سے تمہارے درمیان عداوت پیدا

ہو جائے گی۔

۳۔ ان اللعنة اذا خرجت من صاحبها ترددت فان وجدت

مساغاً والارحبت علی صاحبها صفحہ ۵۴۷

کلمہ لعنت جب کسی کے منہ سے نکلتا ہے۔ وہ مترود رہتا ہے۔

اگر راستہ مل گیا تو فحشا ورنہ یہ لعنت کرنے والے پر لوٹ کر واقع ہوتی ہے۔

۱۔ مومن کے لفظ کے متعلق شاید شیعہ علماء کہیں کہ اس سے مراد شیعہ ہیں

بجائے فرمایا مگر نامون وغیرہ جن کے ناموں کے ساتھ مجلسی ملعون، ملعون

کی گردان سے تھکتا نہیں۔ وہ تو بقول شوستری اور مولف احتجاج طبرسی شیعہ

تھا۔ اس صورت میں مجلسی والا رحبت علی صاحبها کا مصداق ہے یا نہیں۔

۳۔ عمدۃ البیان میں ولا تسبوا الذین کی تفسیر کے تحت لکھا ہے۔ کسی کو بُرا نہ کہو ورنہ وہ تمہارے بزرگوں کو بُرا کہیں گے
تلخیص جلد ۱ ص ۳۶۶

۲۔ اب فیصلہ شیعوں کے ہاتھ میں رہا کہ وہ خود مجلسی کو کیلہتے ہیں
۵۔ شیعوں کی معتبر کتاب جامع اخبار میں ہے۔

قال النبی من سبني فاقتلوه ومن سب اصحابي
فاجلدوه

نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص مجھ کو گالی نکالے اس کو قتل کر دو
اور جو شخص میرے اصحاب کو گالی نکالے اسے کوڑے مار دو۔
۴۔ اخرج العقيلي عن انس قال ، قال النبی ان الله اختارني
واختار لي اصحاباً واصهاراً وانصاراً وسميتني قوماً
ليسبونهم و ينتقصونهم فلا تجالسوهم ولا
تشاوروهم ولا تولوا كلواهم ولا تناموا هم
ترجمہ۔ فرمایا نبی علیہ السلام نے تحقیق خداوند کریم نے مجھ کو برگزیدہ کیا
تمام مخلوقات سے اور برگزیدہ کیا میرے لئے میرے اصحاب،
اصہار اور انصار کو۔ ایک قوم آئے گی اور گالیاں نکالے گی ان کو
اور ان کے نقص بیان کرے گی۔ پس تم اس قوم کے ساتھ نہ مل بیٹھو
اور نہ ان کے ساتھ مشورہ کرو۔ اور نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ۔ اور نہ
ان کے ساتھ ناٹھ داری کرو (اصہار سسرال کی رشتہ داری کو

کہتے ہیں۔)

۷۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے آخر زمانہ میں ایک قوم

ہوگی جس کا نام رافضی ہوگا۔ اور وہ اسلام کو چھوڑ دے گی۔ پس تم اس قوم کو قتل کرو کیونکہ وہ مشرک ہیں۔

۸۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے میرے بعد جلدی ایک قوم ہوگی۔ جن کو رافضی کہا جائے گا۔ اے علی اگر تم اس قوم کو پاؤ تو ان کو قتل کرنا۔ کیونکہ وہ مشرک ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ان کی کیا علامت ہوگی۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ تیرے اوصاف ایسے بیان کریں گے، جو تیرے میں نہیں ہیں۔ اور تجھ پر طعن کریں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فتیں اٹھائیں گے۔ کہ ہضم کو اہلبیت کافی ہیں۔ حالانکہ وہ ایسے نہ ہوں گے۔ (دارقطنی)

۹۔ اسی قسم کی ایک روایت اطواق الحائیتہ میں یحییٰ بن حمزہ زیدی شیعہ نے بیان کی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ کو برگزیدہ کیا اور میرے لئے میرے اصحاب کو برگزیدہ کیا۔ ان میں سے بعض کو وزیر بنایا۔ بعض کو اہل ہمار بعض کو انصار۔ پس جس نے ان پر سبت کی پس اس پر اللہ کی فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کچھ بھی قبول نہیں کرے گا۔

آئیمہ رب ہیں

حضرت امام باقر علیہ السلام نے ابو بصیر سے
ارشاد فرمایا جس کو یہاں پر کتاب صیانت الہدایہ مصنفہ علامہ نور اللہ
عماد الدین ابوالفاضل اشرف الکرمانی الحنفی الطائیفہ جلد اول ص ۱۹۵
سے تحریر کرتے ہیں جس سے ولایت اہل بیت یعنی خلقت مخلوقات پر
شہیدیت روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گی۔

اس ابو بصیر اور زرا کے متعلق رجال کشی کا مصنف "لغۃ اللہ"
لکھ کر ان کی مومنیت کی گویا تصدیق کرتا ہے۔

(ص ۱۰۱)

۲ یہ صاحب تقیہ کے حنفی نظر آتے ہیں۔ اور ان جیسے ہزاروں رافضی
مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اہل سنت بنے رہے۔ نور اللہ شوستری
ساری زندگی اہل سنت بنا رہا۔ چنانچہ وہ مجالس المومنین میں لکھتا ہے
کہ علمائے شیعہ بوجہ اقتدار و تسلط مخالفین و غلبہ و منافقین ہمیشہ
گوشہ تقیہ میں چھپے رہے۔ اور اپنے کو حنفی یا شافعی ظاہر کرتے
رہے۔ علامہ علی ہنج اکرامہ میں رقمطراز ہے۔ ہم نے بہت سے
ایسے لوگ دیکھتے ہیں۔ جو باطن میں مذہب شیعہ رکھتے ہیں مگر بوجہ
حب دنیا و طلب ریاست اس کو ظاہر نہ کرتے تھے۔

بحوالہ النجم لکھنؤ ص ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴

اے ابو مبھیر یعنی ہم ہیں رب عرش و کرسی کے ۔

اور ہم ہیں رب آسمان اور زمین کے

اور ہم ہیں انبیاء اور ملائکہ کے اور ہم ہیں رب لوح و قلم کے

اور ہم ہیں رب جنات اور حور العین کے اور ہم ہیں رب شمس و قمر کو

اور حجابہائے قدس و جلال و سوادق عظمت و کمال کے اور ہم ہیں سب

چیزوں کے رب اور خداوند کریم رب الارباب ہے ۔ ابو مبھیر نے عرض کیا

یا بن رسول اللہ میں قربان جاؤں آپ کے اوپر کیا آپ رب ہیں یا اے

کھول کر فرمائیے ۔

فرمایا : ابو مبھیر رب کے معنی میں مالک اور مربی کے ...

نیر اے ابو مبھیر خدا نے اپنے کلام اقدس میں امام کو رب فرمایا ہے

واشرقفت الارض بنور ربہا اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائیگی

یہاں نور رب سے مراد نور امام حجت ہے نہ نور خدا

اے رب اصل میں مصدر ہے جس کے معنی ہیں پالنا، پرورش کرنا،

پھر بطور مبالغہ کے یہ مصدر صفت کے معنی میں آنے لگا ۔ اور رب کے

معنی ہیں پروردگار اور پالنے والا ۔ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک صفتی نام

ہے جو کسی غیر اللہ پر نہیں بولا جاتا ۔ محققین علماء نے لکھا ہے ۔ کہ اصل

میں رب بہیت کے معنی ہیں تدریجی طور پر کسی شے کو ادنیٰ درجے سے اس

کے مناسب اعلیٰ اور اکمل درجے تک پہنچانا ۔ جو صرف اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے

(درس قرآن مولانا احتشام الحق تھانوی بحوالہ روزنامہ جنگ ستمبر ۲۷ جلد ۱۳۸ خبر

۲۲۶) بحوالہ پر دینے کیا سوچا ۔ مصنفہ ڈاکٹر سبطین لکھنوی ص ۹۲

اے ابوبہیر وہ نور امامت آئینہ اہلبیت رسالت تھا۔ جس کی تھوڑی سی شعاع کو حضرت موسیٰ علیہ السلام برداشت نہ کر سکے۔ اے ابوبہیر زمین اور اہل زمین کا رب امام ہے۔ جب وہ ظہور فرمائے گا۔ تو اس وقت لوگوں کو سورج کی اور چاند کی روشنی کی ضرورت نہ رہے گی۔

وسقاهم ربہم شراباً طہوراً۔

اور ان کا رب (امام) انہیں پاک شراب پلائے گا۔ سب کچھ خلاق عالم نے ہمارے لئے پیدا کیا ہے۔ اور ہمارے ہی خاطر پیدا کیا ہے۔ اور مخلوق کو ہمارا جلوہ دکھانے کی خاطر موجود کیا ہے۔

نحن ضیاء اللہ والخلق ضایع لنا۔۔۔۔۔

اور جناب علی علیہ السلام کے نورانی قطرات سے انبیاء و ملائکہ پیدا ہوئے پس انبیاء و ملائکہ ان کے نور سے ہیں۔ پس تدبیر و تربیت زمین ان کے سپرد ہوئی وہ رب السموات والارض ہیں۔۔۔۔۔ جناب حسن کے نورانی قطرات سے لوح و قلم پیدا کئے۔۔۔۔۔ پس وہ رب اللوح و قلم ہیں۔۔۔۔۔ فرمایا علی علیہ السلام نے میں نے حضرت آدم کی طینت (قالب) کو چالیس روز تک اپنے ماتھے سے گوندھ کر تیار کیا۔

ملخص از صفحہ ۲۲ تا ۲۵

مصنف جلاء العیون کی طرح دیگر متعدد شیعہ مصنفین بھی اسی قسم کے عقاید کا اظہار کر چکے ہیں۔ چنانچہ تحفہ میں ہے کہ

فہو قسم الجنۃ والنار پس علی ہی جنت و دوزخ بانٹنے والے

لا یدخل الجنۃ الا محبہ ولا میں جنت میں صرف اس کے محب داخل

یدخل النار الا مبغضہ (مختصر التحفہ ص ۳۰۴) ہونگے۔ اور جہنم میں صرف اس کے دشمن

تبصرہ

ان روایات کے اقتباسات پر تبصرہ محض تفسیر اوقات
سمجھتا ہوں۔ مگر موٹی سی دو باتیں بیان کئے بغیر آگے

بڑھنے کو جی بھی نہیں چاہتا۔

۱۔ علیؑ اور آئمہؑ سب کے سب رب ہیں اور مخلوق بھی ہیں۔ خیر ان کا
مخلوق ہونا تو آپ کی اور میری سمجھ میں آگیا۔ مگر رب ہونا ہماری دودھ چھٹا
بھر کھوپڑیوں میں آنا مشکل ہے۔ جب کہ ان تمام ربوں میں سب سے بڑے
رب کا ان شیعوں نے جو حشر کیا وہ نہایت عبرت انگیز ہے۔ ان کی کتب
میں اس رب الاعلیٰ کے جو ورخ اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں سے
ایک رخ کی چند جھلکیاں آپ ان سطور میں دیکھ چکے ہیں۔ اور دوسرے
رخ کی چند جھلکیاں سطور ذیل میں دیکھ لیجئے۔

میں بیاتنگ دہل اس بات کا اعلان کرنے میں ذرہ بھر بھی پچکچا ہٹ محسوس
نہیں کرتا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اس گھناؤنی تصویر کا ایک شوشہ بھی
اہل سنت کی کتابوں میں موجود نہیں۔ آج تک اہل سنت کے کسی عالم نے اپنے
کسی خطبہ یا وعظ میں اس قسم کی ہرزہ سرائی نہیں کی۔ کسی رسالہ یا اخبار
میں ایسی بے ہودگی کو جگہ نہیں دی۔ ناں جب کہیں مناظرانہ صورت پیدا ہوئی

۲۔ اس کتاب میں امام اور آئمہ کا لفظ بار بار آئے گا۔ یہ صرف
جج راءۃ علی الخضم کے طور پر ہے۔ اس سے شیعوں کی مزعومہ امت
کا اعتراف نہیں۔ البتہ علم و تقویٰ تدین اور پرہیزگاری کی شہرت
کی بنا پر امام کہہ سکتے ہیں۔ جیسے آئمہ اربعہ اور دیگر آئمہ کرام جو
اہل سنت کے ناں گزر رہے ہیں۔

تو وہ شیعیت کے لٹریچر سے ایسے لچر الفاظ پیش کرنے پر مجبور ہوئے۔ اہلسنت
 سیدنا علی رضی کو ان کے صحیح مقام سے مستحسب بھرا دھرا دھرا نہیں جانتے اور
 نہ بیان کرتے ہیں۔ سیدنا علی رضی الاولون میں سے تھے۔ اصحاب بدر میں سے
 تھے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ چچا زاد اور داماد تھے۔ البتہ خلافت
 کا خاتمہ سیدنا ذوالنورین رضی کی شہادت پر ہو گیا تھا۔ چونکہ سیدنا علی رضی کے
 ساتھ پر سعیت کا اعتقاد یا اجتماع نہیں ہو سکا تھا۔ چنانچہ خود ایک شیعہ
 ابن ابی الحدید شرح منہج البلاغہ میں لکھتا ہے۔ کہ کل اہل بصرہ (حضرت
 علی رضی) سے متنفر تھے۔ اور سب قریش ان کے خلاف تھے۔ اور جمہور خلق
 ان کی مخالف اور بنی امیہ کی ساتھی تھی۔ سیدنا علی رضی کی خلافت بلا فصل
 کا تو ذکر ہی کیا۔ سیدنا ذوالنورین کی شہادت عظمیٰ کے بعد آپ کے فرقہ انور
 پر تاج خلافت رکھا گیا وہ بھی نام نہاد خلافت کے سوا کچھ نہ تھا۔ حضرات
 شیخین کی خلافت کی تفصیل آگے اپنے مقام پر آئے گی۔

۱۔ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نام نہاد خلافت پر
 مشکوٰۃ المصابیح کے فوائد غزنویہ پر ایک نظر میں تفصیلی
 بحث کی

دوسرا پہلو

اب روافض کی زبان سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تعریف سنئے۔
 میں انہیں منقل کفر کفر نہ باشد کے مصداق لکھ رہا ہوں۔ ہاتھ کا پتہ ہے
 دل لڑتا ہے۔ روح ملا مت کر رہی ہے۔ ضمیر اجازت نہیں دیتی۔ مگر
 اس کے بغیر چارہ بھی نہیں۔

۱۔ تمام عمر مغلوب و مقہور رہے۔ اگر رسول اللہ ان کی محافظت وصیانت
 نہ فرماتے تو کبھی کے شہید کر دیئے جاتے۔

۲۔ ان کی دشمنی اس قدر عام تھی کہ جناب رسالتیابؐ کے واصل بحق
 ہوتے ہی تمام مسلمان ان سے برگشتہ ہو گئے۔

۳۔ انہیں سوائے گوشہ نشینی اور اصل قرآن گم کرنے کے کوئی چارہ نظر
 نہ آیا۔ (جلال العیون)

۴۔ آپ کو عید غدیر کے موقع پر خلیفہ بلا فصل بنایا گیا۔ مگر آنحضرتؐ
 کے انتقال کے بعد تین آدمیوں کے سوا کسی نے ان کی تصدیق نہ کی

۵۔ حصول خلافت کے لئے اپنی زوجہ کو گدھے پر سوار کیا اور ہر صحابی
 کے گھر گئے۔ اور طالب مدد ہوئے۔ لیکن کسی نے ان کی مدد نہ کی

(صولت حمید ربہ ص ۸۱)

۶۔ علی رضی اللہ عنہ کی گردن میں رسی ڈال کر سر بازار گھسیٹا گیا۔ اور ان سے بجز

بیعت لی گئی اور انہوں نے سرتسلیم خم کر دیا (جلال العیون)

۷۔ آپ کی زوجہ کو کوڑے سے پیٹا گیا۔ یہ بدلہ نہ لے سکے (جلال العیون)

۸۔ ان کی بی بی کے شکم پر دروازہ گرایا گیا اور حمل ساقط ہو گیا۔ مگر یہ

زوک نہ سکے - (جلال العیون ۲۷) حاشیہ ص ۱۰

۹ - قرآن کو پارہ پارہ ہوتے دیکھا لیکن کچھ نہ کر سکے -

۱۰ - نبی کی امت کو گمراہی میں پایا لیکن ہدایت نہ کر سکے - اور دو مائی دیتے رہ گئے -

۱۱ - کفر کو از سر نو ابھرتے دیکھا مگر کچھ نہ کر سکے -

۱۲ - بدعات کا فروغ دیکھا مگر بول نہ سکے - (اصول کافی کتاب الحجہ)

۱۳ - ان کے سامنے شوہروں سے عورتیں چھپنی گئیں - رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی عطا کردہ معافیاں ضبط کی گئیں - مگر آپ نے اپنی

خلافت کے زمانہ میں بھی واپس نہ دلائیں یا نہ دلا سکے -

(کتاب الروضہ کافی ص ۲۹)

۱۴ - علیؑ کو ٹھہر سے بھی زیادہ حقیر کہا گیا -

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان هذا المثل ان الله لا یسعی ان

یضرب مثلاً ما لبعوضۃ فما فوقها ضرب الله الامیر المومنین

قال بعوضۃ امیر المومنین - یعنی اس آیت میں بعوضہ یعنی ٹھہر

سے مراد امیر المومنین ہیں - (کافی کلینی)

۱۵ - ان کی زوجہ پر بے حساب سختیاں ان کے سامنے کی گئیں یہاں تک کہ وہ

ان کو فحاشی ہو کر مقبول ملا باقر مجلسی پکارا اٹھیں - مثل اس جنین کے

جو کہ رحم میں پردہ نشین ہو گیا ہو - اور خاتون کی طرح بھاگ آئے

ہو - بعد اس کے کہ زمانہ کے ولیروں کو خاک پر گرایا ہے - مانند نامردوں

کے بیٹھے گئے ہو -

(ترجمہ حق الیقین صفحہ ۲۵)

۱۶ - یہ علیؑ وہ ہیں جن کی زوجہ کو اپنے گھر میں لفراق والد بزرگوار جی بھر کر دشمنوں نے روتے بھی نہ دیا اور دل کی بھڑاس نکالتے کے لئے بیرون شہر مقام

کمرے پر مجبور ہوئیں۔ (تاریخ الایمہ ص ۳۸)

علیؑ بذالقیاس اس قسم کے سنی کٹر دوا قعات کتب شیعہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ جن میں سیدنا علیؑ کو ایک بے بس، مجبور، مظلوم، مقہور اور عاجز و ناتواں شخص کی حیثیت میں پیش کیا گیا ہے۔ ایک طرف علیؑ رب ہیں کا نعرہ اور دوسری طرف یہ ہیکسی اور بے بسی کا اظہار، اتنی ذلت رسوائی و خجالت اور شرمندگی پر تو یہ خاموشی، مگر عباسؑ کے پر نالہ کے لئے تمام کائنات کو الٹ پلٹ کر دینے کا عزم، چنانچہ مولوی سید دلدار علی رئیس المناظرینؒ روافض عماد اسلامؒ میں کئی ایک کتب امانیہ کے حوالے سے لکھتا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ اپنے تفسیرے سال خلافت میں حضرت عباسؑ کے گھر کے نیچے سے گزرے تو ان کے پر نالے میں سے چھینٹیں ان کے کپڑوں پر پڑیں، حضرت عمرؓ نے اسے اکھڑوا دیا۔ حضرت عباسؑ نے جا کر حضرت علیؑ سے شکایت کی۔ آپ موق پر ذوالفقار لئے ہوئے پہنچے اور پر نالہ پھر لگوادیا۔ اور فرمایا کہ قسم ہے خدا کی اگر تمام اہل زمین مجھ سے بخشنے پیش آئیں تو میں سب کو قتل کر دوں گا۔

(بحوالہ البحت المختوم فی حل عقدا م کلثوم ص ۵ مصنفہ سید

منظہر حسین بی اے، منشی فاضل مطبوعہ کریمی پریس لاہور

حضرت خالد نے حضرت ابوبکرؓ کے ایما سے حضرت علیؑ کو قتل کرتے کا ارادہ کیا حضرت علیؑ نے اسے دو انگلیوں سے اٹھا کر مسجد کے کھمبے پر کھینچ مارا۔ اور

اس کا پیشاب نکل گیا۔ (تلخیص ص ۲۱۳ - ۲۱۴)

از اہل ان الخراب ولیل قوم ۔ سیلہدیہم الی جیف الکلاب

نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت صحابہ کی تعداد

ان میرے جانثار صحابہ کے تبرائی قاتل دشمن خواہ وہ کوئی ہوں ،
کافر ہیں ۔

ابوذر ، مقداد ، سلمان ، بلال ۔ حذیفہ یمانی ، زبیر ، فضل بن
عباس ، عبداللہ بن عباس ، عاصم بن عتبہ مرقال ، ابویوب انصاری
ابان ، عثمان بن حنیف ، سہیل بن حنیف ، ابوسعید خدری ، قیس بن ابی
سعد ، ابن عبادہ رئیس انصار ، بریرہ ، براہ ابن مالک ، خباب بن الارث
رفاعہ بن مالک ، عامر بن واثلہ ، ہندہ ابن ابی مالہ ، جعدہ بن ہبیرہ ،
مخزوم ، انس بن الحارث ، ابن ابی کعب ، خزیمہ ذوالشہادتین ، عمار
(رضوان اللہ علیہم ۲ جمعین)

غرضیکہ رسول پاک ص کے جانثار صادق الایمان صحابہ کے ناموں کی اگر فہرست
تیار کردوں ، تو ایک علیحدہ ضخیم کتاب کی شکل اختیار کر جائیں ۔ صرف اتنا عرض
کرتا ہوں کہ رسول پاک ص کے ان صحابہ کو برا کہنے والا خواہ دور رسالت کا
السان ہو یا بعد کا یا آج کل کا وہ اسلام سے خارج ہے ۔ اس کی تمام
عبادت رائیگاں ہے ۔

تبصرہ

آج تک اہل سنت والجماعت نے کسی صحابی

کو بُرا کہنا تو درکنار ان کا نام بے ادبی سے لینا بھی گناہ عظیم سمجھا ہے۔ مصنف نے یہاں اٹھائیس صحابہ کرام کے اسمائے گرامی لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ان کے علاوہ اگر باقی صحابہ کرام کے نام لکھے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ یہ شیعہ مذہب بھی عجیب چوں چوں کا مرہ ہے۔ ایک صاحب کچھ اچرتے ہیں، دوسرے مہاتما کچھ دیاکھان دیتے ہیں۔ تیسرے کچھ اور فرماتے ہیں۔ چوتھے سب کی لٹیا ہی ڈبو دیتے ہیں۔ اب مصنف کے اس بیان کے بعد دیگر مجتہدین عظام، مصنفین ذی الاحترام اور علمائے کرام کے ارشادات سننے سے پہلے ایک بات کو ذہن نشین کیجئے، کہ بقول مصنف ان صحابہ کرام کو بُرا کہنے والے اسلام سے خارج ہیں۔ اور ان کی تمام عبادات رائیگاں ہیں۔ معلوم نہیں ان میں سے سچا شیعہ کون ہے۔ جس کی عبادت رائیگاں نہیں اور بھوٹا کون ہے۔ جس کی عبادت رائیگاں جائے گی۔

صرف تین : ابی جعفر سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام کے بعد تمام لوگ مرتد ہو گئے صرف تین مسلمان رہ گئے۔

مقدار بن الاسود، ابوذر غفاری، سلمان فارسی، ترجمہ روضہ کافی ۱۱۵
(افسوس کہ اس ظالم نے یہاں سیدنا علیؑ، حسینؑ، سیدہ فاطمہؑ کو بھی نہیں بخشا)

صرف چار : یعنی علی رضی اللہ عنہ اور ہمارے چار شخصوں کے سوا امت میں سے سب نے بخوشی بیعت کی۔ چوتھے

سے مراد عمار بن یاسر ہیں (اجتہاد طبرسی ص ۴۸)

یہ چار نہیں بلکہ پانچ بنتے ہیں۔ مگر اس ظالم نے بھی حسینؑ اور فاطمہؑ کو

اڑا دیا ہے ۔)

۲ ایک بھی نہیں ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد

سب بنی ہاشم مرتد ہو گئے ۔ (مجالس المؤمنین جلد سوم)

(لا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم) اس منہ پھٹ نے ایک کو بھی

نہیں بخشا ۔) یہاں یہ بھی سوال پیدا کیا جا سکتا ہے ۔ کہ اگر ”مزعومہ“

اہل بیت کا نام لکھنے کی ضرورت نہ تھی تو پھر چار کے ضمن میں سیدنا علیؑ کے

ذکر کی کیا ضرورت پیدا ہوتی ۔

بارہ ہزار

اصحاب رسول بارہ ہزار تھے ۔ آٹھ ہزار مدینہ سے دو

ہزار غیر مدینہ سے ۔ دو ہزار رہا کردہ لوگوں میں سے اور کوئی ان میں سے

نہ قدر می تھا نہ مری نہ عروسی نہ معتزلہ خود رائے ۔ پس سب شب و روز

روتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ یا اللہ خمیری روٹی کھانے سے پہلے ہماری

روح قبض کر لے ۔

(از امام جعفر ۔ کتاب خصائل ابن بابویہ و حیات القلوب مجلسی صفحہ ۵۸۸)

دروغ گو را حافظہ نباشد ۔ کوئی اس ظالم سے پوچھے کہ تمہیں تو یہ بھی معلوم

نہیں کہ جن فرقوں کے تم نام لکھ رہے ہو ۔ ان کی ابتدا کب ہوئی ۔ اور اس

وقت یہ جبری تدبیر عروسی کہاں سے آگئے ۔

سلمان اور مقداد کا ایمان

کتاب اختصاص میں بسند معتبر امام

جعفر صادق سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے سلمان تیرا علم

اگر مقدار پر پیش کیا جائے تو وہ کافر ہو جائے۔ پھر آنحضرت نے مقدار کو فرمایا کہ اگر تمہارا صبر سلیمان پر پیش کیا جائے۔ تو وہ کافر ہو جائے
(ترجمہ حیات القلوب جلد ۲ - صفحہ ۶۰۰) لے

ایک دردمندانہ اپیل

میرے شیعہ دوستو! ہم سب

کو ایک دن ضرور اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ وہاں ہمارے اعمال کا ایک ایک ذرہ ہمارے سامنے پیش کیا جائے گا۔ آپ کے پاس آپ کے مجتہدین کے پاس آپ کے مبلغین اور علمائے کرام کے پاس اپنے دین کے متعلق سوائے تاویلات اور مفسحہ کثیر روایات کے کچھ نہیں۔ آپ اگر خود اپنے خالق و مالک کو حاضر و ناظر جان کر اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں تو آپ کو روز روشن کی طرح معلوم ہو جائے گا۔ کہ آپ کے عالم محض اپنی انا باطل کی تسکین کے لئے یہ بوجھ اٹھاتے پھر رہے ہیں۔ آپ کے عوام صرف حب اہلبیت کے نعرہ مستانہ سے سرشار ہو کر صراط مستقیم سے بھٹک چکے ہیں۔ قطع نظر سینکڑوں اختلافی مسائل کے اسی ایک بات سے اندازہ کر لیجئے کہ شیعیت متفادات کا ایک پلندہ ہے۔ اہلسنت میں کوئی علی کا منکر نہیں، کوئی حسینؑ کے فضائل و مناقب سے روگردانی کرنے والا نہیں۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ اہل سنت کس حد تک خانوادہ نبوتؐ کی مدح و توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ اہل سنت علیؑ اور حسینؑ کے فضائل کے دو طرح سے قائل ہیں۔ سیدنا علیؑ کو صحابہ کرام میں

لے مزید تفصیل کے لئے میری تالیف حقیقت مذہب شیعہ دیکھو۔

بھی شمار کرتے ہیں۔ اور حسینؑ کو اہل بیت سمجھتے ہیں۔

ہرمزان مجوسی نے جس پودا کی کاشت کی۔ فیروز لولو نے جسے سینچا۔ ابن سبائے نے جسے پروان چڑھایا آپ بغیر سوچے سمجھے اس کے زہر آلود اور مسموم سائے کی بطرت لپکتے چلے جا رہے ہیں۔ آئیے امور متنازعہ میں جس امر کے متعلق آپ دوستانہ ماحول میں جس مقام پر چاہیں خلوت میں پسند کریں یا جلوت میں۔ میں آپ کی اور صرف آپ کی کتب سے یہ واضح کرنے کو تیار ہوں کہ آپ صراطِ مستقیم سے مٹک چکے ہیں۔

آپ کے پڑھے لکھے طبقہ کو خوب یاد ہو گا۔ کہ ۱۹۳۵ء میں سید مصطفیٰ حسین سپرنٹنڈنٹ ضلع گونڈا نے تمام مجتہدین عظام اور علمائے کرام کو بذریعہ مکتوب مفتوح مندرجہ ذیل سوالات لکھ کر بھیجے تھے۔ مگر آج تک ان کا جواب نہ دیا جاسکا۔ اور آپ کے ذمہ قرض ہے۔ اور اسی سال کے "البنم" میں عصمتِ آئمہ پر جو کچھ لکھا ہے یا لکھا تھا۔ اس سے کس قدر شیعہ عصمتِ آئمہ کے عقیدہ سے دستبردار ہو گئے تھے۔

سید مصطفیٰ سپرنٹنڈنٹ کے سوالات سے آپ بھی واقف ہو جائیے۔

۱۔ جناب ختمی مرتبت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مامور من اللہ امام کی ضرورت کیوں روا رکھی گئی ہے؟

۲۔ شیعہ مجتہدین (البنم لکھنؤ) کی بحث عصمتِ امام کا آجتک کوئی جواب نہیں دے سکے اس لئے ان کے نام گزرا رہا ہے کہ اگر انہوں نے دو ماہ کے اندر اندر اس بحث کا جواب نہ دیا تو میں سنی ہو جاؤں گا۔

اے شکر یہ ڈاکٹر سبطین لکھنوی ایم بی بی ایس

یہاں ایک اور لطیفہ بھی سنتے چلتے۔ بنات الرسول کے سلسلے میں مکتوب
 مفتوح کے فریسنده کو جب جواب نہ ملا تو مذکورہ نے چند شیعہ علماء کو کچھ
 خطوط لکھے کہ جواب دیجئے۔ ورنہ میرے تذبذب میں مزید اضافہ ہو جائے گا
 تو بجائے سوالات کا جواب دینے کے ایک نے لکھا کہ سنی ہو جائیے ۳
 آپ کو کون روک سکتا ہے۔ کروڑوں سنی موجود ہیں نور علی نور ہو جائیے
 اور کوثر بھری می نے لکھا کہ آپ اس خبیث (یعنی راقم الحروف) کی کتاب میں نہ
 پڑھیے۔ اگر اس کی کتاب کا جواب لکھا گیا تو سوائے اس خبیث کی شہرت کے
 کچھ نہ ہوگا۔ اس کی تصنیف جھوٹ کا پلندہ ہے (مگر جناب جھوٹ کے پلندہ کا
 جواب دینے سے کیوں بھاگتے پھرتے ہیں۔ ۱)

۲ ڈاکٹر یاور حسین ساقی دینا ضلع جہلم
 ۳ مولوی اسماعیل درس آل محمد لائیپور کا خط مورخہ ۳/۵/۳۰
 ۴ ظہور الحسن کوثر جس نے جلال العیون کا حاشیہ لکھا ہے کا خط ۳/۴/۳۰
 ع بنات الرسول کے مسئلہ پر ۷ سوال ۱۳۸۶ء جھوک ڈرھیل
 ضلع بہاولپور مولانا محمد عبدالستار تونسوی حنفی اور مولوی محمد اسماعیل
 شیعہ لائیپور کے درمیان مناظرہ ہوا۔ مؤخر الذکر کوئی جواب نہ دے
 سکا۔ مطبوعہ پمفلٹ مناظرہ مولانا عبدالستار تونسوی ضلع ڈیرہ غازیخان
 سے طلب کیجئے۔

نبی علیہ السلام بوقت وفات فرماتے ہیں

ایھا الناس جاننا چاہیے کہ علی بن ابی طالب میرا چچا زاد بھائی ہے اور میرا وصی ہے۔ وہ قتال تاویل قرآن پر کرے گا۔ جس طرح میں نے تنزیل قرآن پر کیا۔ اور اسی طرح کا کلام مجالس متعدد میں فرماتے تھے۔ بعد اس کے آنحضرتؐ نے اسامہ بن زید کو امیر کیا۔ اور ایک لشکر

اے مشہور شیعہ الحامقانی نے اپنی شہرہ آفاق تالیف تنقیح المقال جلد ۲ صفحہ ۱۸۴ پر محمد بن عمر الکشی سے جو جرح و تعدیل کے مسئلہ ماہر شیعہ عالم اور جس نے سب سے پہلے اس فن میں کتاب تصنیف کی ہے۔ سے روایت کی ہے کہ مقبول اہل علم عبد اللہ بن سبا یہودی تھا۔ مسلمان ہو کر اس نے حضرت علیؑ سے دوستانہ مراسم قائم کئے۔ وہ اپنے یہودیت کے زمانہ میں کہا کرتا تھا یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے وصی تھے اسلام لانے کے بعد اس نے حضرت علیؑ کو نبی علیہ السلام کا وصی کہنا شروع کیا۔ مشہور شیعہ عالم کا یہ بیان اس باب میں **قصص صریح** کا حکم رکھتا ہے۔ کہ حضرت علیؑ کے لئے وصی کا لقب سب سے پہلے اس نے اختراع کیا۔ اس روایت کے راوی بقول صاحب تنقیح المقال سب شیعہ تھے اور ابن سبا سے یہ روایت شیعہ علماء کے ذریعے صاحب تنقیح المقال تک پہنچی، جس طرح وصایت کا عقیدہ ابن سبا کے ذہن کی اختراع ہے اسی طرح امامت کی اختراع شیطان الطاق نے وضع کی یہ شخص جعفر (صادق) کا ہم عصر تھا۔

(تفصیل کے لئے دیکھیے تنقیح المقال)

منافقاں و اہل فتنہ وغیرہ سے اس کے لئے ترتیب دیا۔ اور حکم دیا کہ ہمراہ اکثر اصحاب بجانب بلادِ روم جاؤ۔ جس جگہ اس کا باپ شہید ہوا تھا۔ اور غرض حضرتؑ کی اس لشکر کے بھیجنے سے صرف یہ تھی کہ مدینہ اہل فتنہ اور منافقوں سے خالی ہو جائے۔ اور کوئی علی ابن ابی طالب سے مخالفت و مناز نہ کرے۔ اور امر خلافت جناب امیر علیہ السلام پر مستقر اور محکم ہو جائے

تبصرہ

علی علیہ السلام اور تاویل قرآن پر قتال -
 ہمیں کسی شیعہ یا سنی کی کسی کتاب میں یہ نظر نہیں آیا۔ کہ سیدنا علیؑ نے تاویل قرآن پر کبھی قتال کیا ہو۔ ہم نے تو کتب شیعہ میں صرف اس قدر پڑھا ہے۔ کہ علیؑ قرآن مرتب کر کے لائے۔ مسجد میں مجمع عام میں پیش کیا مگر کسی نے توجہ نہ دی تو آپؑ یہ کہتے ہوئے اپنے حجرے میں تشریف لے گئے کہ اب تم تا ظہور قائم آل محمد اس قرآن کو نہ دیکھو گے۔ چنانچہ اسی جلا رالعیون میں لکھا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا میں نے قسم کھاتی ہے کہ جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گھر سے باہر نہ نکلوں۔ اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں۔ بعد چند روز کے فرقان ناطق یعنی امیر نے قرآن جمع فرمایا اور جزدان میں رکھ کر سر بھر کر دیا۔ پھر مسجد میں تشریف لا کر مجمع ہا جبرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مردماں حبیب میں دفن پیغمبر آخر الزمان سے فارغ ہوا تو بحکم آنحضرتؑ قرآن جمع کرنے میں مشغول ہوا۔ اور جمیع آیات اور سورہ پائے قرآن کو میں نے جمع کیا۔ اور کوئی آیت آسمان سے نازل نہ ہوا جو حضرتؑ نے مجھے سنایا نہ ہو۔ اور اس کی تعلیم مجھے نہ کی ہو۔ چونکہ اس قرآن میں چند

آیات کفر و نفاق منافقین قوم و آیات نص خلافت جناب امیر صریح تھے اس وجہ سے خلقت نے اس قرآن سے انکار کر دیا۔ جناب امیر شمشناک اپنے حجرہ ظاہرہ کو تشریف لے گئے۔ اور فرمایا اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد نہ دیکھو گے۔ صفحہ ۲۰۲ - ۲۰۳ یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ عباسؓ کے پرنا لے کے لئے تمام انسانوں کو قتل کر دینے کا اعلان اور قرآن جس پر آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس پر یہ خاموشی۔ اور پھر قرآن سے انکار تو اس وقت ہوا جب خلافت پر دوسرے نابض تھے آپ نے اپنی خلافت میں بھی وہ قرآن نہ نکالا۔ آپ کے علاوہ دس دوسرے ائمہ بھی اس قرآن سے محروم رہے یہ قرآن گویا اللہ تعالیٰ نے صرف قائم آل محمد کے لئے نازل کیا تھا۔ اور باقی تمام مومنین کو اس وقت سے امام آخر الزمان تک قرآن سے محروم رکھا۔ ۴۔ بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجیبت۔ بنی علیہ السلام نے متعدد مجالس میں یہ وصیت فرمائی۔ میں مصنف جلال العیون کے حواریوں کو چیلنج کرتا ہوں۔ کہ کسی اپنی کتاب سے ہی باسناد یہ ثابت کر دیں۔ کہ آنحضرت نے کسی وقت ایسا حکم فرمایا تھا تو میں اپنے اس عقیدہ سے رجوع کرنے کو تیار ہوں۔

۱۔ یہ ظہور قائم آل محمد کی داستان بھی ایک عجوبہ ہے۔
صافی شرح کافی باب پنجم میں ہے۔ کہ جب تک ۳۱۳
مومن نہ ہوں گے۔ امام مہدی آخر الزمان ہرگز ظاہر نہیں
ہوں گے۔ اور یہ کروڑوں شیعہ یعنی چہ ؟

لشکر منافقان و اہل فتنہ سے ترتیب دیا اور اکثر اصحاب کو ساتھ بھیجا
آنحضرت نے یہ لشکر اس لئے بھیجا کہ مدینہ خالی ہو جائے۔ اور علی خلیفہ
بن جائیں۔ اور دوسری غرض یہ تھی کہ زید شہید کی شہادت کا بدلہ لیا جائے
علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لئے بنی علیہ السلام ہر قسم کی کوشش کر رہے ہیں
یہاں کئی صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ بنی اور آئمہ ماکان و مایکون کے عالم ہوتے
ہیں۔ کیا بنی اور علی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ علی کسی صورت میں خلیفہ نہیں بن
سکتے۔ دوسری صورت یہ سامنے آتی ہے۔ کہ بنی کی وفات کے بعد صرف
تین یا چار آدمی مسلمان رہ گئے تھے۔ تو کیا بنی صرف چار آدمیوں کے لئے
علی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ تیسری صورت یہ سامنے آتی ہے کہ اگر بنی کی
وفات کے بعد بارہ ہزار یا بقول مصنف جلاء العیون کہ ان کے ناموں سے
ضخیم کتاب بن سکتی ہے۔ پھر چند سر پھرے منافقوں کا کیا ڈر تھا۔ اور بنی ایسی
تدبیریں کیوں کر رہے تھے۔ جس سے آپ کی نبوت بھی نعوذ باللہ مشکوک ہو
کر رہ جاتی اور پھر اگر علی خلیفہ بلا فصل تھے۔ تو آپ نے پچیس سال تک
منافقوں کے پیچھے نمازیں کیوں پڑھیں۔ ان سے وظائف لیکر لاکھوں کی جائیداد
کیوں پیدا کی۔ سب سے بڑے منافق اور پیر فرقت کو اپنی بیٹی کیوں دی

۱۔ اس مختصر کتابچہ میں اس موضوع پر تفصیل کی گنجائش نہیں۔ صرف شیعہ مذہب
کی کتب اور صفحات کے حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ سیدنا علی نے اپنی بیٹی سیدہ کلثوم
سیدنا عمر کے حوالہ عقد میں دیں۔ یہ نکاح ہوا اور ڈنکے کی چوٹ ہوا۔ اسے حبس لایا اس
پر تادیلات کے پلندے تیار کرنا صرف ہٹ دھرمی اور ضد ہی نہیں۔ بلکہ پر لہر جے
کی جہالت اور ظلم بھی ہے۔ (بقیہ صفحہ ۲۸ پر ملاحظہ کیجئے)

نبی اور علیؑ کی بے بسی

آخری ایام میں نبی علیہ السلام جب نزدیک مخراب آئے دیکھا کہ ابو بکرؓ نے سبقت کی ہے۔ اور بجائے حضرت کے نماز شروع کی ہے۔ پس حضرت نے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ پیچھے کھڑا ہو اور خود داخل مخراب ہوئے۔ اور لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر نماز کو پھر سے ادا کیا اور بعد نماز گھر میں تشریف لے گئے۔

تبصرہ

مصنف تسلیم کرتا ہے۔ کہ ابو بکرؓ نے نماز پڑھائی مگر فوراً اسے شیعیت کا مرد ٹکھیٹ کر دوسری طرف لے جاتا ہے اور پھر سے نماز ادا کی۔ کالفاظ صحیح اور اصل واقعہ کی شکل بگاڑ کر خلافت بلا فضل کی راہ ہموار کرنے کی سعی لا حاصل میں ملکان ہوتا ہے۔ مگر اس ظالم نے یہ نہیں سوچا کہ میرے ان الفاظ کے پس منظر میں نبی علیہ السلام کی ذات اقدس پر کتنا بڑا اتہام اور بہتان پوشیدہ ہے۔ نبی علیہ السلام کی تیس سالہ تبلیغ کو اس نے پھر سے پڑھانے کے لغو فقرے سے ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔ اسے اس لفظ کے پس منظر میں یہ بھی منظر نہیں آیا کہ میں وہ کلمہ کیوں لکھ رہا ہوں۔ جس سے یہ معلوم ہو کہ معاذ اللہ نبی علیہ السلام ساری زندگی منافقوں میں گھرے رہے۔ اور آخری وقت ان منافقوں نے آپ کو بالکل بے دست و پا بنا کر رکھ دیا۔ اور آپ اُن تک نہ کر سکے اور صرف ماتھے کے اشارہ سے روک کر رہ گئے۔ اور عباسؓ کے پرنا لہ کیلئے زمین و آسمان کو ایک کرنے والے شاہ مردان بھی دیک کر رہ گئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷ سے آگے

۱۔ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ مطبوعہ نو کشتور۔

اس کتاب میں فی ترویج ام کلثوم کے عنوان سے پورا باب موجود ہے اور اس میں کئی صریح حدیثیں اس نکاح پر موجود ہیں۔ کافی وہ کتاب ہے جس پر امام آخر الزمان کی تصدیق ہذا کا فلتیعتنا یعنی یہ ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔ موجود ہے۔

۲۔ شیعوں کی دوسری مایہ ناز کتاب صافی شرح اصول کافی ہے۔ جس کے مصنف ملا خلیل قزوینی ہیں۔ علی علیہ السلام کے لئے آسمان سے وصیت نامہ

نازل ہوا۔ جس میں اشارت اسنت بدامادیئے ع

کتاب الحجہ جز سوم باب شعت ربکم ص ۸۲ - ۲۱۸ مطبوعہ نو کشتور
اس کتاب میں مزید درجن بھر مقامات پر ترویج نکاح ام کلثوم با عمر موجود ہے۔

۳۔ استبصار۔ شیعوں کی صحاح اربعہ میں سے ہے۔ مصنف میں محدثا اعظم علامہ ابو جعفر طوسی۔ اس کتاب کی جلد ثانی ص ۱۸۵ مطبوعہ مطبع جعفریہ پر دو حدیثیں موجود ہیں۔

۴۔ اس خلیل قزوینی کے متعلق دیباچہ کتاب میں ایک حدیث بدین مضمون ہے۔ فرمایا نبی علیہ السلام نے قزوین میں ایک شخص ہوگا جو ایک پیغمبر کا ہم نام ہوگا۔ لوگ اس کی اطاعت سرعت سے کریں گے خواہ مشرک ہوں یا مومن وہ مرد بھر دیگا پہاڑوں کو خوف سے۔ یعنی شوکت و کمال پر پہنچ جائے گا۔

۳ - تہذیب - یہ بھی شیعوں کی صحاح اربعہ میں سے ہے۔ اس کے مصنف بھی طوسی ہیں۔ اس میں بھی نکاح مذکور پر محمد بن احمد بن یحییٰ بن جعفر بن محمد القمی عن القداح جعفر عن ابیہ سے روایت موجود ہے

۵ - ابن ابی الحدید شرح منہج البلاغہ جز ثانی ۱۲۲ مطبوعہ مطبع دارالکتب العربیۃ الکبیرا مصر کے ۱۲۲ پر نکاح کی تصدیق کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کے منکر خواہ مخواہ توجہات باطلہ سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کرتے رہتے ہیں۔

۶ - قاضی نور اللہ شوستری - اگر نبی دختر عثمان داد - علی دختر بہ عمر فرستاد لکھ کر شیعوں کی لٹیا ہی ڈبودی - اس کے بعد شوستری نے دو اور متفا پر بھی اقرار کیا ہے۔ اور مصائب النواصب میں اس کا اقرار کیا ہے

۷ - سیف الدنم مصنفہ محمد علی یہ کتاب پہلی بار ۱۲۶۷ء میں مطبع اثنا عشریہ لکھنؤ میں طبع ہوئی۔ اس میں مصنف نے "اول فرج غضبت منا پہلی فرج جو ہم سے چھینی گئی پر ۸ صفحات کا ایک طویل مضمون لکھا ہے۔

۸ - شرح شرائع جس کے مصنف ابوالفاسم قمی ہیں نے بھی زوج علی بنت ام کلثوم من عمر لکھ کر اس نکاح کا اعتراف کیا ہے۔

۹ - کتاب شہادت مصنفہ محمد حسین موسوی ۳۹۸

ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالہ -

مگر ان کا کیا علاج جن کے متعلق کہا گیا ہے۔

اذا حدث کذب اذا خاصم فحس -

صحابہ کرامؓ کو تکالیاں

جناب فاطمہؓ نے وصیت کی کہ وہ دو

مرد اعرابی جو ہرگز خدا اور

رسول پر ایمان نہ لائے تھے۔ ان پر نماز نہ پڑھنے پائیں۔ ص ۲۳۰

* جناب رسول خدا کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا ادھر دیکھو۔ جب

میں نے ادھر دیکھا۔ دو آدمیوں کو زنجیروں میں جکڑا ہوا پایا۔ ان کے سروں

کو پتھروں سے کچلتے تھے۔ اس کے دوسرے روز جناب امیر کے سر پر ضرب لگی

اور معلوم ہوا کہ وہ دو اول اور دوم تھے۔ ص ۲۴۹

* یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا برا اور علی ابن ابی طالب بعد آپ کے مقہور

مظلوم ہوگا۔ اور اس امت کے منافق اس پر غالب ہوں گے۔ اور اس

سے غضب مخالفت کریں گے۔ ص ۲۸۹

* بعد ان کے تیسرا اور چوتھا ہوگا۔ (کوثر بھریلوی حاشیہ پر معاویہ اور

یزید کو تیسرا اور چوتھا لکھتا ہے۔ اور اسی سانس میں تیسرا عثمان کو کہتا ہے)

منہ ان کا میاں ہو وہ بہت مال جمع کریں گے۔ اور لوگوں کو جہنم کی طرف کھینچیں گے

ص ۱۰۳

اس بکو اس میں ملا باقر منفرد نہیں بلکہ بہت سے اور بھی اس کے

ساتھی ہیں۔ شیعہ علماء رنجش نے الزہرا نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں

یہ زہراؓ اور دلفگار فقرہ لکھا ہوا ہے۔ کان عمر متبلی بداء لا یشفیہ

منہ الاساء۔ الرجال۔ یعنی معاذ اللہ ثم معاذ اللہ عمر ایسی مرض میں مبتلا

تھے۔ جس سے ان کو لواطت کے بغیر راحت نہیں ہوتی تھی۔ (بحوالہ شیعہ سنی

اتحاد کیلئے مخلصانہ اپیل از ابو یزید بٹ ص ۲۴)

تفسیر عیاشی اور تفسیر قمی میں ہے کہ الفحشاء سے مراد ہیں جناب اول اور
المکر سے مراد ہیں حضرت ثانی اور البقی سے مراد ہیں مسٹر ثالث -

(مقبول قرآن امامیہ ۵۵۱ ، ۲۶)

جعفریہ البیروسی ایشن کی مصباح الہدایت جلد دوم ص ۸۶ پر شیخین رضوان اللہ
علیہم اجمعین کے متعلق صاف لکھا ہے کہ وہ غیر مسلم ، منافق ، غدار ، خائن
آثم اور کاذب ہیں - (ایضاً ص ۲۹)

قرآن میں جہاں جہاں قال الشیطان آیا ہے اس سے مراد وہی ثانی ،
(عمر) ہیں - (مقبول قرآن امامیہ ص ۵۱۲)

کسی کا قول ہے کہ اگر شیعوں سے پوچھا جائے کہ عیسٰی کے ساتھ تھی کیسے
تھے کہیں گے بہت اچھے - موسیٰ کے ساتھ تھی کیسے تھے - جواب دیں گے بہت
اچھے اور محمد کے ساتھ تھی کیسے تھے جواب دیں گے بہت بُرے - ان احمقوں
کو اتنا خیال بھی نہیں آتا کہ ہم سب صحابہ کو اپنا درد زبان بنا کر کونسی دین کی
خدمت کر رہے ہیں - انہیں آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا - کہ محوس اور
یہود کے گٹھ جوڑنے اسلام کی مخالفت کے لئے جس کام کی بنیاد رکھی تھی آج
ہم پورے طور پر ان کے اس تیار کردہ منصوبے پر عمل کر رہے ہیں - اور
اگر یہ بھی کہادوں تو بے جا نہیں - کہ یہ لوگ مزعومہ اہلبیت کی محبت کے
مدعی برائے نام ہیں - حقیقت میں یہ صرف وہی لوگ ہیں - اگر یہ حقیقتاً مزعومہ
اہل بیت کے ہمدرد اور نام یواختے تو انہوں نے علی کو کیوں ستایا - حسن کو
کیوں رلایا - حسین کو کیوں شہید کیا - اور ان کے بعد جو سادہ لوح علوی
ان کے قابو میں آیا اُسے - سبز باغ دکھا کر آگے کیا - جب وہ قتل ہو گیا
یا گرفتار ہو کر تو یہ تائب کر کے پھانسی دیا تو یہ وہی وہاں سے ایسے گم ہوئے جیسے

زمین ان کو نگل گئی ہے۔ اور لوگوں کو دوبارہ ان کا علم اس وقت ہوا جب انہوں نے کسی دوسرے علوی کو گھیر کر موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ انہیں اولاد علیؑ سے پیر کا، جتنی محبت نہ تھی اور نہ ہے۔ ان کا مقصد تھا دین میں تشنت و افتراق پھیلانا، خانہ جنگیاں کراڈ۔ اور دور کھڑے ہو کر تماشا دیکھو۔ اور جہاں انہیں کسی قسم کی طاقت مل گئی تو حسین طباطبائی ابن علقمی نصیر الدین طوسی کی شکل میں وقت کے سب سے بڑے اسلام دشمن شیطان کو چڑھا کر لائے۔ اور شہروں کے شہر ملکوں کے ملک آبادیوں کی آبادیاں تباہ کرا کے رکھ دیں۔

یہ صحابہ کرام کو برا کہنے والے اور لعنت بر ابو بکرؓ بر عمرؓ بر عمرؓ بر عمرؓ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) کے وظائف کا ورد کرنے والے کیا اپنے آئیمہ کے ان اقوال کو اپنی کتب میں نہیں دیکھتے۔ جن میں ان عظیم الشان اور جلیل القدر ہستیوں کا ذکر نہایت ادب و احترام سے لیا گیا ہے۔ ان اللہ کے باغیوں کو اتنی سمجھ بھی نہیں کہ اگر ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور معاویہؓ اور ولیدؓ نہ ہوتے تو تم آج کسی چوڑے، اچھار، ساہنسی، بھید کٹ یا کسی اچھوت کی شکل میں گلیوں میں بھیک مانگتے یا جھاڑ دیتے یا مردار کھاتے نظر آتے۔ یہ ابو بکرؓ، عمرؓ کے جو توں کا صدقہ ہے جنہوں نے تمہارے ابا کو اسلام سکھایا اور آج تم مسلمان شمار ہو رہے ہو۔ علیؓ بے چارے تو اپنے مختصر سی نام نہاد خلافت کے دور میں فتوحات تو کجا الٹا ایک لاکھ فرندان توحید کو خاک و خون میں تڑپانے کا موجب بنے۔ دے الحیا۔ دافعل ماضیت

صدیق اکبرؓ

جبرائیل ہجرت کے وقت وحی الہی لیکر آئے اور کہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے۔ کہ ابو بکرؓ کو ساتھ لے جائیے وہ اگر آپ سے مانوس ہو جائیں اور آپ کی مدد کریں اور آپ کی موافقت کریں اور جو کچھ آپ سے معاملہ اور عہد کریں۔ اور اس پر قائم رہیں تو وہ جنت میں آپ کے رفیقوں میں سے ہوں گے۔ اور جنت کے بالا خانوں میں آپ کے رفیقوں میں سے ہوں گے۔ (ترجمہ تفسیر امام حسن عسکری

مطبوعہ ایران ص ۱۶۴)

زمانہ نے دیکھ لیا کہ صدیق نے زندگی میں کتنی بار اپنا تمام مال حضورؐ کی خدمت میں حاضر کیا۔ بیٹی نکاح میں دی اور اسلام لانے کے بعد ایک لمحہ بھی آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوئے۔ پھر یہ بھی زمانہ نے دیکھ لیا کہ زندگی بھر رفیق کو نبی نے مرنے کے بعد اپنے پہلو میں جگہ دی ہو اور آج وہ صدیق بے شک نبیؐ کے ہمراہ جنت کے بالا خانوں میں ہے۔ آج اس بھری دنیا میں کوئی ایک شیعہ صدیق اکبرؓ کے متعلق کوئی ایک واقعہ ہی پیش کر کے دکھائے۔ کہ صدیق اکبرؓ نے خلافتِ توقع فلاں موقع پر آپ کے کسی حکم پر شک تک بھی کیا ہو۔

اس تفسیر میں چند سطور بعد لکھا ہے۔ رسول خدا نے ابو بکرؓ سے فرمایا کہ

اے صدیق اکبرؓ کے متعلق میں اپنی تالیف حقیقت مذہب شیعہ میں شیعہ کتب سے بیسیوں حوالہ جات کے تحت ثابت کر چکا ہوں کہ نبی علیہ السلام کے بعد امت میں صدیق اکبر کا مقام سب سے بلند تھا۔ نیز دیکھئے میری تالیف مقام صحابہؓ۔

تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اے ابو بکر تم میرے ساتھ رہو (آپ نے اس وقت صدیق اکبر کو یہ ارشاد فرمایا جب صدیق اکبر نے ہجرت کے لئے اجازت طلب کی) اور جس طرح میرا تعاقب کیا جائے۔ اور لوگوں میں یہ چرچا ہو کہ مجھے دعویٰ نبوت پر آمادہ کرتے ہو (ان لفظوں کی گہرائی میں اتر کر دیکھیے کہ صدیق اکبر کا مقام نبی اکرمؐ کی نظروں میں کتنا بلند ہے) اہسا میری وجہ سے تم پر طرح طرح کی تکالیف پیش آئیں۔ ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہ اگر میں اختتام دنیا تک زندہ رہوں اور ساری عمر مجھے تکلیف دی جائے نہ مجھے موت آئے۔ جو اس مصیبت سے نجات دے۔ اور نہ کسی قسم کی کٹانٹش جو اس سے رہائی دے۔ اور یہ سب کچھ آپ کی محبت میں ہو تو مجھے زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں دنیا میں خوشحال رہوں اور دنیا کی تمام سلطنتوں کا مالک بن جاؤں۔ آپ کی مخالفت میں۔ اور میں اور میرا مال اور میری اولاد آپ پر قدا ہیں۔ تو رسول خداؐ نے فرمایا۔ یقیناً اللہ تمہارے قلب پر مطلع ہے۔ اور اس نے تمہارے قلب کو تمہاری زبان کے موافق پایا ہے۔ اس لئے اللہ نے تم کو میرے ساتھ وہ تعلق دیا ہے جو کان اور آنکھ اور سر کو جسم کے ساتھ ہوتا ہے اور جو تعلق کہ روح کو بدن سے ہوگا (ایضاً) امام حسن عسکری کے اس ارشاد کے بعد جو شخص صدیق اکبرؓ کو برا کہتا ہے۔ وہ کوئی مجلسی ہو یا شوستری ابن ابی الحدید ہو یا نجم الہدیٰ سراسر زندقہ، کافر، کذاب اور مرتد ہے۔

اپنے امام کے حکم کے علی الرغم فتویٰ دینے والا بنی کے خلاف کہنے والا اس سے بھی بڑھ کر بدتر اور پلید نہیں تو اور کیا ہے۔

حملہ حیدری کے چند اشعار بھی سن لیجئے ۔

چین گفت راوی کہ سالار دیں	چوں سالم بحفظ جہاں آفریں
نہ نزدیک آن قوم پر مکر رفت	بسوئے سمرائے ابو بکر رفت
پیئے ہجرت او نیزے آمادہ بود	کہ سابق رسولش خبر داد بود
بنی بردرخانہ رش چوں رسید	بگوشش صدائے سفور کشید
چوں بو بکر ز اں حال آگاہ شد	ز خانہ بردوں رفت و ہمراہ شد
چوں رفتند چندے بہ اماں وشت	قدوم فلک سائے مجروح گشت
ابو بکر آنگاہ بدوشش گرفت	وے ایں حدیث است جائگشت
کہ در کس چنایاں قوت آید پدید	کہ بار نبوت تورند کشید

گرفتند در جوف آن غار جبار	وے پیش بو بکر بنہاد پا
بہر جا کہ سوراخ یار خنہ دید	قبارا بدید و آن رخنہ چید
بدیں گوئے تا شد تمام آرم قبا	یکے رخنہ نگرفتہ ماند از قضا
بر آن رخنہ گویند آن یار غار	کہت پائے خود رائے غود استوا

۱۔ - پوستی صاحب نے جلال العیون میں لفظ "یار" پر دو صفحے صرف کئے ہیں جن کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے کہ جاہل مسلمانوں کا یہ کلمہ جاہلیت ہے ۔ اس لفظ یار میں سمرائے توہین رسالت اور بہتک صحابہ کرام ہے ۔ (صحابہ کرام کی بہتک کا لفظ نامعلوم پوستی صاحب کی قلم سے کیسے لگ گیا) یار کے معنی ہیں ساتھی مددگار حمایتی آشنا ، معشوق ، محبوب ، ولیر جانی ناجائز تعلق رکھنے والا عیار دوست چالاک آنکھ لگانا آشنا فی کمرنا ۔ اب ظاہر (باقی اگلے صفحہ پر)

نیامد خنیس کا اے از غیر او بد نیساں چوں ہر درخت از رخت و در
در آمد رسول خدا ہم لبخار نشستند بجا بہم ہر دو یار !
شد پور بوجہ ہنگام شام ! رساندے در آں غار آب و طعام
نمودے ہم از حال اصحاب شہر حبیب خدائے جہاں را خبہر

اس کا مخقر سامطلب یہہ ہے کہ نبی علیہ السلام حضرت ابوبکر صدیق
کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر بھی ہجرت کے لئے آمادہ تھے
چونکہ نبی علیہ السلام نے پہلے ہی اطلاع دیدی تھی۔ نبی علیہ السلام
نے حضرت ابوبکرؓ کے گھر پہنچ کر ہجرت کا مشرودہ سنایا۔ آپ گھر سے نکل
کر نبی علیہ السلام کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ جب کچھ فاصلہ طے کیا۔ تو
نبی علیہ السلام کے پائے مبارک زخمی ہو گئے۔ اس وقت حضرت
ابوبکرؓ نے آنحضرتؐ کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ یہاں حملہ حیدریہ

ہے کہ اپنے سے بزرگ کے لئے یہ الفاظ استعمال نہیں کر سکتے۔ ۳۳ - ۳۴
میاں پوستی صاحب آپ سے پہلے مصنف جملہ حیدریہ کو یہ خیال کیوں
نہیں آیا، پوستی صاحب ! اس کے لئے مصنف جملہ حیدریہ کی طرف رجوع
کیجئے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب کی تصانیف ایک مبھان متی کا پٹارہ
ہیں۔ ایک کچھ الایٹا ہے۔ دوسرا کچھ کہتا ہے اور سب ایک دوسرے
کی لاپ سے بے خبر ہیں۔

کا مصنف کہتا ہے۔ کہ یہ بڑی حیرانی کی بات ہے۔ کہ ابو بکرؓ نے آخر
بار نبوت کس طرح اٹھا لیا۔ ۲۔

حب غار کے دہانے پر پہنچے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے
غار میں داخل ہوئے۔ اپنی قبا پھاڑ کر تمام سوراخ بند کیے۔ پھر بنی علیہ السلام
اندر تشریف فرما ہو گئے۔ قضا را دو سوراخ باقی رہ گئے۔ ان میں صدیق اکبر
نے اپنے پاؤں دیدیئے۔ ایسا کام اور کسی سے نہیں ہو سکتا تھا۔ جو صدیق
اکبر نے کر دکھایا۔ صدیق اکبر کا لڑکا شام کو کھانا لاتا اور شہر کے حالات
سے بھی حبیب خدا کو آگاہ کرتا۔

شیعوں کی کتب سے عدالت صحابہ کرام کے متعلق سینکڑوں حوالے
پیش کئے جاسکتے ہیں۔ مگر اس موقع پر خوف طوالت اختصار سے ہی کام لینا

۲۔ شیعہ کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز بنی علیہ السلام نے
حضرت علیؓ کے کندھوں پر سوار ہو کر کعبہ کی دیواروں سے تصاویر
مٹائیں اور بت گرائے تھے اور سوائے علیؓ کے کوئی بار نبوت
نہیں اٹھا سکتا تھا۔ یہاں حملہ حیدریہ کا مصنف ان کے منہ پر اس
زناٹے کا تھپڑ مار رہا ہے کہ اگر ان میں ذرہ بھر بھی ایمان اور غیرت
ہو تو ڈوب مرے۔ صدیق اکبرؓ تین میل کا فاصلہ حضورؐ کو اٹھا کر
لیگے پھر یہ واقعہ بھی غلط ہے کہ فتح مکہ کے وقت بنی کے ربیب اور بت گرائے والے
علیؓ تھے حقیقت میں وہ علی سیدنا ابوالعاص بن ربیع کے بیٹے تھے نام کی مشابہت
نے شیعوں کے ٹاٹھ میں ایک حربہ تھا دیا اور وہ ہر جگہ یہی لاپتے پھر رہے ہیں کہ علیؓ
بنی نبی کا بوجھ کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ دیکھو حاشیہ قصیدۃ الصداقت العظمیٰ صفحہ ۲۲

پڑا ہے۔ اگر اس گمروہ کے کسی فرد کے دل میں انصاف کی ایک رمق بھی باقی ہوتی تو یہ لوگ اپنی کتب میں مندرج اپنے آئمہ کے اقوال کے علے الرغم یوں، ہرزہ سرائی اور بے ہودہ گوئی کو نہ اپناتے۔

آئیے! آپ کو ذرا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دربار میں لے چلتا ہوں کہ آپ صحابہ کرام کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ یہ ہے مجموعہ آپ کے خطبات و ارشادات اور اقوال و نصائح کا۔ اس کا نام ہنج البلاغہ ہے۔ آپ لوگ بلا خوف و بلا اختلاف اس کتاب کو سیدنا علی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس کے مرتب کوئی شریف الرضی ہیں۔ اور اس وقت اس کی بیسیوں شرحیں متداول ہیں۔

لیجئے! ایک خطبہ کا اقتباس سنئے! اور یہ خطبہ آپ نے اس وقت فرمایا جب آپ کے شیعوں نے آپ کا ناطقہ بند کر دیا۔ ان کی نافرمانیوں نے آپ کو بہت تنگ کیا۔ ان کے افعال و کردار سے آپ بیزار ہو گئے۔ آپ فرماتے ہیں۔

وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں اسلام کی دعوت دی گئی تو فوراً قبول کیا قرآن پڑھا تو اسے خوب اپنایا۔ جب قتال کی انہیں ترغیب دی گئی تو تلواریں اپنے میانوں سے سونت کر ایسے شوق سے میدان جنگ میں آگئے جیسے دودھ دینے والی مادہ شتر اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے آتی ہے۔ وہ جتھا جتھا ہو کر زمین میں پھیل گئے۔ اور جنگ کے لئے قطار در قطار ہو گئے۔ کچھ شہید ہو گئے۔ اور کچھ غازی بن کر واپس لوٹے۔ گریزاری کی کثرت کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید تھیں۔ مسلسل روزے رکھنے کی وجہ سے ان کے پیٹ لاغر تھے۔ کثرت دعا کی وجہ سے ان کے ہونٹ

خشک تھے۔ شب بیدار ہی کی وجہ سے ان کے چہرے زرد تھے۔ ان کے چہروں پر خشوع و خضوع کرنے والوں کی اداسی تھی۔ یہ میرے وہ بھائی ہیں جو گزر چکے ہیں۔ اب ہمارے ذمے واجب ہے کہ ان کے لئے پیار و محبت کا اظہار کریں۔ اور ان کے فراق پر آنسوؤں کے ماتھے کاٹیں۔

(ترجمہ نہج البلاغہ جزو اول صفحہ ۲۳۴)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے صرف ایک ارشاد کے بعد ہی معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور آپ کے اس بین ارشاد کے بعد آپ کی مخالفت کی راہ چلنے والا ایک مزاج انسان کی نظروں میں پرلے درجے کا زندقہ، فاسق اور فاجر ہے۔ آپ صحابہ کرام کو بلا استثنا اپنے بھائی کہنے کے بعد کہتے ہیں۔ ان کی محبت ہم پر واجب ہے۔ اور یہ دو دو ٹوکے کے پوستی اپنے امام اول کے ارشاد کے بالکل خلاف صحابہ کرام کی فطرت پر ہر وہ بُرا لفظ چسپاں کرنے سے نہیں ڈرتے جو انہیں کسی لغت کی کتاب میں مل گیا۔ آگے چلیے۔

میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا۔ میں تم میں سے کسی کو بھی ان جیسا نہیں پاتا۔ وہ صبح کو دھول میں اٹے ہوتے تھے۔ راتوں کو سجدوں اور قیام کی حالت میں گزارتے تھے۔ (کیا بہترین تفسیر فرمائی ہے سیدنا علیؑ نے ان آیات کی۔

وَالَّذِينَ مَعَهُ رَشْدًا وَعَلَىٰ الْقَفَا هُمْ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجْدًا
يَتَنَفَّوْنَ فُضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّن
أَنشَاءِ السَّجْدِ - گویا صحابہ کرام کو آپ ان آیات کا مصداق سمجھ کر
یہ فرما رہے ہیں۔ وہ کبھی اپنی پیشانیاں زمین پر رکھتے تھے کبھی رخسارے

وہ اپنی آخرت یاد کرتے تو معلوم ہوتا کہ انگاروں پر کھڑے ہیں۔ ان کی آنکھوں کے درمیان لمبے سجدوں کی وجہ سے مینڈھے کے گھٹنوں جیسے گٹھے ہوتے تھے جب اللہ کا ذکر ہوتا تو ان کی آنکھیں آنسو برسائیں۔ یہاں تک کہ مگر بیان تر ہو جاتے۔ اور عذاب کے خوف سے اور ثواب کی امید سے ایسے لرزتے اور کپکپاتے جیسے تیر اندھی میں درخت کی حالت ہوتی ہے

(ترجمہ جزا صفحہ ۷۳) ہنج البلاغہ عربی ج ۱ صفحہ ۱۹۰

سُبْحَانَ اللَّهِ سیدنا علیؑ نے جن الفاظ میں صحابہ کرام رضوان اللہ کی تعریف فرمائی یہ آپ کا ہی کام تھا۔ آج تک آپ جیسے الفاظ میں صحابہ کرام کی مدح کوئی نہ کر سکا۔ اور آپ ایسا کیوں نہ کرتے جبکہ آپ نے دس سال کی عمر سے لے کر لگاتار پانچ عشرے ان کے ساتھ گزاریے۔ تیس سال نبی اکرمؐ کی موجودگی میں اڑھائی سال صدیق اکبرؓ کی خلافت میں بارہ سال فاروق اعظمؓ کی خلافت میں دس سال سیدنا ذوالنورینؓ کی خلافت میں۔

ایک وقت وہ تھا کہ ابوطالب بھوکوں مر رہا تھا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا کی ادلا دکی بھوک کو برداشت نہ کر کے انہیں اپنے گھر لائے۔ پرورش کی، بیٹی دی، اور وفات کے بعد صدیق اکبرؓ نے ہر اہم مقام پر آپ سے مشورہ طلب کر کے آپ کی عزت افزائی کی۔ اور فاروق اعظمؓ کی ذات سے تو آپ ایسے متاثر ہوئے کہ اپنی بیٹی ان کے عقد میں دیدی۔ حضرت ذوالنورینؓ سے آپ کا دوہرا تعلق تھا۔ مگر اب انہیں خلافت کا موقع ملا۔ تو وہ گذشتہ عیش بے فکر ہی آرام اور امن کے دن یاد آنے لگے۔ کاش کہ آپ حضرت ذوالنورینؓ کے

قاتلوں کی سرپرستی سے دست کش ہونے کی جرأت کر کے ان کے حصار سے نکلنے کی ہمت کرتے۔ تو اس قدر پریشانی میں باقی زندگی نہ گزرتی اور آپ گزشتہ زندگی کے آرام کو یاد کر کے یوں متاسف نہ ہوتے۔ یہاں وہ لوگ ہیں جن کے فکر و دماغ میں اللہ تعالیٰ نے ان سے مناجات کی ہے۔ اور ان کی عقلوں میں ان سے کلام کیا ہے۔ پس ان کے دل، آنکھیں اور کان نور بیداری اور ہدایت سے منور ہو گئے۔ وہ گزشتہ ایام میں اللہ کی اپنے اوپر کی ہوئی نعمتوں کو یاد کرتے ہیں۔ اس کے مقام جلالت سے خوف کھاتے ہیں۔ وہ گویا بیابان جنگلوں میں ہدایت کے نصب شدہ نشانات ہیں۔ جو میانہ روی کرے اس کا طریقہ پسند کرتے ہیں اور اسے نجات کی بشارت دیتے ہیں۔ اور جو شخص داییں یا میں چلتا ہے اس کے راستہ کی مذمت کرتے ہیں۔ اور ہلاکت سے ڈرتے ہیں۔ اسی طرح وہ ظلمات کے لئے چراغ ہیں۔ اور شبہات کو فوج کرنے والے دلائل تھے۔ وہ ذکر اللہ والے تھے۔ کہ دنیا کے بدلے اسے لے لیا۔ پس کوئی تجارت اور خرید و فروخت انہیں اس سے غافل نہ کر سکیں۔ وہ زندگی کے دن اسی میں کاٹتے تھے۔ اور غافلوں کے کانوں میں اللہ تعالیٰ کی محرمات سے ڈانٹ اور توبیخ سناتے تھے۔ انصاف کا حکم کرتے اور خود بھی اس پر کار بند تھے۔ برائی سے روکتے تھے۔ گویا انہوں نے دنیا کو آخرت کی طرف پھینک دیا تھا۔ کہ دنیا میں رہتے ہوئے اس کے بعد کی چیزوں کا مشاہدہ کیا۔ اور وہ اہل برزخ کی اس طویل اقامت کی پوشیدہ چیزوں پر مطلع ہو گئے تھے۔ اور قیامت کا منظر ان کے سامنے تھا۔ اور اس کا پردہ دنیا کے سامنے لایا۔ میں نے ان کو ہدایت کے واضح

جھنڈے اور پدایت کے لئے روشن چراغ پایا۔ رحمت کے فرشتے ان کو گھیرے رہتے تھے۔ ان پر سکینہ و رحمت نازل ہوتی تھی۔ اور ان کے لئے آسمان کے دروازے کھلتے تھے۔ بہت عالیشان رہائش گاہیں ان کے لئے تیار کی گئیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مقام اور مرتبہ پر مطلع تھا ان کی نیکیوں اور قربانیوں کو قبول کر لیا۔ اور ان کے مقام عالی کی تعریف کی

(ہنج البلاغہ جز دوم ۳۳۷)

فرمائیے میاں پوستی صاحب اینڈ کمپنی کیا خیال ہے آپ کا سیدنا علیؑ کے اس ارشاد کے معاملہ میں۔ ملا باقر غریب نے اگر کہیں جلال العیون میں کوئی اس قسم کا فقرہ لکھ دیا جس سے صحابہ کرامؓ کی کسی صفت کا کوئی پہلو نمایاں ہوتا تھا۔ تو آپ نے فوراً حاشیہ میں یہ جڑ دیا کہ ایسی روایات فریق مخالف سے ملا صاحب نے نقل کی ہیں۔ اب سیدنا علیؑ کو آپ کیا کہتے ہیں۔ کہیے اور کھل کر کہیے۔ جھینپے نہیں۔ اس میں شرمندگی کی کوئی بات نہیں۔ سیدنا علیؑ کو آپ نے محض اپنی مطلب برائے کے لئے ایک آڑ کے طور پر استعمال کرنے کے لئے یہ سب کھڑا کر تیار کیا ہے۔ ورنہ علیؑ واقعی آپ کے فریق مخالف ہیں۔ اسی لئے آپ نے ان کی خلافت کے دور کو ان کے لئے کانٹوں کی سیج بنائے رکھا۔ ان کے ایک بیٹے کو ذلیل کیا۔ اس کے نیچے سے جائے نماز کھینچ لی۔ ان میں نیزہ مارا۔ کندھے سے چادر اتار لی۔ اور مذل المؤمنین جیسے سوقیانہ لفظ سے مخاطب کیا۔ آپ کے دوسرے بیٹے کو حکم دھوکے اور فریب سے خط لکھ کر کوفہ بلایا۔ جب وہ غریب پہنچا تو ایسے آنکھیں چرا لیں جیسے کبھی دیکھا ہی نہیں تھا۔ اور جب وہ غریب الوطن تنہا رہی بے حیائی

اور خباثت سے مطلع ہو کر عازم دمشق ہوا تو تم نے اسے شہید کر دیا۔ اور دنیا کی طرف سے لعنت کے ڈنگورے برسنے لگے تو تو ابن بن کر نمودار ہو گئے۔

۷۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات ہی سب ملاقاتوں سے بڑھ کر محبوب تھی وہ اپنی آخرت کا ذکر کر کے ایسی بے چینی سے تڑپتے تھے۔ گویا آگ کے انگارے پر تڑپ رہے ہیں۔ میرے وہ بھائی جنہوں نے قرآن پڑھا تو اس پر خوب عمل کیا۔ احکام شریعہ میں غور کیا۔ اور بحالائے سنت نبوی کو زندہ کیا اور بدعات کو ختم کیا۔ جب جہاد کی طرف بلائے گئے تو اپنی جانوں کو قربان کیا زندہ ہونے کی صورت میں اپنے قاید پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی پوری اتباع کی۔

(ترجمہ منہج البلاغہ جز ۲ صفحہ ۱۳۱)

۸۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تانا آنکہ ان کو منزل مقصود پر پہنچا دیا اور نجات کے مقام تک لا
چھوڑا۔ ان کی بلا ٹھی سیدھی ہو گئی۔ اور ان کی ایمانی چٹان اپنی جگہ ٹک گئی۔

۱۔ اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو کتاب قاتلان حسین مصنفہ مولانا حافظ حکیم
عبدالشکور صاحب مرزا پوری اور مولف موصوف کی دوسری کتاب دشمنان
حسین۔ ان ہر دو کتب کا جواب جنہیں طبع ہوئے آج تقریباً نصف صدی
سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ آج تک کسی شیعہ سے بن نہیں پڑا۔ اور انشاء اللہ
تا قیامت ان کا جواب قرض رہے گا۔

بجدا میں بھی اس قافلہ کے آخر میں تھا۔

(منہج البلاغہ جز ۱ صفحہ ۷۷)

میاں پوستی صاحب آیا کچھ خیال شریف میں۔ سیدنا علیؑ اپنے آپ کو اس قافلہ کا آخری فرد کہہ رہے ہیں۔ جو نبی علیہ السلام نے تیار کیا اور سیدنا علیؑ سے پہلے گزر گیا۔ مگر آج آپؑ نامعلوم کس بنیک میں آکر اپنے اٹے سیدھے دیا کھانوں سے لوگوں کو گمراہی کیطرت بلا رہے ہیں۔ اور جب کوئی آپؑ کے ساتھیوں میں سے آپؑ کی کتابوں سے کوئی حقیقت پیش کرے۔ اور آپؑ سے اس کا کوئی جواب نہ بن پڑے تو بغلیں جھانک کر یہ کہنے میں ہی عافیت سمجھیں کہ فلاں خبیث کی کتابیں نہ پڑھو۔

سیدنا علیؑ کے اس اشارے سے واضح ہوتا ہے۔ کہ نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد صحابہ کرام میں سے کوئی مرتد ہوا نہ منافق۔ کیونکہ منزل مقصود پر پہنچنے والا ضلالت اور گمراہی کا شکار نہیں ہو سکتا۔ ماکان اور مایکون کے مرعومہ عالم اور امامِ اولؑ جبکہ ان کے رب السموات والارض کے ان کلمات کا منکر ہے۔

۹۔ ہم گروہ صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں اپنے ابا، بیٹوں، بھائیوں اور چچوں کو بھی قتل کر ڈالتے تھے۔ اور اس سے ہمارے ایمان و یقین اور راہِ راست پر گامزنی میں اضافہ ہی ہوتا تھا۔ تکالیفِ شافہ پر صبر اور دشمنوں سے جنگ پر شوق بڑھتا تھا۔

(منہج البلاغہ جز ۱ صفحہ ۱۰۰)

۱۰۔ میں اٹھا اور ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔۔۔۔۔ ابو بکرؓ کی حکومت ٹھیک اور روش سیدھی رہی اور میں ان کی مجاہدانہ اطاعت کرتا رہا۔

(منہج البلاغہ صفحہ ۸۸۱)

۱۱۔ غمدۃ البیان میں سید علی شیبی واذا اسرا بنی الی بعض اذا وجد الخ کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ اس کے شان نزول میں لکھا ہے کہ کہتے ہیں کہ رسول خدا نے ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کر دیا۔ اور حفصہؓ کو اس راز کے پوشیدہ رکھنے کی بہت تاکید کی اور فرمایا۔ ایک راز میرا اور ہے۔ کہ تیرے رو برو اسے بیان کرتا ہوں اس کو بھی کسی سے بیان نہ کرنا اور اس کے پوشیدہ رکھنے میں خیانت نہ کرنا۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ میرے بعد، ابو بکر اور عمر باپ تیرا مالک اس امت کے ہوں گے۔ اور بادشاہی کریں گے اور بعد اس کے عثمان حکومت کرے گا۔ حفصہ یہ بات سن کر خوشی سے پھولا نہ سمائی اور یہ دونوں راز حضرت کے عائشہ سے جا کر کہہ دیئے۔

(تفسیر غمدۃ البیان جلد ۳ صفحہ ۲۲۱)

کہاں گئیں حدیث قرطاس پر آپ کی لن ترانیاں

۱۲۔ سیدنا علی کا ارشاد۔ من فخلق علی ابی بکر جلد متہ حد المفتری (افادات دعیون) جس نے مجھے ابو بکر پر فضیلت دی میں اس کو مفتری کی حد و ماروں گا۔

۱۳۔ واسطی اللہ کے ہیں بلاؤ ابو بکر کے البتہ اس نے کجیوں کو راست کیا بیماریوں کا علاج کیا۔ اقام السنۃ و خلفہ ابلاغتہ و زہب نقی الشراب قلیل العصیب اصحاب خیر لہ۔ اس نے سنت کو قائم کیا۔ بدعت کو دور کیا۔ پاکدامن ہو کر رخصت ہوا۔ عیب کم اور نیکیاں زیادہ تھیں۔

(منہج البلاغہ)

بہج البلاغہ کے اقتباسات کے بعد کسی امام کی مزید گواہی کی ضرورت نہ تھی۔ اور یہ بھی خوب معلوم ہے کہ اس موضوع پر جس قدر ثبوت ان شیعان علی کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ یہ ہرگز ہرگز تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہوں گے۔ مگر حضرت علی (زین العابدین) کے ان کلمات کا اعادہ کئے بغیر آگے بڑھنے کو جی نہیں چاہتا یہ ہے صحیفہ کاملہ جو آپ کی دعوت کا مجموعہ ہے۔ حضرت مخدوم صحابہ کرام پر درود بھیجتے ہوئے کہتے ہیں۔

۱۲۔ اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر بھی رحمت نازل فرما۔ جنہوں نے بہت اچھی طرح حضور کی صحبت کی، جو مصیبتوں میں مبتلا کئے گئے۔ اور آپ کی نصرت میں مشکلات برداشت کیں۔ اور کما حقہ آپ کی حفاظت کی۔ آپ کی جماعت قوی تر بنانے میں مہیاگ درڑ کی۔ آپ کی دعوت قبول کرنے پر ایک دوسرے سے سیقت کی۔ اور ایسے مقام پر دعوت کو قبول کیا کہ آپ نے اپنی رسالت کی واضح دلیل ان کو سنائی۔ کلمہ حق کے اظہار کے لئے اپنی بیویوں اور اولاد کو چھوڑ دیا۔ اپنے ابا اور اولاد سے جنگ کی۔ تاکہ آپ کی نبوت ثابت قدم رہے۔ نیز یہ لوگ آپ کی محبت میں سرشار تھے۔ اور آپ کی دوستی میں ایسی تجارت کی امید رکھتے تھے جس میں کوئی خسارہ نہیں۔ اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ (دین کی نصرت کیلئے) رگوں میں سریش کی مانند چپٹ گئے۔ تو قوم قبیلوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ اور سب رشتے ناٹے ختم ہو گئے۔ جب آپ کی رشتہ داری کے سائے میں انہوں نے سکونت اختیار کی۔ اے اللہ تیری رضا اور تیرے بغض میں انہوں نے جو چھوڑا اس کے طفیل انہیں نہ بھلانا اور اپنی رضانندی سے انہیں راضی رکھنا اور اس وجہ سے بھی ان سے راضی رہنا کہ انہوں نے مخلوق کو تیرے ذین پر جمع کیا ہے۔

وہ تفسیری طرف اور تفسیرے دین کے لئے مخلوق کو دعوت دینے والے تھے۔
 اے اللہ تیری رضا کے لئے ان کے اپنی قوم کو چھوڑ دینے کی تو قدر دانی فرما۔ اور
 اور کثرت رزق سے نکل کر تنگی کی طرف آجانے پر تو ان کو اجر خیر عطا فرما۔
 مجھے از حد افسوس ہے کہ میں اس موضوع پر ان کے دیگر مزمومہ
 آئمہ کے اقوال پیش نہیں کر سکا۔ ورنہ یہی کتابچہ ایک صحیفہ کتاب کی شکل
 اختیار کر جاتا۔ صرف پوستی صاحب کی خدمت میں یہ عرض کر کے ان سطور
 کو ختم کرتا ہوں۔ کہ حضرت جی پینک سے نکلے۔ ٹھنڈے پانی سے سرد ہوئے
 آنکھیں ملیے اور خبردار ہو کر دوبارہ جلال العیون کے حاشیہ پر اپنی خامہ
 فرسائی پر نظر ڈالئے۔

توجہ مے سرائی و آئمہ توجہ مے فرمایند۔

۱۵۔ امام حسنؑ روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 فرمایا کہ ابوبکرؓ بمنزلہ میرے سمیع کے ہیں۔ اور عمرؓ بمنزلہ بصر کے اور عثمانؓ
 بمنزلہ دل کے ہیں۔

در معانی الاخبار مصنف شیخ ابن بابویہ قمی بر روایت امام موسیٰ رضا (ع)
 ۱۶۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا، ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں امام ہیں۔ عادل ہیں
 اور انصاف کرنے والے ہیں۔ دونوں حق پر تھے۔ اور میرے حق پر۔ ان
 دونوں پر رحمت خدا کی قیامت کے دن۔

۱۷۔ اول نہار میں ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ اگاہ ہو جاؤ کہ
 علی اور ان کے گھر والے مراد کو پہنچیں گے۔ (علی کے گھر والے صرف وہی
 ہو سکتے ہیں۔ جنہوں نے ان کا حکم مانا نہ کہ وہ جو ہر مقام پر آپ کی مخالفت
 کرتے رہے اور آپ اپنی خلافت کے زمانہ میں ان سے نالاں رہے)

پھر فرمایا اور شام کے وقت ایک منادی ندا کرتا ہے کہ اگماہ ہو جاؤ کہ عثمان
اور ان کے گھروالے مراد کو پہنچیں گے۔ (فروع کافی جلد ۳ کتاب الرد ص ۲۰۰)
بروایت محمد بن علی الطبری ۲

۱۸۔ شامیوں کے متعلق حضرت علی کا قول و الظاهر ان ربنا
واحد و بنیت واحد الخ کہ ہم دونوں کا رب بھی ایک ہے اور
نبی بھی ایک ہے (ربیع البلاغہ ۲)
سیدنا علی کے ان ارشادات کی روشنی میں صحابہ کرام کی شان میں
گستاخی کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج منظور سمجھنے میں نبی کے سچے
امتی کو کوئی امر مانع نہیں۔

۱۹۔ سیدنا علی کے نزدیک شیطانی گروہ کون ہے۔
قال بنی علیہ السلام الزموا السواد الاعظم قال ید الله علی
الجماعۃ وایاکم و الفرقۃ فان الشاذ من الناس
للسیطان كما ان الشاذ من الغنم للذئب
ایسے لوگوں کے حق میں جو سواد اعظم سے کٹ گئے آپ فرماتے ہیں۔
الا من دعا هذا الشعب فاقتلوه ولو كان تحت عمامتی هذا
(ربیع البلاغہ صفحہ ۹۳) خبردار جو نہیں جماعت سے الگ
ہونے کی دعوت دے اگرچہ میری دستار کے نیچے کھڑا ہوا سے
قتل کرو۔

ما تم

اے فاطمہ واضح ہو کہ پیغمبر کے مرنے میں گریبان چاک نہ کرنا چاہیے۔ اور بال نہ نوچنے چاہیے۔ اور واویلا نہ کہنا چاہیے۔ اور وہ کرنا چاہیے جو تیرے باپ نے ابراہیم کے مرنے پر کیا۔ کہ آنکھیں روتی ہیں اور دل درد مند ہے۔ اور میں وہ نہیں کہتا جو موجب غضب پروردگار ہو۔ اور اے ابراہیم میں تجھ پر اندوہناک ہوں اور اگر ابراہیم زندہ رہتا تو لازم تھا۔ کہ پیغمبر ہوتا۔ (جلد اول صفحہ ۱۱۱) یہاں بھی میاں پوستی نے ایک طویل حاشیہ سپرد قلم فرمایا ہے اے فاطمہ! جب میں مرجاؤں اس وقت تو اپنے بال میری موافقت میں نہ نوچنا۔ اور اپنے گیسو پر لشیان نہ کرنا اور واویلا نہ کرنا۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۱۲) یہاں بھی میاں پوستی کا طویل الہام حاشیہ پر موجود ہے۔

سیدنا علیؑ کی پرورش

ابن بابویہ نے بسند معتبر روایت کی ہے کہ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ بعد رسولؐ پہلی بلا اور امتحان مجھ پر واہو ہوا یہ تھا کہ میرا بغیر حضرت مسلمانوں میں کوئی مولس و مددگار نہ تھا۔ (بارہ ہزار کدھر گئے) کہ میں اس پر اعتماد کرتا اور امید و تمسک اسے رکھتا۔ حضرتؑ نے مجھے بچپن میں تربیت کی۔ اور جب میں بڑا ہوا اپنی پناہ میں رکھا۔ یتیمی سے نکالا۔ میرے اور میرے عیال کے خرچ کی کفالت فرمائی۔ مجھے ہر

حالت سے بے نیاز کیا۔ حضرتؐ کی برکت سے محتاج نہ ہوا۔ اور اسی طرح چند نعمت ہائے دنیا حضرتؐ کی برکت سے مہیا تھیں۔

جز ۱ ۱۲۳ - ۱۲۴ (اور حبیب حضرتؐ نے لڑکی دی تو اسے جی بھر کر ستیا)

ولادت سیدہ فاطمہؑ

جب خدیجہؓ نے جناب رسول خداؐ کے ساتھ عقد کیا اور نہ نان مکہ بوجہ اس عداوت کے جو حضرتؐ سے رکھتی تھیں۔ علیحدہ ہو گئیں۔ اور ان کو سلام کرنا چھوڑ دیا۔ اور کسی عورت کو خدیجہؓ کے پاس نہ جانے دیتی تھیں۔ خدیجہؓ کو اس سبب سے کمال صدمہ ہوا۔ لیکن نہ یادہ رنج و غم خدیجہؓ کا حضرت رسول خداؐ کے لئے تھا کہ مبادا شدت عداوت کے کوئی صدمہ حضرتؐ کو پہنچے (اس وقت تو بنی مکہ والوں کے لئے آئین و صادق تھے پھر یہ خوف کا ہے) جب بھل فاطمہؑ حاملہ ہوئیں۔ جناب سیدہ شکم میں ان سے باتیں کرتی تھیں۔ اور مولنس و ہمد خدیجہؓ کی تھیں۔ اور خدیجہؓ کو صبر و تسلی دیتی تھیں۔ اور خدیجہؓ اس حالت کو حضرتؐ سے پوشیدہ رکھتی تھیں۔ ایک روز حضرت تشریف لائے اور سنا کہ خدیجہؓ باتیں کر رہی ہیں۔ مگر کسی کو ان کے پاس نہ دیکھا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے خدیجہؓ کس سے باتیں کر رہی ہو۔ خدیجہؓ نے کہا یہ فرزند جو میرے شکم میں ہے۔ (باتیں کرتے ہوئے یہ نہ بتایا کہ میں لڑکی ہوں) اور میرا مولنس و ہمد ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا اس وقت جب راتیل نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ فرزند دختر ہے (گویا حضورؐ پر پچیس چھپیس سال کی عمر

میں جبرائیل نازل ہونا شروع ہو گیا۔ اور آپ نے مزید چودہ پندرہ سال اس وحی کو پوچھنا شروع رکھا اور وہ نسل طاہرہ بائین و بابرکت ہے۔ اور حق تعالیٰ میری نسل اس سے ظاہر کر لگا۔ اور اس کی نسل سے پیشوا و امامان پیدا ہوں گے۔ اور حق تعالیٰ سجدہ انقطاع وحی ان کو اپنا خلیفہ زمین پر کرے گا۔ (جز ۱ صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱)

اس عبارت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرمؐ کی پہلی اولاد سیدہ فاطمہ ہیں۔ سیدہ خدیجہ نکاح سے جلدی بعد امانتدارہ فاطمہ ہو گئی تھیں۔ اس لحاظ سے بعثت نبوی کے وقت سیدہ کی عمر تقریباً چودہ سال ہوئی اور نکاح کے وقت جو دہمجرى میں ہوا۔ اسی تیس سال کے قریب ہوئی۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

سیدہ فاطمہؑ کا نکاح

نکاح کے محرک سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ، سیدنا طلحہؓ اور سیدنا سعدؓ بن معاذ تھے۔ اور مال بھی دیا۔ شیخ طوسی نے بسند معتبر جناب امیر سے روایت کیا ہے کہ جناب

اے میاں پوستی انقطاع وحی کا منکر ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ جبرائیل اوصیائے بنوت کے پاس آتا رہتا۔ اور آئندہ بھی آئے گا (صفحہ ۱۱۹ کا حاشیہ)

امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ ابو بکر ^{رضی} اور عمر ^{رضی} میرے پاس آتے اور کہا۔
 حضرت رسول ^ﷺ پاس جناب فاطمہ ^{رضی} کی خواستگاری کیوں نہیں کرتے۔ (جز ۱ ص ۱۴۷)
 پس ابو بکر ^{رضی} نے عمر ^{رضی} اور سعد ^{رضی} سے کہا اٹھو علی ^{رضی} کے پاس چلیں۔ اور ان سے
 کہیں فاطمہ ^{رضی} کی خواستگاری کرو۔ اگر تنگدستی مانع ہے تو ہم ان کی مدد کریں۔
 سعد بن معاذ نے کہا بہت ٹھیک ہے۔ یہ کہہ کر اٹھے اور جناب امیر ^{رضی} کے گھر گئے
 حضرت کو دیاں نہ پایا۔ اس وقت حضرت اپنے ادنٹ کو لے گئے تھے۔ اور باغ
 میں ایک مرد انصاری کی اجرت پر آب کشتی کر رہے تھے۔ یہ لوگ اس باغ میں
 گئے۔ جب جناب امیر کی خدمت میں پہنچے حضرت نے فرمایا کیوں آئے ہو۔
 ابو بکر ^{رضی} نے کہا اے علی ^{رضی}! کوئی خصلت خصلتہائے نیک سے بڑھ کر نہیں۔ مگر یہ کہ
 تم اور لوگوں پر اس خصلت میں افضل ہو۔ تمہارے اور حضرت رسول ^ﷺ کے
 درمیان جو روابط، یگانگت و مصاحبت دائمی و نصرت و مددگاری اور جو
 روابط معنوی ہیں وہ معلوم ہیں۔ جمیع قریش نے فاطمہ ^{رضی} کی خواستگاری کی۔
 (لعنت اللہ علیٰ اراکاذبین) مگر حضرت نے قبول نہ کیا۔
 جب جناب امیر نے ابو بکر ^{رضی} سے یہ سنا آنسو چشم ہائے مبارک سے
 جاری ہوئے اور فرمایا میرا اند وہ تم نے تازہ کیا۔ اور جو آرزو میرے دل
 میں پنہاں ہے۔ اس کو تم نے تیز کر دیا۔ کون ایسا ہوگا جو فاطمہ ^{رضی} کی خواستگاری
 نہ چاہتا ہوگا۔ لیکن مجھے تنگدستی اس امر کے اظہار سے شرم دلاتی ہے

علیؑ خدمتِ اقدس میں پہنچے

یا حضرتؑ آپ جانتے ہیں کہ آپ نے مجھے ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد سے لیکر پالا۔ آپ نے اپنی غذا سے مجھے غذا دی۔ آپ نے مجھے ادب دیا۔ اور مجھ پر آپ میرے ماں باپ سے زیادہ مہربان رہے۔ حق تعالیٰ نے مجھے آپ کی برکت سے چچاؤں اور بندہ گوں کی گمراہی سے نجات دی۔ (یعنی ابولہب اور ابوطالب وغیرہ)۔۔۔۔۔ امیدوار ہوں کہ گھراور زوجہ مجھے ملے۔ اور آپ کے پاس خواستگار آیا ہوں۔ کہ اپنی بیٹی فاطمہ سے مجھے تزویج فرمادیتے۔ (جلد ۱ - صفحہ ۱۷۰)

نشر الطلحہ

قرب الاسناد میں بسند معتبر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے یہ انتظام فرمایا تھا کہ خدمتِ باہر کی مثل لکڑی اور پانی لانے کے جناب امیر کریں۔ اور خدمتِ گھر کے اندر کی مثل چکی پیسنے کھانے پکانے جھاڑو دینے کی جناب فاطمہ کریں (جز ۱ - ۱۴۲ - ۱۴۳)

نکاحِ محرم میں ہوا

شیخ مفید اور ابن طاووس اور اکثر اعظم علماء نے لکھا ہے کہ یہ مزاوجت باسعادت پنج شنبہ شبِ یکشنبہ سالِ محرم سالِ سوم ہجرت کو واقع ہوئی۔ (جز ۱ - صفحہ ۱۴۶)

ہر کا سامان سیدنا ابوبکر کے مشورہ سے خریدا گیا

دو مٹھیاں ابوبکر کو دیں بازار میں جا کر کپڑا وغیرہ جو کچھ اثاثہ البیت درکار ہے لے آئے۔ پھر عمار بن یاسر کو اور ایک جماعت صحابہ کو ابوبکر کے بعد بھیجا۔ اور سب بازار میں پہنچے۔ ان میں سے جو شخص چیز لیتا تھا۔ ابوبکر کے مشورے سے لیتا تھا۔ (ج ۱ صفحہ ۱۷۶)

سیدہ کا ہر

بند معتبر امام محمد باقر سے روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت رسولؐ سے فرمایا۔ میں نے علیؑ کی طرف سے پانچواں حصہ زمین کا اور تیسرا حصہ بہشت کا فاطمہ کو بخشا۔ اور اس کے لئے دنیا میں چار نہریں مقرر کیں۔ نہر فرات، نیل مصر و نہرواں و نہر بلخ۔ اور تم فاطمہ کو زمین پر پانچ سو درہم میں تنزیل کر دو (جلد ۱ - صفحہ ۱۸۵) محمد بن یعقوب کلینی نے بند معتبر امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے روایت کی ہے کہ جناب امیر نے ایک چادر کہنے ایک زرہ تیس درہم کی۔ اور ایک بچوٹا۔ پوست گوسفند کہ جب اس پر آرام کرنا مقصود ہوتا تو اس کو الٹ لیتے تھے۔ اور اس کے بالوں پر سوہتے تھے۔ جناب فاطمہ کو ہر میں دیا۔

(جلد ۱ - صفحہ ۱۸۷)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابی طالب سے فرمایا اے علیؑ! حق تعالیٰ نے فاطمہ کو تم سے تنزیل کر دیا۔ اور زمین

اس کے ہر میں عطا کی۔ پس جو کوئی زمین پر چلے اور تمہارا دشمن ہو وہ زمین پر حرام نہ اہ چلا ہے۔

(مہر لڑکی کے والدین نہیں دیتے شوہر دیتا ہے۔ والدین کی طرف سے جہیز ہوتا ہے۔ ملا مجلس کو اتنی بھی نہیں)۔

ولیمہ

جناب امیر نے فرمایا حضرت نے مجھ سے

ارشاد فرمایا۔ اے علی! اپنے اعزہ کے لئے عمدہ کھانا تیار کرو۔ اور فرمایا گوشت روٹی میں لاتا ہوں۔ تم خرمنے لاؤ۔۔۔۔۔ اور فرمایا اے علی! جاد اور جس کو چاہو، بلاؤ مجھے شرم و حیا دامن گیر ہوئی کہ کس کو بلاؤں اور کس کو نہ بلاؤں، پس میں نے بلندی پر آکر آواز دی کہ ولیمہ فاطمہ میں سب لوگ تکلیف کریں۔ یہ سُنکر جمیع حاضرین مسجد سے اٹھ کھڑے ہوئے اور میرے گھر چلے۔

(آپ کا گھر تھا ہی کہاں آپ تو نبی اکرمؐ کے ہمراہ رہا لاش پذیر تھے بعد میں ایک انصاری نے اپنا مکان آپ کو دیا تھا۔) یہ لوگ چار ہزار تھے اور کھانے میں کچھ کمی نہ ہوئی (جلد ۱ صفحہ ۱۷۵)

منہ دکھائی

حضرت ام سلمہؓ کو فرمایا فاطمہ کو لاؤ۔ ام سلمہؓ

جناب فاطمہ کو لائیں۔ دامن زمین پر لٹکتا اور فرط حیا سے عرق ٹپکتا تھا۔ نہایت شرم و حیا سے سر نہوڑائے تشریف لائیں

جناب فاطمہ حضرت رسول خدا کے سامنے کھڑی ہوئیں حضرت نے نقاب
 روئے منور جناب فاطمہ سے اٹھا دی۔ کہ علی نے خورشید جمال بے مثال
 کا مشاہدہ فرمایا۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۷۵)

رخصتی اور زفاف

حضرت نے اپنا اشتراشہب منگایا
 اور ایک چادر اس پر ڈال کر فاطمہ کو سوار کیا۔ اور سلمان کو حکم دیا کہ اشترا
 کھینچیں۔ حضرت رسول اشترا کے پیچھے پیچھے جاتے تھے۔ اثنائے راہ میں
 آوازیں بکثرت سنیں۔ ناگاہ جبرائیل و میکائیل ستر ستر ہزار فرشتوں
 کے ہمراہ حاضر ہوئے۔ حضرت نے پوچھا کس لئے پہنچے آتے ہو۔ جبرائیل
 میکائیل نے تکبیر کہی۔ اور ان سب فرشتوں نے بھی تکبیر کہی اور عرض کی۔
 جناب علی و فاطمہ کے زفاف کی تہنیت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

(جلد ۱ - صفحہ ۱۸۴)

* اس وقت جناب سیدہ کو اپنے ناقہ پر سوار کیا۔ ہر روایت دیگر اپنے
 اشتراشہب پر سوار کیا۔ (ابھی تک ناقہ اور اشترا کا فرق معلوم نہیں
 ہوا مگر ایک لاکھ چالیس ہزار فرشتے نظر آ گئے اور انہیں شاید قطار
 در قطار کھڑے کر کے گن بھی لیا۔) سلمان نے ہمارے پکڑی۔ اور گرد
 جناب فاطمہ ستر حواریں جاتی تھیں۔ اور حضرت رسول و حمزہ و عقیل
 جعفر اور اہلبیت پیچھے پیچھے جاتے تھے۔ (یہ کون اہل بیت تھے اس
 وقت تک تو وہی اہلبیت تھے علی اور فاطمہ، فاطمہ ناقہ پر سوار ہیں

اور علی کا یہاں نام ہی نہیں۔ پھر یہ اہلیت؟ اور شنگی تلواریں ہاتھوں
میں تھیں۔ زنان رسول آگے آگے جاتی تھیں۔ (زنان رسول کے ذکر
کا تکلف؟) اور رجز پڑھتی تھیں۔ (شاید میدان جنگ کی طرف
جا رہی تھیں) یہاں تک کہ جناب فاطمہؑ اور جناب امیر کو حجرہ عزت
شرف و سعادت تک پہنچایا۔ (ج ۱ صفحہ ۱۸۵)

پیشانی کا بوسہ لیکر فاطمہؑ کو علیؑ کے سپرد کیا۔ اور فرمایا اے علیؑ
نیک بی بی تمہاری بی بی ہے۔ اور پھر جناب فاطمہؑ سے مخاطب ہو کر
فرمایا اے فاطمہؑ! نیک شوہر تمہارا شوہر ہے۔ یہ کہہ کر اٹھ
کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ یہاں تک کہ ان کو
ان کے گھر میں جو ان کے لئے خالی کیا تھا پہنچا کر باہر آ گئے۔ اور
دونوں پٹ دروازے کے بند کر دیئے (ج ۱ صفحہ ۱۷۸)

معلوم ہوتا ہے یہ سارا طبر ہی پوستینوں کا ہے۔ کبھی خچر پر
چڑھاتا ہے۔ کبھی ناقہ پر۔ اور اب پیدل ہی چلانے کی ٹانگہ رہا ہے
کبھی اپنے حجروں کے درمیان ان کے لئے حجرہ خالی کراتا ہے۔ اور کبھی
اس طرح گھر سے انہیں ہمراہ لیکر نکلتا ہے۔ جیسے ہمیں فاصلہ
پر جا رہا ہو۔ یہاں اس بات کو نہ بھولئے کہ یہ سب پہلی بار رخصتی کی
تشکیلیں ہیں۔ اور اگر یہ مختلف موقعوں کا ذکر ہے تو ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ بنی بار بار اپنی بیٹی کو مختلف شکلوں میں علیؑ کے ہمراہ بھیج رہا ہے
اور یہ ڈرامہ کئی بار میسج کیا جاتا ہے (العیاذ باللہ)

زفات

اللہ تعالیٰ ان محبان اہلبیت پر رحم کرے۔ انہیں ہدایت دے
 انہیں عقل و شعور دے، انہیں حیا بخشنے اور انہیں صراطِ مستقیم کی طرف
 توجہ کرنے کی توفیق عطا فرماتے۔ یہ کتنی پست ذہنیت، گھٹیا سوچ
 اور سٹا اس بھرے اذنان کا حامل ہے۔ بات اس قدر تھی کہ صدیق
 اکبرؑ، فاروقؑ، غلامؑ، طلحہؑ اور سعد بن معاذؓ کی تحریک سے جناب سیدہ کا سیدنا
 علیؑ کے ساتھ نکاح ہوا۔ نکاح کے بعد انصار میں سے ایک صحابی نے
 ان کی ریا نشی کے لئے اپنا مکان پیش کیا۔ اور سیدہ اس مکان میں
 تشریف لے گئیں۔ مگر ان شیعان علیؑ نے جس طرح دیگر امور
 میں موثر گافیاں کی ہیں۔ اسی طرح اس نکاح کو بھی ایک ڈرامہ بنا
 کر پیش کیا ہے۔ اور یہ ڈرامہ صرف کتابوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ
 آج تک اکثر مقامات پر اس ڈرامہ کو سٹیج کیا جاتا ہے۔ اودھ
 کی بیگمات تو اسے اس شان سے سٹیج کرتی رہیں۔ کہ اس کی گونج آج
 تک بالٹر سلیمان اور شرمرحوم کی کتابوں کے ذریعے کانوں تک پہنچ
 رہی ہیں۔ جس "زفات" کا ذکر یہ ملا مجلسی کئی مقامات پر چٹخارے لے لے
 کر کرتا ہے۔ الامان والحفیظ! آج تک اس سوقیانہ انداز اور بھونڈے
 پن سے کسی عام سطح کے خاندان میں بھی اس طرح نہیں کیا گیا۔ ایسے معلوم
 ہوتا ہے کہ یہ شخص ٹیپ ریکارڈر اور کیمیرہ لے کر ساتھ ساتھ گھوم
 رہا تھا۔ اور بڑی چابکدستی اور فنی تہارت سے اس نے معمولی سے
 معمولی جزئیات کو بھی ٹیپ ریکارڈر اور کیمیرہ کی فلم میں محفوظ کر لیا اور

اب چٹخارے لے لے کر لوگوں کے سامنے بیان کر رہا ہے۔ میں ہرگز ہرگز
 ایسی حیا سوز باتیں اور وہ بھی ان پاکیزہ اور مقدس ہستیوں کے متعلق
 جن کے شرم و حیا پر کائنات شاہد ہے۔ نقل کرنے کے لئے تیار
 نہ تھا۔ مگر اس وجہ سے ایسا کرنے پر مجبور ہو رہا ہوں کہ وہ بھولے
 بھالے شیعہ جو محض حب اہلبیت کے منوعومہ نعروں سے متاثر ہو کر
 صراطِ مستقیم سے مھٹک چکے ہیں، اور اپنے مذہب کی ضخیم کتابیں
 پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ کچھ نہ کچھ واقف ہو جائیں۔
 ● ام ایمن نے کہا یا رسول اللہ اگر خدیجہ زندہ ہوتیں زفافِ قاطمہ
 سے ان کی آنکھیں روشن ہوتیں۔ علی اپنی زوجہ کے خواستگار ہیں۔

(ج ۱ صفحہ ۱۷۴)

● دوسرے دن صبح حضرت پاس آئے اور ہم دونوں ایک
 طاف میں تھے (گویا صبح کی نماز نہیں پڑھی اور دونوں لحاف میں پڑے
 ہیں) دوسرا کھڑا نہ تھا کہ اسے اڑھ کر باہر آتے۔ (اس سے پہلے
 یا اس کے بعد کیا اڑھ کر باہر نکلتے رہے) حضرت نے فرمایا السلام
 علیکم ہمیں شرم آئی کہ اس حالت میں حضرت کو جواب دیں (مگر
 لحاف سے پھر بھی نہ نکلے) دوسری مرتبہ حضرت نے سلام کیا اور
 جواب حیا سے نہ دیا۔ تیسری مرتبہ حضرت نے سلام کیا اور ہم ڈرے کہ
 اگر ہم جواب نہ دیں گے تو حضرت پھر جانتے گے۔ اور عادت حضرت کی
 یہی تھی..... اس وقت مارے شرم کے سیدہ نے جواب نہ دیا۔
 میں ڈرا اگر جواب نہ دیا تو حضرت اٹھ جائیں گے۔ اس وقت میں نے
 سرِ لحاف سے نکالا..... پھر جناب سیدہ نے سرِ لحاف سے باہر نکالا

(ج ۱ صفحہ ۱۶۳) (لحاف شاید بلا باقر مجلسی نے بنوا کر بھیجا تھا)

● اے علیؑ اپنی زوجہ کے پاس جاؤ۔ خدا تم کو برکت دے۔ (صفحہ ۱۶۶)

(یہ کہنے کی ضرورت ہے کیا کبھی کسی خسر نے ایسا کہا ہے؟)

(ج ۱ - صفحہ ۱۶۶)

● جناب امیرؑ نے فرمایا (کس کو فرمایا۔ نبیؑ کے صحابہ تو منافق اور آپ کے دشمن تھے۔ اور اولاد کو فرمایا۔ تو یا للجب ذرا مجلسی صاحب اور، پوستی صاحب اپنی شب عروسی کی داستان اپنی اولاد سے بیان کر کے دیکھیں) شب زفاف حضرت رسولؐ میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اٹھو بنام خدا اور کہو بہ برکت خدا جاتا ہوں اور جو کچھ خدا چاہتا ہے۔ واقع ہوتا ہے۔ (ج ۱ - صفحہ ۱۶۶)

(ضرور اس سنت پر عمل کیجئے)

● علیؑ کو احباب اور اہل ہات المومنین کہتی ہیں۔ اے برادر تم کس لئے حضرت رسولؐ سے سوال نہیں کرتے کہ فاطمہؑ تمہیں عطا کریں۔ اور تمہارے زفاف سے آنکھیں ہماری روشن ہوں۔

(ج ۱ - صفحہ ۱۶۶)

● جناب امیرؑ نے فرمایا اس وقت نہایت سردی تھی میں اور فاطمہؑ ایک عبا میں سو گئے تھے (لحاف کی عبا بن گئی ہوگی) جب حضرتؑ کی آواز ہم نے سنی چائے اٹھیں (یہ شاید دوسری بار کا ذکر ہو اور بار بار زفاف کی خوشی منائی جاتی رہی ہو) جناب رسولؐ خدا نے قسم دلائی تم کو قسم ہے جو تم اپنی جگہ سے حرکت نہ کرنا (معاذ اللہ) بیٹی اور داماد کو ایک کپڑے میں سوتا دیکھ کر کوئی بے حیا سے بے حیا۔ بھی یہ

گوارا نہیں کرتا کہ ان کے قریب جائے (جب تک میں نہ آؤں۔ پس اس طرح منتظر رہے۔ کہ حضرت ہمارے سر نہانے آکر ہمارے سر کے نزدیک بیٹھ گئے۔ اور پائے مبارک ہماری عیا میں پھیلا دیئے اور داہنا پاؤں حضرت کا میں نے اپنے منہ سے اور بائیں حضرت کا فاطمہؑ نے اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اور حضرت کے پاؤں گرم کر دیئے (ج ۱ - صفحہ ۱۷۸)

(کیا سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ کی تعریف ان حیا سوز کلمات کے بغیر ممکن تھی)

فاطمہؑ و علیؑ کا آپس میں سلوک اور سیدہ کی مشقت

ایک روز حضرت رسول خداؐ نماز صبح ہمارے ساتھ پڑھ رہے تھے اور اثر حزن و ملال حضرت کے رونے مبارک سے ظاہر تھا۔ ناگاہ اٹھ کھڑے ہوئے اور جناب فاطمہؑ کے گھر تشریف لے چلے۔ اور ہم بھی حضرت رسولؐ خدا کے پیچھے پیچھے چلے۔ دروازے پر پہنچے دیکھا جناب امیر دروازہ میں خاک پر سو رہے ہیں۔ حضرت جناب امیر کے پاس بیٹھ گئے۔ اور خاک جناب امیر کی پیٹھ سے جھاڑنے لگے اور فرمایا: اے ابوتراب میرے ماں باپ تم پر قربان اٹھو۔

(ج ۱ - صفحہ ۱۸۸)

● ایک روز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر
تھا۔ ناگاہ جناب فاطمہ گمریاں تشریف لائیں۔ رسول خدا نے گمریہ کا سبب
پوچھا۔ جناب فاطمہ نے عرض کی یا جانِ زمان قریش مجھے طعنہ لگتا کرتی
ہیں اور کہتی ہیں تمہارے باپ نے مرد پر لیشان کے ہمراہ تہ زوجہ کیا۔
(جلد ۲ صفحہ ۴۵)

● بسند معتبر جناب امیر سے روایت ہے کہ جناب فاطمہ حضرت رسول خدا کو محبوب ترین مردم تھیں۔ اس قدر مشکیزے پانی کے اٹھائے کہ سینہ مبارک سے اثر ایذا کا ظاہر ہوا۔ (سیدہ پانی کیوں ڈھونڈتی رہیں جبکہ یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ باہر کا کام علی کریں گے اور اندر کا فاطمہ لے) اس قدر چکی پیسی کہ ماتھہ مجروح ہو گئے (غالباً علی محلہ بھر کے دانے اجرت پر پسوانے کے لئے لاتے ہوں گے) اس قدر گھر میں جھاڑ و دی کہ کپڑے گرد آلود ہو گئے۔ اور اس قدر کھانے پکائے اور آگ سلگائی کہ کپڑے سیاہ ہو گئے۔ لہذا کثرت کار و بار سے جناب سیدہ کو سخت تکلیف ہوئی۔

(ج ۱ صفحہ ۱۹۳) (اس تکلیف کا موجب)

● علیؑ کہتے ہیں۔ پس مجھے آواز دی اور طلب فرمایا۔ میں نے کہا لبیک
یا رسول اللہ۔ فرمایا اپنے گھر میں آؤ اور اپنی زوجہ سے شفقت اور مہربانی
کرو اس لئے کہ قاطعہ میری پارہ تن ہے جو اسے آزر دہ کرے وہ مجھے

آزردہ کرتا ہے (ج ۱ صفحہ ۱۷۹)

● جب ارادہ ترویج ہمراہ علی ہوا جناب فاطمہ سے پوشیدہ بیان کیا۔ جناب فاطمہ نے کہا میرا اختیار آپ کو ہے۔ لیکن زنان قریش کہتی ہیں۔ علی بزرگ شکم اور بلند دست ہیں اور بندہ مائے استخوان پیرا گندہ ہیں۔ آگے سر کے بال نہیں، آنکھیں بڑی اور ہمیشہ خداں دیاں اور مفلس ہیں۔ (ج ۱ - صفحہ ۱۸۱)

● جناب سیدہ سے قبل از نکاح اپنے باپ کے سامنے اپنے ہونیوالے شوہر کے متعلق اس قسم کے کلمات کہلانا شیعوں کا ہی کام ہے۔

● کتاب علل الشرائع و البشارات المصطفیٰ و خوارزمی میں لبند مائے معتبر و ایت ہے، ابوذرؓ اور ابن عباسؓ سے جب جعفر طیار مدینہ میں آئے۔ ایک کنیز کو بطور تحفہ اپنے بھائی علی ابن ابی طالب کے پاس بھیجا۔ وہ کنیز جناب امیرؓ کی خدمت کرتی تھی۔ ایک دن جناب فاطمہؓ گھر میں آئیں۔ (غالباً کنویں سے پانی لے کر آئی ہونگی) اور دیکھا سر جناب امیرؓ کا اس کنیز کے دامن پر ہے (یہاں اس بات کو ذہن میں رکھئے کہ جعفر حبشہ سے واپس آئے تھے اور لونڈی یقیناً حبشہ سے ہوگی۔ شیعوں کے جناب امیرؓ نے سیدہ فاطمہؓ سے آنکھیں چرائیں اور وہ پانی لانے کے لئے باہر گئیں تو آپ اس پر ترجمہ گئے۔) جب یہ حالت دیکھی متغیر ہو گئیں۔ اور پوچھا اس کنیز کے ساتھ کیا تم نے کوئی متعلق کیا ہے۔ جناب امیرؓ نے فرمایا بخدا سو گند لے دختر محمدؐ میں نے اس کے ساتھ کوئی متعلق نہیں قائم کیا۔ (تو زانو پر سر رکھنے کا مطلب) اب جو کچھ تم کو منظور ہے بیان کرو۔ میں بجا لاؤں

جناب سیدہ نے کہا مجھے میرے پدر بزرگوار کے گھر جانے کی اجازت
 دو۔ جناب امیر نے فرمایا میں نے اجازت دی۔ پس جناب فاطمہؑ نے
 چادر سر پر اوڑھی اور اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں۔

(جلد ۱ صفحہ ۱۸۸)

۱ پیغمبر کی بیٹی کو اپنے محسن کی بیٹی کو اپنے پرورش کرنے والے
 کی بیٹی کو ایک حبشن کیلئے علی کے ذریعے گھر سے نکلوانا شیعوں کو ہی
 مبارک رہے۔ بالکل یہی روایت صفحہ ۱۹۱ پر دوبارہ لکھی ہوئی ہے۔

۱ سیدنا علیؑ کا تشدد حضرت سیدہ فاطمہؑ پر۔ اس مضمون تفصیل کے
 لئے دیکھیے۔

۱، بخاری پارہ ۴۴ فضائل داماد رسول، سیدنا ابوالعاص
 (۲) طبقات صفحہ ۱۶ (۳) اصحابہ صفحہ ۷۳
 (۴) صحابیات صفحہ ۱۲۷ ملاحظہ کریں۔ حضرت علیؑ سیدہ
 کی وفات کے وقت بھی موجود نہ تھے۔ (۱) طبقات صفحہ ۱۷ - ۱۸ (۲)
 اصحابہ ۷۲۹ (۳) صحابیات ۱۳۲ - ۱۳۳ (۴) ناسخ التواریخ فارسی جلد ۲ صفحہ ۵۱۸
 فروع کافی ۱۵۵ جلد دوم طبع نو لکھنؤ سے بھی ایک روایت سن لیجئے کہ
 سیدہ فاطمہؑ اس نکاح پر رضامند ہی نہ تھیں۔ یعقوب بن شعیب کا بیان ہے
 کہ جب رسول اللہؐ نے فاطمہؑ کا نکاح علیؑ سے کر دیا تو آپ فاطمہؑ کے
 پاس گئے اور وہ رو رہی تھیں آپ نے فرمایا کیوں روتی ہے۔
 اللہ کی قسم میرے اہل اگر کوئی علیؑ سے بہتر ہوتا تو میں تیرا نکاح علیؑ
 سے نہ کرتا۔

ایک روز شیطان جناب سیدہ کے پاس آیا۔ اور کہا علی ابن ابی طالب
 نے دختر ابو جہل کی خواست گاری کی ہے۔ جناب سیدہ نے اس شقی سے
 کہا تو قسم کھا۔ اس نے تین دفعہ قسم کھائی اور کہا جو کچھ میں کہتا ہوں
 سچ کہتا ہوں۔ جناب فاطمہ کو غیرت آئی۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے
 عورتوں کے ضمیر میں بہت غیرت قرار دی ہے۔ جس طرح مردوں پر جہاد
 واجب کیا ہے۔ اور اس عورت کیلئے جو باوجود غیرت کے صبر کرے۔ ایک
 ثواب مقرر کیا ہے۔ مثل ثواب اس شخص کے جو مسلمانوں کی حفاظت کے
 لئے سرحد پر نگہبانی کرے۔ یہ سن کر جناب فاطمہ کو سخت صدمہ ہوا۔
 اور متفکر و متروک ہوئیں۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ جب رات ہوئی
 بایں کندھے پر حسین کو بٹھایا اور بایاں ماتھہ کلثوم کا اپنے دامنے ماتھہ
 میں لیا اور اپنے پدر بزرگوار کے گھر لے گئیں۔ جب جناب امیر گھر آئے
 اور جناب فاطمہ کو دناں نہ دیکھا تو بہت غمگین و محزون ہوئے۔ مگر تشریف
 لے جانے کا سبب نہ نکلا۔ اور شرم و حجاب و امنیگر ہوا کہ جناب سیدہ
 کو ان کے پدر بزرگوار کے گھر سے بلا لیں۔ پس گھر سے نکلے اور مسجد
 میں جا کر نمازیں ادا کیں۔ اور ایک تودہ خاک جمع کر کے اس پر تکیہ
 فرمایا۔ جناب رسول خدا نے جناب فاطمہ کو محزون و مغموم پایا۔ غسل
 کیا اور لباس بدل کر مسجد میں تشریف لائے۔ اور غازیں پڑھنی شروع
 کر دیں۔ مشغول رکوع و سجود تھے۔ بعد دو رکعت کے دعا مانگتے
 تھے۔ خداوند فاطمہ کے حزن و ملال کو زائل کر۔ کیونکہ جس وقت گھر
 سے باہر تشریف لائے فاطمہ کو دیکھ کر آئے تھے۔ کہ آپ کروٹیں
 بدلتیں اور ٹھنڈی سانسیں بھرتی ہیں۔ پھر گھر میں تشریف لے گئے۔

دیکھا کہ فاطمہ کو نیند نہیں آتی اور بیقرار رہے۔ فرمایا اے دختر گرامی۔
 اے فاطمہ اٹھو۔ جب جناب فاطمہ اٹھیں جناب رسول خدا نے امام حسنؑ
 کو اور فاطمہ نے امام حسینؑ کو اٹھایا اور ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے مسجد
 میں تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ قریب جناب امیر کے پہنچے۔ اس وقت
 جناب امیر آرام فرما رہے تھے۔ اس وقت جناب رسول خدا نے اپنا
 پاؤں جناب امیر کے پاؤں کے اوپر رکھا۔ اور فرمایا اے ابوتراب، اٹھو
 گھر والوں کو تم نے اپنا جگہ سے جدا کیا ہے۔ جاؤ ابو بکرؓ اور عمرؓ اور طلحہؓ کو
 بلا لاؤ۔ پس جناب امیر گئے۔ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ کو بلا لائے۔ جب قریب
 جناب رسول خدا کے حاضر ہوئے۔ حضرت رسولؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے
 علیؓ! کیا تم نہیں جانتے کہ فاطمہ میری پارہ تن ہے اور میں فاطمہ سے ہوں
 جس نے اسے آزار دیا جس نے اسے میری وفات کے بعد آزار دیا گویا ایسا
 ہے کہ میری حیات میں آزار دیا۔ اور جس نے اسے میری حیات میں آزار
 دیا ایسا ہے کہ گویا اس نے میری وفات کے بعد آزار دیا۔

(جلد ۱ - صفحہ ۲۱۷ - ۲۱۸)

ابو جہل کی لڑکی کے علاوہ مین کا قصہ بھی سن لیجئے۔
 حضرت بریدہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 حضرت علیؓ کو خالد بن ولیدؓ کے پاس مین بھیجا کہ غنیمت کا پانچواں حصہ لے
 آئیں۔ میں ان لوگوں میں تھا۔ جنہوں نے حضرت علیؓ کو برا سمجھا۔ انہوں
 نے وہاں غسل کیا (ایک لونڈی سے صحبت کی) میں نے حضرت خالدؓ سے
 کہا دیکھتے ہو علیؓ نے کیا کیا۔ (بخاری پارہ ۱۷ صفحہ ۷۲ ترجمہ مولوی وحید الزمان طبع لاہور)

مگر بخاری چونکہ سنہوں کی کتاب ہے اس لئے قابل اعتبار نہیں۔
اس لئے حیات القلوب پیش کرتا ہوں۔

حضرت علی کو ایک دستہ فوج دیکر خالد کے ساتھ ایک مہم کے لئے بھیجا۔ وہاں جا کر علی نے ایک قلعہ فتح کیا۔ تو وہاں سے ایک لونڈی پکڑ کر اس سے ہمبستری کی۔ خالد بن ولید نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا۔ جس میں یہ تفصیل لکھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوں جوں یہ خط پڑھتے تھے آپ کا رنگ متغیر اور غیض و غضب کے آثار پیشانی انور سے ظاہر ہوتے تھے۔

(حیات القلوب فارسی طبع نو لکھنؤ ص ۶۳۴)

(حیات القلوب اردو طبع لکھنؤ ص ۸۱۱)

یاد رہے کہ اس وقت سیدہ فاطمہ آپ کے نکاح میں تھیں۔ اور حضرت سیدہ کی موجودگی میں دوسری عورت سے تعلق پیدا کرنا آپ کے لئے حرام تھا۔ (صفحہ ۱۸۷ جلد ۱)

اگر شیعہ مذہب کی تمام تفاسیر، احادیث، روایات و اخبار اور معقولات و منقولات سے قطع نظر صرف اسی ایک روایت پر تنقیحات قائم کی جائیں تو شیعیت کا مزعومہ قصر رفیع چند لمحات میں پویند زمین ہو کر رہ جاتا ہے۔

۱۔ مولوی اسماعیل دریں آل محمد والے نے نجات الرسول کے مکتوب مفتوح کے جواب میں بار بار اس لفظ کا اعادہ کیا ہے اور کہا ہے جو معقول و منقول کا علم نہیں رکھتا اس کیلئے ایسے مسئلوں میں پڑنا جائز نہیں۔

شیعہ کہتے ہیں کہ نبیؐ، علیؑ اور فاطمہؑ کو ماسکان و مایکون کا علم تھا۔
پھر صرف ایک معمولی سے شیطان بکڑے نے ذرا سی انگل ہلا کر اتنا ہنگامہ کیسے
پیدا کر دیا۔

علیؑ دیکھتے ہیں کہ بیوی روٹھ کر والد کے گھر جا چکی ہے۔ پھر سیدھے
بیوی کے پاس یا سسرال کے ناں جانے کے مسجد میں جا کر نمازیں کیوں
پڑھنے لگے اور وہیں مٹی کا تکیہ بنا کر کیوں سو گئے۔ بات اصل میں یوں تھی
کہ روٹی دو وقت پکی پکائی مل جاتی تھی۔ بیوی پانی ڈھوتی ہے چکی پیستی ہے
روٹی پکاتی ہے آپ پیٹ بھر کر مسجد میں جا کر جہاں جگہ ملتی ہے آغوش
نیند میں جانے کے عادی ہو چکے ہیں۔ گھر کے ترقاصوں سے بچنے کا یہ بہترین
حرہ تھا۔ اس روز بھی حسب معمول آپ نے ایسا ہی کیا۔ پہلی بار نبیؐ مسجد
میں آتے ہیں مگر آپ کو نہیں دیکھتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ علیؑ کسی کو نہ
کھد رے میں چھپ کر اپنا معمول ادا کر رہے تھے۔ دوسری بار نبی اکرمؐ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آتے ہیں۔ تو سیدنا علیؑ پر نظر پڑتی ہے اور پاؤں کی ٹھوکر
سے جگا کر کہتے ہیں اٹھو! ابو تراب! آج جو مدعیان علم و فضل ابو تراب
کو ایک عزت کا لفظ بنا کر پیش کرنے میں ہلکان ہوئے جا رہے ہیں
ان کے منہ پر لفظ ابو تراب اپنے شانِ نروں کی بنا پر ایک تھپہ ہے
آنحضرتؐ دوبار حضرت علیؑ کو ابو تراب کی کنیت سے مخاطب کرتے ہیں،
اور دونوں بار ایسے موقع پر یہ کنیت استعمال کرتے ہیں جب سیدنا علیؑ
کو مٹی میں لت پت گہری نیند میں مدہوش پاتے ہیں جیسے کوئی غیر ذمہ دار
آدمی ہو اور دونوں دفعہ نبی اکرمؐ حضرت سیدہ کی تکلیف سے متاثر
ہو کر رنجیدگی کی حالت میں یہ الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔ ایسے مواقع

پیر ایسا لفظ اپنے اندر شرف مجد کا کون سا پہلو رکھتا ہے۔ پھر تفسیر نقطہ
 ان سب سے اہم تر ہے جو اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حسن کو نبیؐ
 نے کندھے پر اٹھالیا، حسینؑ کو سیدہ نے اٹھایا اور ام کلثومؑ کی انگلی پکڑ کر
 مسجد میں لے گئے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ سیدہ ام کلثومؑ سب
 سے بڑی ازلا و تھیں جو اپنے پاؤں سے چل کر مسجد میں پہنچیں، یہ واقعہ اگر
 چارہ ہجری کا بھی ہو چونکہ حسنؑ اور حسینؑ کی عمر میں صرف نو ماہ کا فاصلہ تھا
 (تفصیل اپنے مقام پر آئے گی) تو جس وقت سیدہ ام کلثومؑ کا نکاح
 سیدنا فاروق اعظمؓ سے ہوا، اس وقت سیدہ ام کلثومؑ کی عمر کم از کم دس
 گیارہ سال ضرور تھی۔ بشرطیکہ سیدنا فاروق اعظمؓ نے اورنگ نشین
 خلافت ہوتے ہی یہ نکاح کر لیا ہو اور عرب جیسے گرم ملک میں دس
 سال کی لڑکیوں کا بالغ ہو جانا کوئی مستبعد نہیں، مسجد میں پہنچتے ہی سیدنا علیؑ
 کو فرمایا جاتا ہے کہ بلاؤ ابو بکرؓ اور طلحہؓ کو، مصلایکوں۔ یہ بات بھی سن لیجئے
 ان اصحابؓ کی تحریک اور تقاضے سے ہی بنی علیہ السلام نے اپنی دختر سیدنا
 علیؑ کے نکاح میں دی تھی۔ ایسے وقت ضمانت دینے والوں کو طلب کرنا نہایت
 ضروری تھا۔

اب رہ گیا معاملہ ابو جہلؓ کی لڑکی سے نکاح کا! سیدنا علیؑ نے یہ
 ارادہ کیا اور ضرور کیا۔ فریقین کی درجنوں کتابیں اس پر شاہد ہیں۔
 اب کوئی میاں پوستی یہ کہتے پھر رہے کہ وہ کب پیدا ہوئی اور کب جوان
 ہوئی۔ اس کا نام کیا تھا۔ بعد میں اس کا نکاح کس کے ساتھ ہوا یہ
 ایسے ہی سوال ہیں جیسے آپؐ سیدہ کے نکاح کی صحیح تاریخ سے واقف
 نہیں۔ حضرت سیدینؑ کی پیدائش کی تاریخوں سے واقف نہیں۔ آپؐ

کر بلا کے اس واقعہ کی صحیح تاریخ تو درکنار صحیح سال یاد نہیں۔ جس پر آپ نے اتنا کھڑاک مچا رکھا ہے۔ تو ابو جہل کی لڑکی کے ان کو اتھف کی کسے ضرورت تھی۔ آپ مندرجہ بالا سوالوں کا صحیح جواب دیجئے۔ ابو جہل کی لڑکی کے حالات مجھ سے سن لیجئے۔ پوستی صاحب آپ کیا جواب دیں گے۔ مجھ سے سن لیجئے۔ ابو جہل کی لڑکی کا نام جو یہ تھا۔

پیغمبروں کے علاوہ کوئی معصوم نہیں۔ ہر آدمی سے بھول چوک ہوتی ہے۔ سیدنا علیؑ کا سر اگر سیدہ فاطمہؑ نے ایک جشن کے زمانہ پر دیکھ لیا یا آپ نے ابو جہل کی لڑکی سے نکاح کا ارادہ کیا تو یہ عین انسانی فطرت ہے۔ اور ہر انسان فطرت کے تقاضوں کے سامنے مجبور ہے۔ ہاں اس مقام پر ملا مجلسی نے ایک اور شوشہ چھوڑ کر سیدنا علیؑ کی ذات والاصفات پر حملہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے جناب امیر پر حیات فاطمہؑ میں اور عورتیں حرام کی تھیں (ج ۱ صفحہ ۱۸۷) اب کوئی اس بھلا مانس سے پوچھے کہ اگر صورت یہ تھی تو تم خواہ مخواہ شیعان حیدر کے ذہنوں کو پر اگندہ کرنے پر کیوں کمر بستہ ہو۔

علیؑ نے کنیز آزاد کی

جبرائیل نازل ہوئے اور کہا یا محمدؐ حق تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد کرتا ہے۔ کہ علیؑ سے کہو کہ کنیز آزاد کرنے سے اور فاطمہؑ

کو خوش کرنے سے میں نے تم کو بہشت عطا رکھی۔ اور لعوض چار سو درہم جو تم نے مقصد ق کئے اختیار جہنم تم کو دیا۔ میری رحمت سے جس کو تم چاہو داخل بہشت کرو یا داخل جہنم، اور جس کو چاہو میرے عفو سے جہنم سے نکال لاؤ (ج ۱ صفحہ ۱۸۹)

کیسے سستے سودے ہیں۔ کہاں تو سیدنا علیؑ کی حرکات سے نبی اکرمؐ کا اس قدر رنجیدہ ہونا اور صرف ایک لونڈی کو آزاد کرنے سے جنت اور جہنم کا مالک بنا دینا۔

سیدہ زینب بنت رسول اللہؐ

● جب مرض جناب فاطمہؑ پر شدید ہوا۔ جناب امیر کو بلایا۔ اور فرمایا میں تم کو وصیت کرتی ہوں کہ میرے بعد مرنے کے امامہ میری بہن زینب کی دختر کی خواستگاری کرنا۔

(ج ۱ صفحہ ۲۱۲)

● یہ کہ امور خانہ داری کے اوقات اور متاع خانہ داری کی وصیت کی اور کہا میرے بعد امامہ بنت ابی العاص کی میری خواہر زینب کی دختر ہے خواستگاری کرنا کہ وہ میرے فرزندوں پر مہربان ہے۔

(ج ۱ صفحہ ۲۱۶)

● امامہ دختر زینب سے نکاح کرنا کہ وہ میرے فرزندوں پر

مہربان ہے۔ (رج ۱ - صفحہ ۲۲۱)

● نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد - اے یہاں کے لوگو! تم چاہتے ہو میں تم کو ان کی خبر دوں جو اپنے چچا چچی کے سبب سب سے افضل بہتر ہیں۔ اصحاب نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! بیان فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ خالو ان کا قاسم فرزند رسول اور خالہ ان کی زینب دختر رسول ہے۔ (رج ۱ صفحہ ۳۱۸)

نبات الرسول کے سلسلہ میں بہت کچھ کہا گیا اور لکھا گیا ہے۔ میں یہاں صرف ایک بات کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ اگر زینب، رقیہ اور ام کلثوم نبی کی بیٹیاں تھیں تو نبی نے کافروں کے نکاح میں کیوں دیں۔ اس کے ثبوت میں وہ بار بار ولا تنکحوا المشرکین کو پیش کرتے ہیں یہ ایک جاہلانہ بودا اور سطحی استدلال ہے۔ بعثت سے پہلے نبی علیہ السلام اپنے خاندانی طریقوں کے مطابق عمل کرتے رہے، سیدہ رقیہ اور ام کلثوم کا نہایت چھوٹی عمر میں ابولہب کے بیٹوں سے نکاح ہوا۔ اور رخصتی سے پہلے ہی ان میں تفریق ہو گئی۔ اور یہ ہر دو شہزادیاں یکے بعد دیگرے سیدنا ذوالنورین کے

اے مولانا محمد عبدالستار تونسوی اور مولوی اسماعیل لائیپوری کے مناظرہ کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔ ڈاکٹر یاور حسین کا مکتوب مفتوح ابھی ان لوگوں کے سر پر قرض ہے۔

نکاح میں آئیں۔ سیدہ زینبؓ کے متعلق ناسخ التواریخ فارسی کی یہی شہادت کافی ہے اور یہ لفظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرماتے جب سیدہ فاطمہؓ کی مصائب آمیز زندگی سے غمگین ہوئے۔

سیدنا ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعب بنویاشم (جسے یاران طریقت نے شعب ابی طالب بنا دیا) کے زمانہ میں شتر پر گنڈم اور خرما بار کر کے شعب میں مانک دیا کرتے تھے۔ اپنی مرضی سے اسلام لائے اور سرور کائناتؐ نے پہلے نکاح پر سیدہ زینبؓ کو رخصت کر دیا۔ آپ سے دو اولادیں ہوئیں۔ سیدہ امامہ جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور سیدنا علی جو فتح مکہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب تھے۔ اور آپ کے گنڈھے پر سوار ہو کر کعبہ کی دیواروں سے تصویریں صاف کیں۔ اور بت گرائے تھے (یاران طریقت نے یہاں بھی علیؑ نام سے غلط فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

بنی علیہ السلام کے یہ کلمات متعدد کتب میں موجود ہیں۔ ایک لڑکی میں نے ابوالعاصؓ کے نکاح میں دی اور اس نے حق دامادی ادا کر دیا۔ اب رہ گیا میاں پوستی کا ولا تنکھوا المشرکات کا اعتراض ! تو حضرت جی ! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی طالب کی اولاد کی پرورش کی۔ انہیں سنبھالا مگر حیب ام مانی کا رشتہ طلب کیا۔ تو اس چچا نے یہ کہہ کر جواب دیا کہ اشراف کا رشتہ اشراف سے ہوتا ہے۔ اور اسے شریف ملا ہیبرہ۔ جو پہلے بنی علیہ السلام کے خلاف جنگیں لڑتا رہا اور آخر میں کہیں بھاگ گیا اور بحالت کفر مر گیا۔

پوستی جی ابوطالب پر تو مقبول تمہارے وحی نازل ہوتی تھی تو

اس نے کافر کو کیوں بیٹھی دی - اور وہ بھی نبیؐ کی آرزو ٹھکرا کر - اگر اس سے بھی آپؐ کی تسلی نہیں ہوتی اور آپؐ ابو العاصؓ اور عثمانؓ کو کافر اور منافق ہی کہنے پر تلے ہوئے ہیں تو اس کا جواب بھی سن لیجئے -

یہ ہے حیات القلوب قاری کا صفحہ ۵۶۱ -

اس کا مصنف نبیؐ کی تین بیٹیوں کا ذکر کرتے ہوئے کس بھونڈے سوقیانہ اور گستاخانہ انداز سے نبیؐ علیہ السلام کی ذات اقدس پر حملہ کرتا ہے کہ نبیؐ کی نبوت کو ہی اس ظالم نے ہلا کر رکھ دیا ہے - پس اگر دختر عثمان دادہ باشد بنا بر آں کہ در ظاہر داخل مسلمانان بودہ است ولالت مخمکہ بر آں کہ در باطن کافر نبودہ است - و تالیف قلب ایشان و دختر خواستن از ایشان و دختر دادن بالیشان در ترویج دین اسلام و اعلائے کلمتہ الحق مدخلیت عظیم داشت و در این نام مصالح بے شمار بود کہ اکثر آہنہا بر عاقل متاقل پوشیدہ نیست و اگر آنجناب اظہار اتفاق ایشان فرمود و اسلام ظاہر ایشان را قبول فرمود با آن جناب بغیر از قلیلے از ضعفائے ماندند - چنانچہ بعد از ان جناب با امیر المومنین علیہ السلام بغیر از سہ چہار نفر تما ندند - یعنی اگر نبیؐ علیہ السلام نے عثمان کو بیٹھی دی تو عثمان کے ظاہری ایمان کی وجہ سے تھا - عثمان کا ظاہری ایمان اس بات کی دلالت نہیں کرتا کہ وہ باطن میں کافر نہ تھا - اور کافروں کی تالیف قلب کیلئے ان سے لڑ کیا لینا اور ان کو لڑکیاں دینا اسلام کی ترقی اور اعلائے کلمتہ الحق کے فوائد عظیم کے لئے تھا - اور اس میں بے حساب مصلحتیں تھیں - جو اکثر عقلمندوں پر پوشیدہ نہیں - اگر نبی اکرمؐ ان کے اتفاق کا اظہار فرماتے

اور ان کے ظاہر ہی اسلام کو قبول نہ فرماتے۔ تو آنحضرتؐ کے ساتھ چند کمزور اور ضعیف لوگوں کے کوئی نہ ہوتا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد علیؑ کے ساتھ تین چار آدمیوں کے سوا کوئی نہ رہا۔

یہ ظالم لکھتا ہے کہ نبیؐ نے منافقوں کو لڑکیاں دیں۔ اور اس لئے دیں کہ ان کی تالیف قلب منظور تھی۔ اسی تالیف قلب کی وجہ سے ان کی لڑکیاں لیں۔ منافقوں اور کافروں کو اس لئے لڑکیاں دیں کہ اسلام میں ترقی ہو سکے۔ لیکن افسوس! کہ نبیؐ کافروں کو لڑکیاں، دینے کے باوجود سوائے تین چار کے کسی کو مسلمان نہ بنا سکے۔ گویا نبیؐ کی لڑکیاں کافروں کے گھر ہی رہیں۔ اور نبیؐ اس دنیا سے نامراد اور ناکام رخصت ہو گیا۔

ایک دردمندانہ اپیل

میرے شیعہ دوستو! میں نہایت دردمندانہ، ہمدردانہ اور مخلصانہ انداز میں آپ کے سامنے اس حقیقت کو پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ خود سنجیدگی، تحمل، اطمینان، غور اور تفکر سے اپنی کتب کا مطالعہ کیجئے۔ آپ کو واضح، بین، واشگاف اور صاف طور پر منظر آئے گا کہ شیعیت درحقیقت ایک ایسا عجوبہ ہے جس میں معقولات کا وجود ہے نہ منقولات کا۔ یہ سب کچھ ایک ہوائی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس کے خالقین نے سب سے پہلے وصایت کا نظریہ ایجاد کیا۔

جب اس کا متعاقب شروع ہوا تو تقیہ کی آڑ میں پناہ لی۔ اور ساتھ ہی عصمتِ آمیہ کی آواز پیدا کر کے عوام کو بھول بھلیوں میں پھنسا کر ان کے اذنان کو پر گندہ کرنے کی طرح ڈالی۔ وصایت^۱ کے ابتدائی جھوٹ نے آگے چل کر اپنی ذریت یعنی معصومیت اور تقیہ کی وہ چیتان تیار کی کہ ان سے خود بخود گمراہی کی اور راہیں پیدا ہوتی چلی گئیں۔ یہ اسی بے سرو پائی کے نتائج ہیں کہ آج شیعہ مذہب کا کوئی پہلو یا ایک آدھ مسئلہ بھی ایسا نہیں، کوئی ایک تاریخی روایت بھی ایسی نہیں جس کے کئی پہلو نہ ہوں۔ اس لئے یہ سبق بھی دیا گیا کہ شیعہ مذہب کے ستر پہلو ہیں۔ آپ مناظرۃ ذہین اور مجادلانہ انداز سے دستکش ہو کر صرف ایک بات پر آئیے کہ قرآن کے متعلق شیعہ مذہب کے کیا نظریات ہیں۔ قرآن کتنے ہیں۔ کہاں ہیں کب سامنے آئیں گے۔ آپ کا عمل کس قرآن پر ہے تو تمام مسئلے حل ہو جائیں گے۔ میرے دوستو! نبات الرسول^۲ سے آپ اس لئے انکاری ہوئے کہ نبی کی ایک بیٹی کا مقام بلند کر کے دکھایا جائے حالانکہ بقول صاحب تحفۃ العوام آپ

۱۔ وصایت کے نظریہ کا خالق عبد اللہ بن سبا تھا۔

۲۔ اساس الاصول مصنف مجتہد العصر مولوی دیدار علی کا صفحہ ۷۵ ترجمہ۔ امام جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بے شک میں ستر پہلو رکھ کر بات کرتا ہوں ہر پہلو سے نکل جانے کا راستہ رہتا ہے۔ ابو بصیر سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے امام جعفر علیہ السلام سے سنا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں جب کوئی کلام کرتا ہوں تو اس میں ستر پہلو رکھ لیتا ہوں۔ جب چاہوں تو اس پہلو کو اختیار کر لوں اور جب چاہوں اس پہلو کو لے لوں (یہ کلام ہے ممنوعہ التقیہ امام کا اور مامور التقیہ کا کیا پوچھنا)

اس سلسلہ میں نبی کو ایذا پہنچانے کا موجب بنے۔ سیدنا عمر کے ساتھ سیدہ ام کلثوم بنت علیؓ کے نکاح کے اس لئے انکار ہی ہوئے کہ جو سیت کو فاروق اعظم نے دنیا سے نیست و نابود کیا تھا۔ آپ نے علیؓ اور فاطمہؓ کو در بدر پھرایا۔ اور گلیوں میں گھسیٹا اور محض اس لئے کہ صحابہ کرامؓ کی شان میں کلمات کفر کا جواز پیدا ہو سکے۔ وہ تو ہونے سے رہا۔ مگر آپ سیدنا علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کو بجائے معصومیت کا مقام دلانے کے ان کی بے ادبی کا موجب ضرور بنے آپ نے وصایت کا ثبوت پیش کرتے کرتے یہاں تک ذلت امیر عربہ استعمال کئے کہ معاذ اللہ نبی نے اسلام کی تردید کے لئے کفار کو لڑکیاں دیں۔ مگر اس کے باوجود بھی سوائے تین چار کے کوئی سچا مسلمان بنی نہ بنا سکا۔ امت مرحومہ نے آج تک اس معاملہ میں غصہ بصر سے کام لیا۔ اور اس طرف کوئی اعتنا نہ کیا۔ آخر کسی کو کیا پٹری تھی۔ کہ آپ کے ان پرائیویٹ معاملات میں پڑتا۔ گوسٹ صحابہ کا سلسلہ صدیوں سے جاری تھا۔ اور وہ کسی حد تک آپ کی کتابوں کی زینت تھا۔ چند ستر پھرے کہیں کہیں اپنی مجالس میں کچھ کہہ اٹھتے تھے۔ اور اب جبکہ علی الاعلان لاؤڈ سپیکروں کے ذریعے گلیوں اور کوچوں میں مجالس و محافل میں آپ کے واعظین اور ذاکرین نے ایک منظم دھنپ کے تحت اس کار بد پر اپنا زور بیان ختم کرنے کی گویا قسم اٹھا رکھی ہے۔ تو ہمیں بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم اس کے ازالہ اور دفعیہ کے وسائل اپنے مفقود رہبر عمل میں لائیں۔ مفضلہ ایک گروہ اور ایک جماعت نہیں بلکہ کئی جماعتیں آپ کے نظریات اور آپ کی پیش کردہ تاریخوں کی غلط بیانیوں کی تہہ پیر کھیلے میدان عمل میں آ چکی ہیں۔ آج تک آپ کا کوئی مجتہد کوئی مبلغ اعظم کوئی فاضل کوئی عالم کسی ایک متنازعہ امر میں عہدہ برآ نہیں ہو سکا۔ اور نہ آئندہ اس کی امید رکھی جا

سکتی ہے۔ چونکہ آپ کا تمام علمی سرمایہ ترمذیات کا مجموعہ اور دیو مالانی،
داستانوں کا پلندہ ہے۔

اب چھوڑیئے صفہ اور ہٹ دھرمی کو۔ اپنی مخصوص مجلسوں میں گرجنے
برسنے کو خیر باد کہہ دیجئے۔ عوام کو حب اہلبیت کے ناک پر گمراہ نہ کیجئے۔
ان ہذا صراطی مستقیم کو غور سے پڑھئے اور سیدھے راستے پر آجائیے۔ ورنہ
میری ان باتوں کو مجذوب کی بڑ نہ سمجھئے وہ وقت انشاء اللہ قریب
آنے والا ہے کہ آپ کے حواری ہی آپ کا راستہ کاٹنے کو تیار ہو جائیں
گے۔

مقام قبر فاطمہؑ

مقام قبر جناب فاطمہؑ میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں بقیع میں نزدیک
قبور آئیمہ ہے۔ بعض کہتے ہیں درمیان قبر رسول خدا اور منبر آنحضرت جناب
سیدہ دفن ہیں۔ اس لئے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا۔ میری قبر اور منبر کے
درمیان ایک باغ ہے باغنمائے بہشت سے اور میرا منبر ایک دروازہ ہے
دروازہ ثنائے بہشت سے (افسوس کہ آپ کے شیعوں نے حضرت امیرؑ
کو ایک دن بھی اس منبر پر بیٹھنے کا موقع نہ دیا۔ اور دھوکے اور فریب سے
کو فہ لے گئے) اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ جناب فاطمہؑ کو گھر میں ہی دفن کیا

(ج ۱ صفحہ ۲۲۸)

ناگاہ قبر شریف زمین کے برابر ہو گئی اور نشان باقی نہ رہا۔ اور

”ناروز قیامت دریافت نہیں ہو سکتا کہ قبر کہاں ہے۔
(ج ۱ صفحہ ۲۲۸)

تبصرہ

حضرات شیخینؒ کے خلاف زہر اگلتے اگلتے سیدہ فاطمہ کی قبر تک کو
ملیا میٹ کر دیا۔ اسی جلا رالعیون میں ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ سیدہ کی
قبر کے ساتھ علی نے چالیس اور قبریں تیار کیں۔ تاکہ کوئی منافق سیدہ
کی نعش نکال کر بے حرمتی نہ کرے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ مجہول بکنا کیا چاہتا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم نہیں
کہ میری اس بکو اس سے جناب سیدہ کی عزت کا کوئی پہلو سامنے آتا ہے
یا سراسر ذلت اور رسوائی کا۔

خدا ان محبان اہلبیت کو ہدایت دے۔ یقولون با فواہم
مالیس فی قلوبہم !

عمر شریف جناب فاطمہؑ

عمر شریف بوقت وفات اٹھارہ سال تھی۔ بعض نے اٹیس سال بعض
نے پینتیس سال، بعضوں نے سینتیس سال اور بعض نے اڑتیس سال بھی کہی
ہے۔ (ج ۱ صفحہ ۲۳۲)

لیجئے یہ مسئلہ بھی میں حل کر دیتا ہوں۔ گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا

ہے کہ سیدہ خدیجہ نکاح کے فوراً بعد امانتدار سیدہ فاطمہ ہو گئیں۔
 گویا جب بنی علیہ السلام کی عمر پچیس سال تھی آپ پیدا ہوئیں۔ چودہ
 سال قبل نبوت کے تیس سال نبوت کے اور چند ماہ صدیق اکبر کی خلافت
 کے اس لحاظ سے آپ کی عمر بوقت وفات سینتیس سال تھی۔ اور یہ مسئلہ
 بھی حل ہو گیا کہ سیدہ فاطمہ نبی اکرمؐ کی تمام اولاد سے بڑی تھیں۔ اور قبل نبوت
 پیدا ہوئی تھیں۔

علیؑ خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے

یہاں اس بات کو بغور ذہن نشین کیجئے کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی پیدائش سے بہت پہلے عمر بن لُحی نے بیت اللہ میں ایک بت لاکر رکھا تھا۔
 اور پھر اس پر جدتیں شروع ہو گئیں۔ ہر قبیلہ نے اپنا جدا بت گھڑا اور
 کعبۃ اللہ میں رکھ دیا۔ اس روایت پر سب متفق ہیں کہ بنی اکرمؐ کی بعثت
 کے وقت ۳۶۰ بت تھے اور خانہ کعبہ کی دیواروں پر جو ترصویریں تھیں۔
 ان کا حساب ہی نہ تھا۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے ذرا ذہن کو اس طرف منعطف
 کیجئے کہ جب کسی بت خانہ سے بت دور کر کے اس میں باقاعدہ نمازیں پڑھنی
 شروع کی جائیں تو وہ بت خانہ ہی رہے گا یا مسجد بن جائے گا۔ اور جس مسجد میں
 نماز کی بجائے بت رکھے جائیں۔ ان کی آرتی اتاری جائے ان کی پوجا شروع ہو
 جائے ان سے حاجتیں طلب کی جائیں تو مسجد رہے گی یا بت خانہ بن جائے گا۔
 سیدنا علیؑ کی پیدائش کے وقت یعنی دس سال قبل نبوت خانہ کعبہ بت خانہ

وہاں تمام مشرکانہ اعمال کی ادائیگی ہوتی تھی۔ اب علی کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے ان کے شیعہ فاطمہ اسدیہ زوجہ ابوطالب کو وضع حمل کے وقت گھسیٹ کھساٹ کر بت خانہ میں پہنچاتے ہیں۔ یہ صورت تو الگ رہی اب دوسری صورت بھی سن لیجئے۔

تمام بے فکر اپنے فرحت کے لمحات کعبہ کے صحن میں گزارتے تھے۔ کہیں ابوہبیل اپنے یاروں کے جھرمٹ میں بیٹھا ہے کہیں اور کوئی۔ اور وضع حمل کا وقت ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت جس پردہ کا اہتمام کیا جاسکے کیا جاتا ہے۔ مگر ابوطالب ایسی حالت میں کہ بیوی دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ اسے پکڑ کر مجمع عام کے درمیان سے گزار کر بت خانہ میں لے جاتا ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

۱۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ وحی سنی، اٹھا اور قریب فاطمہ بنت اسد اس وقت پہنچا جبکہ وہ دردِ زہ میں مبتلا تھیں پس جبرائیل نے کہا یا محمد میں آپ کے اور ان کے درمیان پردہ ڈالتا ہوں۔

۲ گویا تیس سال کی عمر میں بنی علیہ السلام پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی تھی آپ پردہ کے پیچھے بیٹھے جب علی پیدا ہوئے اپنے داہنے ہاتھ سے ان کو اٹھا لیجئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جبرائیل نے مجھے آواز دی کہ اے محمد اپنا ہاتھ بڑھائیے اور علی کو اٹھا لیجئے۔ میں نے اپنا داہنا ہاتھ بڑھایا اور علی میرے ہاتھ میں آگئے (خود بخود) جب میں علی کو قریب لایا علی نے اپنا داہنا ہاتھ اپنے داہنے کان پر رکھا اور بآواز بلند آذان و اقامت کہی۔ (ج ۱ صفحہ ۲۵۴)

۳ کون سی آذان اور اقامت، حالانکہ یہ بات تو اتر کی حد تک مسلمہ ہے کہ آذان کی ابتدا مدینہ میں عمر کے مشورہ سے ہوئی۔

۲۔ امام زین العابدین سے روایت ہے کہ ایک روز فاطمہ بنت اسد گرد کعبہ طواف کر رہی تھیں۔ اور جناب امیر شکم میں تھے۔ اثنائے طواف فاطمہ بنت اسد کو درد زہ ہوا۔ اس وقت بمقدور ت الہی دیوار کعبہ شکافہ ہو گئی اور فاطمہ خانہ کعبہ میں گئیں اور جناب امیر اس مکان مکرم محترم میں طاہر و مطاہر متولد ہوئے۔ (ج ۱ - صفحہ ۲۵۵)

۳۔ ابوطالب کو بنی اکرم نے غمگین و ملول دیکھ کر وجہ دریافت کی تو ابوطالب نے کہا۔ فاطمہ درد زہ سے مضطرب ہے۔ یہ سن کر حضرت رسول اکرم ابوطالب کا ماتھے اپنے ماتھے میں لے کر قریب فاطمہ بنت اسد کے آئے اور فاطمہ کو قریب کعبہ معظمہ لائے اور فاطمہ کو کعبہ کے اندر لے گئے اور کہا بنام خدا بیٹھو کہ وہ فرزند مکرم اس مکان محترم میں پیدا ہوگا۔ ناگاہ علی پاک پاکیزہ کہ کوئی کثافت نہ تھی ناف بریدہ نختہ کئے ہوئے متولد ہوئے۔ (ج ۱ - صفحہ ۲۵۵ - ۲۵۶)

۴۔ فاطمہ بنت اسد کہتی ہیں۔ جمیع زنان عالمیاں پر جو مجھ سے پہلے گزری ہیں۔ مجھے فضیلت دی۔ اس لئے کہ مجھ سے خانہ برگزیدہ حق تعالیٰ میں فرزند پیدا ہوا۔ اور میں تین روز اس خانہ محترم میں رہی، طعام و میوہ پائے بہشت کھائے۔ (ج ۱ صفحہ ۲۶۹)

۵۔ پس فاطمہ تین روز خانہ کعبہ میں رہیں۔ (ج ۱ صفحہ ۲۶۸)

اس طرح اس سطر سے پہلے بڑی طویل تمہید ہے۔ کہ فاطمہ نے دعا کی کہ میں تمام پیغمبروں پر ایمان لائی وغیرہ وغیرہ

علیؑ کی پیدائش

علیؑ کی پیدائش کے وقت نبی علیہ السلام کی عمر تیس برس تھی۔

(ج ۱ صفحہ ۲۵۱)

صرف مجلسی کی ایک کتاب میں علیؑ کی پیدائش کے متعلق کچھ مختلف روایات ہیں جو سب کی سب ایک دوسری سے متضاد ہیں۔ اسی طرح اگر شیعہ مذہب کی باقی کتب سے بھی پیدائش علیؑ کے مناظر کا احاطہ کیا جائے تو نامعلوم کس قدر متضادات سامنے آئیں گے۔

حضرت علیؑ کی پرورش

جناب امیئر کو مفل اطفال میں لپیٹا۔ جناب امیر نے اس کو پھاڑ ڈالا۔ پھر مضبوط کپڑے میں لپیٹا اس کو بھی پھاڑ ڈالا۔ آخر یہاں تک کہ دو تین چار کپڑوں میں لپیٹا، سب کو پھاڑ ڈالا۔ پھر چھ جامہ دیباہوں، ایٹا اور مضبوط چمڑا اس پر لپیٹ دیا۔ جناب نے سب کو پھاڑ ڈالا۔ (ج ۱ صفحہ ۲۵۰)

ولیم

تین سو اونٹ اور ایک ہزار گوسفند و

گائے و بچ کئے۔ (ج ۱ صفحہ ۲۵۰)

تبصرہ

یہ بار بار کی لپٹا لپٹی اور وہ بھی دیبا جیسے قیمتی کپڑے میں اور ولیمہ میں اس قدر جانوروں کا ذبح کرنا ملا صاحب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ پیدائش پر عقیقہ ہوتا ہے ولیمہ نہیں ہوتا۔ ولیمہ نکاح کے موقع پر ہوتا ہے۔ ابوطالب جیسے قلائش اور مفلس کے لئے بیان کرنا، ملاں مجلسی کا ہی کام ہے۔ ابوطالب غریب تو اس قدر نادار تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اقلاس اور ناداری سے متاثر ہو کر علیؑ کو اپنے گھر لے گئے۔ اور دوسرے بیٹے کو عباسؓ کے سپرد کیا۔ ابوطالب لنگڑا تھا اور دور دراز کے ملکوں کی تجارت سے معذور تھا۔ گھر میں ہی خوشبوئیں وغیرہ بیچ کر بمشکل گزارہ کرتا تھا۔

علیؑ نے پیدا ہوتے ہی قرآن پڑھا

طویل تمہید کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے کہ اس کے بعد قرآن جو منجھ پر نازل ہوا منجھ اس کے کہ منجھ سے سنا ہو پڑھا۔ میں نے علیؑ سے باتیں کیں۔

(ج ۱ صفحہ ۲۵۵)

اے تفصیل کیلئے دیکھیے حقیقت مذہب شیعہ صفحہ ۱۲۹ تا ۱۳۸

حبیب کون ہے

ابن عباس نے کہا کہ حضرت اس روز (یعنی وفات کے دن) مکرر فرماتے تھے۔ میرے حبیب کو بلاؤ اور جس کو لوگ سامنے لاتے تھے اس سے حضرت منہ پھیر لیتے تھے۔ جناب فاطمہؓ سے لوگوں نے کہا ہمیں یقین ہے۔ کہ آپ حضرت علی ابن ابی طالب کو بلا تے ہیں۔ جناب فاطمہؓ گئیں اور جناب امیر کو بلا لائیں منظر مبارک سید انبیاءؐ روئے منور سید اولیاءؑ پر پڑی غسنے لگے۔

(ج ۱ صفحہ ۱۲۳)

علیؑ نے قرآن پیدا ہوتے ہی بغیر نبی کے پڑھائے پڑھ لیا۔ اس کے بعد تینتیس سال زندگی کے نبی کے سائے میں گزارے مگر وفات کے وقت اور تو سب موجود ہیں سید اوصیا موجود نہیں۔ اور کسی کو بشمول فاطمہؓ اور حسینؑ اور عباسؑ اس وقت معلوم نہیں کہ نبیؐ کا حبیب کون ہے۔ بار بار مختلف لوگوں کو پکڑ پکڑ کر نبی کے پیش کر رہے ہیں۔ مگر نبیؐ ہر بار منہ پھیر لیتے ہیں جب کہیں جا کر حضرت ابوترابؑ کو ہمیں کسی مقام سے غالباً مٹی پر سے سوتا ہوا پکڑ کر لاتے ہیں تو نبی کے چہرے پر خوشی کے آثار پیدا ہوتے ہیں اے

اے حقیقت مذہب شیعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کوئی سجاد بخاری تفسیر ابن کثیر کے حوالے سے حضرت فاروق اعظمؓ کے متعلق گوہر فشاں ہیں۔ عمر کہتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حضورؐ کے بعد خلیفہ کون ہے (المبلغ منی س۶) حضرت بخاری صاحب نبی کے آخری وقت (باقی صفحہ ۸۷ پر دیکھیے)

علی کا قاتل شیعہ تھا

حضرت علیؑ کی شہادت

یہاں بھی طویل تہمید کے بعد نبی علیہ السلام کی طرف یہ روایت منسوب کی گئی ہے کہ اے علی سو ہزار شمشیر عراق تمہاری مسدد گارہوں گی۔
(ج ۱ صفحہ ۲۵۸)

● حضرت علیؑ نامہ اور فہرست اسامی پڑھ رہے تھے۔ جب منظر ابن ملجم تک پہنچی تو فرمایا تو ہی عبدالرحمن ابن ملجم ہے اس نے عرض کی ناں بایا امیر المومنین میں ہی ہوں۔ حضرت نے فرمایا عبدالرحمن پر لعنت ہو اس ملعون نے کہا یا حضرت میں تو آپ کا دوست ہوں۔ حضرت نے فرمایا تو جھوٹا ہے۔ بخدا سو گند تو میرا دوست نہیں ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۶ سے آگے

نامعلوم کتنا وقت حضورؐ اپنے جیب کو بلانے کا تقاضا کر رہے ہیں۔ مگر کسی کو معلوم نہ ہو سکا کہ جیب کون ہے اور ایک تفسیر سے آپ کو معمولی سے لفظ مل گئے تو آپ پٹساری بن گئے۔

ابن ملجم نے آپ کی بیعت کی

اور تیسری بار حضرت نے اس سے بیعت لی جب وہ چلا حضرت نے پھر اسے بلایا اور قسمیں دیں کہ بیعت سے نہ پھرتا اور عہد و پیمان لاتے پختہ و محکم اس سے لئے پھر جب وہ چلا پھر اسے بلایا اور مکرر تاکید کی

(ج ۱ صفحہ ۲۶۰)

زخمی ہونے کے بعد ابن ملجم کو مخاطب کر کے کہتے ہیں ، کیا میں تجھ پر مہربان نہ تھا۔ کیا میں نے تجھے اوروں پر اختیار نہیں کیا۔ کیا تجھ سے میں نے احسان نہیں کیا۔ اور لوگوں سے زیادہ عطا نہیں کیا (ج ۱ - ۲۸۳)

سیدنا علیؑ نے پیدا ہوتے ہی قرآن پڑھا۔ آذان دی اور اصل بات یہ کہ آپ رب السموات والارض تھے۔ آپ جانتے تھے۔ کہ ابن ملجم میرا قاتل ہے تو پھر اپنے قاتل کو اپنی بیعت میں داخل کرنے کا مطلب؟ بات ابن ملجم پر ہی ختم نہیں ہوتی آپ کے تمام شیعہ ہی اس قسم کے تھے۔ چنانچہ مجلسی صاحب فرماتے ہیں کہ جناب امیرنا فرمانی و متفاق و شقاق اصحاب سے دل تنگ ہوئے اور لشکر معاویہ نے اطراف نواحی ملک جناب امیر پر غارت شروع کی (لعنت اللہ علی الکاذبین) اور بغرض محال اصحاب معاویہ نے غارت شروع کی تو علیؑ کے بھائی عقیلؑ بھی ان غارتگروں میں شامل تھے) اور اصحاب نے نصرت و مدد گاری نہ کی۔ اس وقت جناب امیر نے بالائے منبر ارشاد فرمایا

بجدا سو گند مجھے منظور ہے کہ خدا مجھ کو تم سے اٹھالے۔ پھر ارشاد کیا خداوند
 تو جانتا ہے کہ میں ان سے تنگ آ گیا ہوں اور یہ مجھ سے تنگ آ گئے ہیں۔ (آپ
 تو ان کی نافرمانیوں سے تنگ آئے۔ مگر وہ آپ سے کیوں تنگ آئے۔۔۔۔۔
 میں ان سے ملول ہوں اور یہ مجھ سے ملول ہیں۔ خداوند مجھے ان سے،
 راحت عطا کر اور ان کو مبتلا بہ بلا اس شخص کے ماتھے سے کر کہ بعد اس کے
 یہ مجھے یاد رکھیں چنانچہ کربلا کے مقام پر ہلال بن نافع بھی حضرت حسینؑ کو
 مخاطب کر کے کہتا ہے یا ابن رسول اللہ! آپ کے جد بزرگوار سے نہ
 ہو سکا کہ اپنی محبت قلوب مردم میں مستحکم کرتے اور ان کو اپنی اطاعت
 پر ثابت قدم رکھتے۔ بہت منافقین ایسے تھے کہ ان سے وعدہ دلصرت
 کرتے تھے اور دراصل مکروہ عذر پر مستعد تھے۔ یہاں تک کہ انتقال
 فرمایا اور آپ بھی آج اس گروہ اشرار کے عذر و ٹکر میں گرفتار
 ہیں۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۷۰)

تبصرہ

معلوم ہوتا ہے آپ کی اس دعا نے الٹا اثر کیا۔ تاریخیں
 ان حقائق و شواہد سے پُر ہیں کہ جب سیدنا حسنؑ نے امور خلافت سیدنا معاویہؓ
 کے سپرد کر کے ان کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ تو اس سال کو لوگوں نے
 عام الجماعت کا نام دیا۔ سیدنا معاویہؓ نے قاتلین عثمانؓ کو چنڈا میں ٹکانے
 لگا دیا۔ جو لوگ سیدنا علیؑ کو تخت خلافت پر بٹھانے کا موجب تھے۔ ان کا مقصد
 سیدنا علیؑ کی آڑ میں اپنے اس قتل عثمانؓ کے جرم سے بچنا تھا۔ سیدنا علیؑ بجائے

اس کے کہ ان سے قصاص لیتے ان کی مدد سے آپ نے امت کو ایک خلافت پر مجتمع کرنے کی کوشش کی۔ جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ آپ کا چار پانچ سالہ دور خلافت اگر اسے خلافت کہا جائے۔ (چونکہ آپ کی خلافت پر اجتماع نہ ہو سکا ان کے لئے کانٹوں کا تاج بنا رہا۔ اور آخر اپنے ایک شیعہ کے ہاتھ سے جام شہادت نوش فرما کر عازم خلد بریں ہو گئے) تو مسلمانوں کے لئے ایسا بدترین دور تاریخ اسلام میں ملنا محال ہے

حضرت علیؑ کی نصیحتیں

جلد ۱ صفحہ ۲۷ ، ۲۸

میں آپ کی منہایت مہر وار درج کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کے شیعوں کا عمل ان منہایت پر واضح کرنے میں آسانی رہے۔

۱۔ در باب قرآن خدا کو اس طرح یاد رکھو کہ کوئی تم پر عمل کرنے میں اس پر سبقت نہ کر سکے۔

۲ قول۔ ذرا مہربانی کر کے وہ قرآن دکھائیے۔ جس پر سیدنا علیؑ عمل کرنے کی ترغیب فرما رہے ہیں۔ قرآن تو آپ نے سنزمہر کر کے بند کر دیا تھا جسے آپ اپنے دور خلافت میں بھی ظاہر نہ کر سکے اور فرمایا کہ یہ قرآن تم قیام قائم آل محمد تک نہیں دیکھو گے۔ موجودہ قرآن تو اہل سنت کا ہے۔ اگر آپ نے اس پر عمل کرنے کی ہدایت فرما رہے تو تم کتنے نافرمان ہو کہ تمہارا جو ایراغیرا اٹھتا ہے اس پر اعتراض جڑ دیتا ہے۔

۲۔ خدا کو در باب خانہ کعبہ یاد کرو۔ کہ ہرگز جب تک تم ہو وہ تم سے خالی نہ رہے۔ اس لئے کہ اگر حج خانہ کعبہ کو ترک کر دو گے جہالت نہ پاؤ گے اور بہت جلد عذاب خدا تم پر نازل ہوگا۔

۱۔ قول۔ ذرا دل پر ماتھہ رکھ کر بتائے کہ آج کتنے شیعیان علی حج کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ حج کے موقعہ پر بمشکل آپ کی تعداد ایک فی ہزار بھی کبھی دیکھنے میں نہیں آتی۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ کربلا کا حج بڑی دھوم دھام سے کیا جاتا ہے۔

ایسا کیوں نہ کیا جائے جبکہ کعبہ کی زمین نے کربلا پر فخر کیا تو خدا نے اس کی طرف وحی کی کہ خاموش ہو جا اور فخر نہ کر اس لئے کہ میں نے اس میں موسیٰ سے کلام کیا۔ زمین کربلا ربوہ ہے۔ مریم اور عیسیٰ مسیح کو اس میں میں نے جگہ دی۔ الی ربوۃ ذات قرار معین، شاطی الوادی، الایمن کربلا ہی ہے۔ معین نہر فرات ہے۔ بہشت کے پر نالے فرات میں جاری ہوتے ہیں۔

(تلیخیص تصویر کربلا صفحہ ۹ - ۱۰)

چنانچہ شیعہوں کے مجتہد حائری صاحب فرماتے ہیں۔ اندریں حالات مسلمانوں کو ان کے بیت اللہ شریف کا حج نہ کرنے پر متعجب نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ شیعہوں کی معتبر کتب میں کعبہ سے زیادہ کربلا کا ثواب لکھا ہے اور بالخصوص عرفہ کے دن جو نہم ذوالحجہ کو روز حج ہے قبر حسین کی زیارت کرنے کا ثواب اس قدر بیان کیا گیا ہے کہ کوئی شیعہ اسے چھوڑ کر کعبہ کا

۱۔ اب ربوہ ضلع سرگودھا میں آگیا ہے اور مرزا یوں کا گڑھ ہے

رخ نہیں کر سکتا۔ اس لئے شیعہ مہولے سے بھی مکہ کا رخ نہیں کرتے چنانچہ جامع عباسی کے صفحہ ۳۰ پر لکھا ہے کہ حج کے دن زیارت کرنے سے ایسے بیس حج اور عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ جو کسی نبی یا امام کے ساتھ کئے ہوں بعض روایات کے مطابق ایک حج مقبول اور دس لاکھ جہادوں کے برابر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوے حج میرے حجون سے اور ہر ایک حج کے ہمراہ عمرہ بھی کیا ہو اس کا ثواب اس فرزند (حسینؑ) کے زائر کو ملے گا (جلد ۲ صفحہ ۱۰۵)

آگے چل کر یاران سرپل نے کربلا کا پتہ بھی کاٹ دیا۔ چنانچہ مجلسی لکھتا ہے کہ فرمایا امام موسیٰ رضا نے۔ پس جو کوئی اس میری غربت میں زیارت کرے گا۔ خداوند عالم ایک لاکھ شہید ایک لاکھ صدیق ایک لاکھ حج کرنے والوں کا اور ایک لاکھ عمرہ کرنے والوں کا اور ایک لاکھ جہاد کرنے والوں کا ثواب اس کے تمام اعمال میں لکھے گا۔ اور ہمارے زمرہ میں وہ شخص محشور ہوگا۔ اور درجات عالیہ بہشت میں ہمارا رفیق ہوگا۔

(جلد ۲ صفحہ ۳۷۱)

یاد رہے کہ آپ کو مارون کے مقبرہ میں دفن کیا گیا تھا۔ اب علی کے اس حکم کی کیا قدر رہ جاتی ہے کہ تم خدا کو درباب کعبہ یاد کرو۔

صفحہ ۳۱ جلد ۲ تصویر پر کربلا میں ہے کہ عید کے دن اور عرفہ کے دن، زیارت کرنے سے ہزار حج اور ہزار عمرہ بہرہ ور کا ثواب ملتا ہے۔

(بحوالہ رسالہ نمبر ۲۰ الموسوم بہ کربلا شائع کردہ)

دائرة الاصلاح محرم صفحہ ۸ تا ۱۰ الم ۱۳۴)

مجھے بڑا متعجب اس بات پر ہے کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضل کی طرف منہ کر کے یہ لوگ کیوں نماز میں پڑھتے ہیں اور اگر وہ ایسا کریں تو اپنے مجتہد العصر والزمان سرکار شریعت دار قبلہ حائری صاحب کے فتوے کے مطابق کہ شیعہ مذہب ہر پہلو سے اہلسنت سے مختلف ہے اور ناجی ہونے کی شرط یہ ہے کہ ہر کام میں اہلسنت کی مخالفت کی جائے انہیں جرات سے کام لے کر فوراً اعلان کر دینا چاہیے۔ کہ آئندہ کمر بلا کی طرف یا مشہد کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے۔

۳۔ خدا کو درباب نماز یاد کرو۔ کہ وہ بہترین اعمال اور ستون دین ہی
۱۔ اقوال۔ سیدنا علی کو کیا معلوم تھا کہ میں کن لوگوں کو بتا رہا ہوں کہ نماز دین کا ستون ہے۔ اس طرح تو نماز ارکان دین میں شمار ہو جائے گی۔ اور شیعہ اسے فروعات دین سے بھی شاید کسی وقت خارج کر دیں۔ عملاً تو ایسا کر رہے ہیں۔ ایک طرف مجلس عزاء ہے دوسری طرف نماز کا وقت ہے مگر ماتم جاری ہے اور نماز عنقا۔
۴۔ اور خدا کو درباب جہاد فی سبیل اللہ اپنے اموال اور جانوں اور زبانوں سے یاد کرو۔ اور جانو کہ راہ خدا میں جہاد نہیں کر سکتا۔ مگر وہ امام کہ پیشوائے راہ ہدایت ہو۔

۱۔ قول۔ سب سے پہلے تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا حسن نے حق امامت معاویہ کے حوالے کر دیا۔ اور سیدنا حسین نے بھی سیدنا معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر سیدنا حسین کو منصب امامت کس نے تفویض کیا۔ اور انہوں نے کس امام کے حکم سے جہاد کیا۔ امام تو اس وقت یزید تھا۔ چلیے اسے بھی چھوڑیے کمر بلا

کے سانحہ کے بعد پورے ۵۵ علوی جہاد کی نیت سے امویوں اور عباسیوں کے خلاف میدان میں اترتے رہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان میں سے بعض قتل ہوئے۔ بعض توبہ تائب ہوئے اور خلفائے وقت سے وظائف لے کر گوشہ نشین ہو گئے۔ یا گرفتار ہو کر کسی پھوپھی، ماسی، اور بہن کی سفارش سے بچ گئے۔ جو خلیفہ وقت کے کسی نہ کسی عزیز کے نکاح میں تھی۔ مگر یہ بتائیے کہ وہ کس امام کے حکم سے خروج کرتے ہیں یا یہ تمام پینسٹھ خروج کرنے والے امام تھے۔ اور شیعوں کے آئینہ ردائے ترقیہ لمیٹ کر خاموش بیٹھے رہے۔

۵۔ اور خدا سے درباب اصحاب پیغمبر ڈرو۔ اور ان کی اطاعت کرو کہ انہوں نے کوئی بدعت دین خدا میں نہیں کی۔ اور صاحب بدعت کو راہ نہیں دی۔ بدرستیکہ رسول خدا نے اپنے اصحاب کے حق میں تم کو وصیت فرمائی اور اس پر لعنت کی جو اصحاب اور غیر اصحاب میں سے بدعت جاری کرے۔

۱ قول۔ میں شیعہ دوستوں سے ہی پوچھتا ہوں کہ ملاں مجلسی نے سیدنا علیؑ کی زبان سے جن اصحاب کا ذکر کیا ہے وہ کون تھے اور کتنے تھے۔ ان سے مراد سلمانؓ، مقدادؓ، اور ابوذرؓ ہے تو ذرا یہ بتائیے کہ سیدنا علیؑ کی شہادت کے وقت وہ کہاں تھے۔ جن کے متعلق یہ وصیت فرمائی جا رہی ہے اور اگر وہ تھے جو اس وقت سیدنا علیؑ کے ہمراہ تھے تو ان سے آپ خود نالاں تھے۔ آخر یہ اصحاب تھے کون۔ آویہ بات میں

۱۔ یہاں میاں پوستی کو ایک طویل الہام ہوا ہے۔

آپ کو سمجھاؤں اور بتاؤں۔ بشرطیکہ چند لمحات کے لئے سیاحت کو
زمین سے جھٹک کر سننے کے لئے تیار ہوں۔

ومن کتابہ علیہ السلام ابی معاویہ انہما یحییٰ
القوم الذین بالیہود ابابکر وعمر وعثمان علی ما
بالیہود علیہ فلم یکن للشاہدان یختارون ولا
للغایت ان یرور انما الشوری للمہاجرین والانصار
فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان ذالک للہ
رضی فان خرج من امرہم خارج بطعن او بدعت
ردوہ الی ماخرج منہ فان ابی قاتلوه علی اتباع
غیر سبیل المومنین (نیج البلاغہ صفحہ ۱۹۷)

ترجمہ: حضرت علیؑ نے جو امیر معاویہ کو خط لکھا۔ اس کا
مضمون یہ تھا کہ میری بیعت اس قوم نے قبول کی ہے۔ جنہوں نے ابوبکر
عمر و عثمانؓ کی بیعت جس امر پر کی تھی۔ پس حاضر کے لئے تامل کرنے اور
غایت کے لئے روک کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس بارہ میں مجلس
شوریٰ صرف مہاجرین و انصار کی متحدہ مجلس ہے۔ ان کا اتفاق جس
شخص پر ہو کر امام منتخب کیا گیا خدا کو بھی وہی پسند ہے۔ پھر اگر ان
کے حکم سے کوئی شخص نکل کر خلیفہ کی طعن و تشنیع یا کسی جدید بدعت
پر مکر بند ہوا تو اس کو خلیفہ کی اطاعت کی طرف واپس بلانا چاہیے۔
کہ اس نے کافۃ المسلمین سے الگ راستہ کیوں اختیار کر لیا ہے
سیدنا علیؑ کا اصحاب ثلاثہ کے متعلق صرف یہ ایک ہی ارشاد نہیں۔ بلکہ
آپ نے متعدد مواقع پر خلفائے ثلاثہ کو ہدایت کے چراغ۔ اپنے ساتھی

مسلمانوں کے راہنما اور نبی کے مخصوص دوست کے لفظوں سے اظہار خیال فرمایا ہے۔

حضرت علیؓ نے بلا توقف حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی
ملاحظہ ہو کافی کتاب الروضہ۔

حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور لوگوں کو بیعت سے نہ روکا۔ تاکہ لوگ مرتد نہ ہو جائیں۔ (صفحہ ۱۳۹)
حالانکہ کافی کا یہ قول غلط ہے۔ مقبول بخاری علیؓ نے سیدہ فاطمہؓ کی وفات تک بیعت نہیں کی۔

آیت کا ترجمہ ہے

تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کئے ہیں خدا وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور ملک کا حاکم بنائے گا۔ جیسے کہ ان لوگوں کو حاکم بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے۔ یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جمادے گا۔ جسے ان کیلئے وہ پسند فرما چکا ہے۔ اور ان کے اس خوف و خطر کو وہ امن و امان سے بدل دے گا۔ کہ میری عبادت کرتے رہیں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً ناستق ہی ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے ایک بار پھر اس ترجمہ کو پڑھیے۔ اور ذرا روشن دماغ کی ایک چٹکی دماغ میں پہنچا کر سوچیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے۔ ان سے وعدہ کیا گیا ہے کہ ضرور ملک کا حاکم بنائے گا تو اللہ تعالیٰ نے کسے ملک کا حاکم بنایا۔ اگر اللہ کا وعدہ جھوٹا ثابت ہوا اور چند منافقوں نے

اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی نافرمانی کر کے اس کا انکار کیا تو اس اللہ تعالیٰ کے متعلق کیا کہیے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔ جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے۔ یہ پسندیدگی ہو چکی تھی اس پر عمل باقی تھا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ وعدہ پورا کر دیا۔ اور تمام دنیا نے دیکھ لیا کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں دنیا کی دوسب سے بڑی سلطنت صفحہ ہستی سے نسیا منسیا ہو گئیں۔ صدیق اکبرؓ نے ارتداد کا خاتمہ کر دیا۔ عثمان غنیؓ نے افریقہ کے مغربی ساحل سے بحرہ ہند کے مغربی ساحل تک امن و آشتی کا وہ نمونہ پیش کر کے دکھایا جس کی مثال دنیا کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اب آپ کے زعم کے مطابق زمانہ استخلاف آتا ہے۔ ایک لاکھ فرزند ان توحید خاک خون میں تڑپ جاتے ہیں۔ ایک اپنچ کی فتوحات نہیں ہوتیں۔ ہر طرف بے امنی، خوف، دہشت، اور افراتفری کا عالم ہے۔ اور دنیا اس وقت سکھ کا سانس لیتی ہے۔ جب آپ کی مزرعومہ خلافت ختم ہو جاتی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا علیؓ کو خلافت کا امر تفویض کیا جاتا تو بقول آپ کے تمام مسلمان تو مرتد ہو چکے تھے تو آپ کس ملک پر خلافت کرتے۔ آپ تو ہزاروں بلکہ لاکھوں اپنے شیعوں کی مدد سے امور خلافت کا بار نہ اٹھا سکے۔ تو صرف چار کی ہمرائی سے کیا کرتے۔ خدا کے بند و اعقل سے کام لو۔ اب وہ زمانہ گزر گیا جب آپ لوگوں کی الٹی سیدھی سب چلتی تھی۔ اب ما شاء اللہ! اللہ کے ایسے بندے پیدا ہو چکے ہیں۔ جو آپ کے مفروضہ اور مزرعومہ اعمال و کردار، اخلاق و عادات و نظریات پر گہری نظر رکھتے ہیں سیدنا علیؓ بقول آپ کے ڈر کے ظالموں کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ان کے سامنے قرآن کی لفٹ کی گئی۔ اصلی قرآن جلا کر معدوم کیا گیا۔ ندک غضب

ہوا اور اپنی خلافت کے دور میں بھی واپس نہ کر سکے۔ سیدہ فاطمہؓ کی بے عزتی کی گئی۔ متعہ حرام کیا گیا۔ تراویح رائج کی گئی اور آپؐ ات تک نہ کر سکے۔ اور جب خلافت ملی تو اس وقت بھی یہ کہہ کر خاموش ہو گئے۔

مجھ سے پہلے جو خلفاء تھے انہوں نے کچھ کام ایسے کئے جن میں رسول اللہؐ کی مخالفت کی ہے۔ عداً ان کے خلاف کیا ہے۔ ان کے عہد کو توڑا ہے۔۔۔ ان کی سنت کو بدلا ہے۔ اگر میں آمادہ کروں لوگوں کو ان امور کے ترک پر اور ان کو پھر ان کی اصل حالت پر لے جاؤں یعنی جس حالت پر وہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں تھے تو یقیناً میرا شکر مجھ سے جدا ہو جائے۔

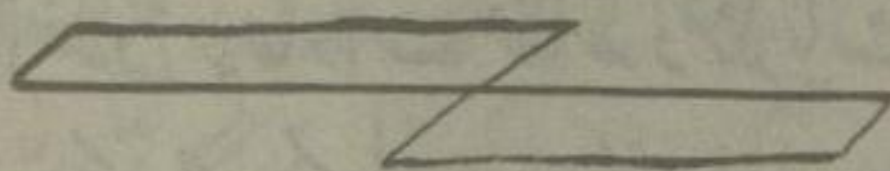
(ترجمہ کتاب روضہ کافی صفحہ ۲۹)

تو اللہ شہ ستر می تو احقاق الحق میں سیدنا علیؓ کی خلافت کا بیڑہ ہی غرق کر گیا ہے۔

والی هل ان امر الخلافه ما وهل الیہ الا

بالاسم دون المعنی الخ

خلاصہ یہ کہ خلافت سیدنا علیؓ کو برائے نام ملی تھی۔ نہ درحقیقت اور جناب امیرؓ سے ان کے عہد خلافت میں بھی اختلاف اور نزاع کیا جاتا تھا کوئی کہاں تک لکھتا جائے۔ شیعہ مذہب کی کتب ایک بھان متی کا ٹوکرا اور مداری کا سوانگ ہیں۔ نہ یہ مانتے ہیں نہ وہ۔ کبھی یہ کہتے ہیں کبھی وہ اور وہ ایسا کیوں نہ کریں یا کہیں جبکہ اس دین کے ستر پہلو ہیں



نبیؐ کی وصیت علیؑ کو اور علیؑ کی وصیت حسنؑ کو

حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ اور تم میرے اچھے وصی میرے لئے ہو۔ میں تم کو اس طرح وصیت کرتا ہوں جس طرح رسول خداؐ نے مجھے وصیت کی ہے۔

اے فرزند جب میں دنیا سے مفارقت کروں اور میرے اصحاب تم سے موافق نہ رہیں۔ اس وقت خانہ نشین رہنا اور گناہوں پر رونا۔ اور دنیا کو مقصود بزرگ قرار نہ دینا۔ (ج ۱ صفحہ ۲۷۲)

تبصرہ

نبیؐ نے علیؑ کو خانہ نشین کی وصیت کی تو وہ اپنی بیوی کو نچر پر سوار کر کے در بدر کیوں پھراتے رہے۔ خلافت کی بھیک مانگتے رہے۔ مگر اپنے خلیفہ ہونے کا کہیں بھی دعویٰ نہ کیا۔
میرے اصحاب موافق نہ رہیں۔ کا مطلب واضح ہے۔ کہ اصحاب رسولؐ تھے اور ضرور تھے۔ ان کی نافرمانی کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ خانہ نشین کا حکم دیا ہے۔

آگے چل کر حسینؑ نے اس کے خلاف کیا تو کیا پایا۔ ؟
پھر آپؐ فرماتے ہیں کافی لست لمن ان احظی
(کافی کلینی) تحقیق میں خطا کرنے سے امن میں نہیں ہوں۔ پھر آپؐ کے حکم کے علی الرغم آج شیعہ معصوم معصوم کی کیا رٹ لگاتے جا رہے ہیں۔
آپؐ کا ایک اور ارشاد ہے لا بد الناس من ۲ میرا برا در فاجرا

(ہنج البلاغہ)

لوگوں کے لئے کسی امیر کا ہونا ضروری ہے۔ چاہے وہ نیک ہو یا ناجر
سیدنا علیؑ کے ان ارشادات کی موجودگی میں علویوں کے مخصوص چند
افراد کے معصوم عن الخطا ہونے کا ڈھنڈورا اور علویوں کا بار بار خروح
کرنا کون سی دعوت الی الحق تھی۔ سیدنا علیؑ خود اپنے آپ کو خلیفہ
بلا فصل تو درکنار خلیفہ منصوص بھی نہیں سمجھتے تھے۔

ومن کلام له لما اراد ان یبیت البیعت بعد قتل عثمان دعوتی
والتمہو غیری ان ترکتمونی فان کاھدکم ولعلی اسمکم
واطرعکم لمن ولیتہو کا امرکم وانا لکم وزیرا خیر منی
لکم امیرا (ہنج البلاغہ)

ترجمہ: حضرت علیؑ کے کلام سے ہے کہ جب ارادہ کیا گیا بیعت
کا بعد قتل عثمان کے مجھے چھوڑ دو۔ اور میرے سوا کسی دوسرے کو ڈھونڈ
لو اگر تم مجھے چھوڑ دو گے تو میں بھی مثل ایک کے تم میں سے ہوں گا۔ اور شاید
تم سے زیادہ حکم ماننے والا اور زیادہ اطاعت کرنے والا اس کا ہوں گا
جس کو تم اپنا ادلی الامر بناؤ گے اور میں تمہارے لئے وزیر بن کر بہتر ہوں
اس حالت سے کہ تمہارا امیر بنوں۔ سیدنا علیؑ کے اس ارشاد سے چند
امور مستنبط ہوتے ہیں۔

۱۔ آپ خلافت کو منصوص نہیں بلکہ مشورہ مومنین پر موقوف سمجھتے تھے
۲۔ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں منصوص خلیفہ تھا۔ اور اب میرا حق
مجھے مل گیا ہے۔

۳۔ آپ نے فرمایا میرے سوا کسی اور کو امیر منتخب کر لو۔ میں بحیثیت

وزیر کام کروں گا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خلفائے راشدین کے زمانہ خلافت میں آپ ان کے وزیر تھے۔

۴۔ اگر آپ نے ایسا انراجمی طور پر کہا تو امام منصوص کی شان کے یہ امر لفتیف ہے کہ وہ لفظ قطعی کو بالکل پی جائے اور اشارۃً بھی اس کا ذکر نہ کرے۔

علی خلیفہ بن کر فرماتے ہیں۔

مجھ سے پہلے جو خلفاء رہتے۔ انہوں نے کچھ کام ایسے کئے جن میں رسول اللہؐ کی مخالفت کی ہے۔ عمداً ان کے خلاف کیا ہے۔ ان کے عہد کو توڑا ہے۔ ان کی سنت کو بدلایا ہے۔ اگر میں آمادہ کروں لوگوں کو ان امور کے ترک پر اور ان کو پھر ان کی اصل حالت پر لے جاؤں یعنی جس حالت میں وہ رسول اللہؐ کے زمانے میں تھے۔ تو یقیناً میرا لشکر مجھ سے جدا ہو جائے۔ اگر میں فدک کو واپس کروں وارثانِ فاطمہ علیہا السلام کی طرف اور دیدوں وہ جاگیریں جو رسول اللہؐ نے کچھ لوگوں کو دی تھیں اور وہ ان کو نہیں دی گئیں اور نہ وہ احکام نافذ کئے گئے اور ظلم کے جو فیصلے کئے گئے ہیں ان کو رد کروں اور کچھ عورتیں جو لوگوں کے پاس ناجائز طور پر ہیں۔ ان کو نکال کر ان کے شوہروں کے حوالے کر دوں اور لوگوں کو حکم قرآن پر عمل کرنے کے لئے آمادہ کروں اور وظائف کے رجسٹروں کو مٹا دوں اور سب کو برابر دیا کروں۔ جس طرح رسول اللہؐ برابر دیتے تھے۔ اور موزوں پر مسح کرنے کو حرام کر دوں تو لوگ مجھ سے جدا ہو جائیں۔ اللہ کی قسم! میں نے لوگوں کو حکم دیا کہ رمضان کے مہینے میں سوا فرض کے اور کسی نماز میں جماعت

نہ کرو اور میں نے ان کو آگاہ کیا کہ نفل کی جماعت کرانا بدعت ہے تو میرے
 ہی لشکر کے بعض لوگ جو میرے ساتھ ہو کر لڑتے تھے آپس میں شور کیا کہ اے
 اہل اسلام دیکھو عمرؓ کی سنت بدلی جاتی ہے۔ یہ شخص ہم کو رمضان کے مہینے
 میں نفل نمازوں کے پڑھنے سے روکتا ہے۔

(ترجمہ از کتاب روضہ کافی صفحہ ۲۹)

قطع نظر اس بات کے کہ اس روایت میں سیدنا علیؓ کی طرف جو کچھ
 منسوب کیا گیا ہے درست ہے صرف اس بات کو پیش نظر رکھئے کہ علیؓ
 خلیفہ بن کر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بجا نہ لاسکے۔
 اور آخر کار شوشتری کو اپنی مایہ ناز تالیف احقاق الحق میں کہنا پڑا کہ :

والی ہل ان امر الخلافت ما وھل الیہ الا بالاسم

دون المعنی یعنی حضرت علیؓ کو منصب خلافت برائے نام ملا

تھا نہ درحقیقت۔

مگر جس خدا کو یہ بد امر ہو جائے کہ وہ علیؓ کی بجائے نبوت محمدؐ پر نازل کرے
 اور پھر اسی علیؓ کی بجائے خلافت اصحاب ثلاثہ کے سپرد کر دے، وہ خدا اگر
 اس علیؓ کو حقیقی خلافت کی بجائے برائے نام خلافت دیتا ہے۔ تو اس میں
 چیخنے چلانے کی کیا ضرورت ہے۔

میں بیانگ دہل اور علیؓ روس الاشہاد مذہب شیعہ کی کتب سے اس
 قسم کے سنیگریزوں ثبوت پیش کر سکتا ہوں۔ کہ مفوض من اللہ اور خلافت بلا فصل
 کا ادعا محض اباطیل و کذب کا پلندہ ہے۔ یہ بالکل مدعی مسست اور گواہ چست
 والی بات ہے۔ نہ سیدنا علیؓ نے کبھی بلا فصل خلافت کی نہ سیدنا حسنؓ نے کسی
 مقام پر اس کا دعوے کیا۔ بلکہ اس کے الٹ اپنے تمام حقوق خلافت و امامت

سیدنا امیر معاویہؓ کے حوالے کر دیئے۔ ماں سیدنا حسینؓ ضرور حکومت کے طلب گار تھے۔ مگر اس بھری دنیا میں ان کی اس خواہش پر کسی نے توجہ نہ دی۔ بلکہ مدینہ سے روانگی مکہ میں ورود اور مکہ سے کوفہ کی طرف کوچ کو سب نے ایک بچکانہ حرکت سمجھی۔ اور بار بار آپ کو اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی یہاں تک کہ سیدنا عبد اللہؓ یعنی آپ کے چچا زاد اور بہنوئی نے ناراض ہو کر اپنی بیوی کو طلاق دیدی جو حضرت حسینؓ کا ساتھ دینے سے رُک نہ سکیں۔ اور یہ امر بھی ظاہر و باہر ہے۔ کہ جن لوگوں کی دعوت پر آپ کوفہ پہنچے انہوں نے ہی آپ کو شہید کر دیا۔ جیسا کہ سیدنا علی (زین العابدین)ؓ، سیدہ زینبؓ، سیدہ ام کلثومؓ وغیرہ کے خطبات سے عیاں ہے۔ سیدنا حسینؓ کی شہادت کے بعد قائم آل محمدؓ کے علاوہ آٹھ اور مرعومہ آئمہ گزرے۔ مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی کسی وقت امام منصوص کی لم نہ تراشی۔ اور پھر اس نقطہ نگاہ سے دیکھئے کہ وہ سب کے سب خلفائے وقت سے وظائف لیتے رہے۔ ان کے ساتھ پرستیت کرتے رہے۔ ان کے ساتھ یا ان کے رشتہ داروں کے ساتھ اپنی لڑکیوں اور بہنوں کے نکاح کرتے رہے۔ بیٹوں ان کے ہمان بنتے رہے بلکہ اگر کسی علوی نے خروج کیا تو انہوں نے خلیفہ وقت کو مطلع کیا۔ سیدنا علیؓ زین العابدینؓ نے سب سے پہلے مدینہ کے چند سر بھیرے خروج کرنے والے حالات سے مطلع کیا۔

عرفیکہ ان مرعومہ آئمہ کو ایک لمحہ کے لئے بھی کہیں حکومت نہ ملی۔ یہ اچھی خلافت اور امامت ہے۔ تمام منصوص آئمہ حکام وقت کی وفاداری اور جان نثاری کا دم بھرتے ہیں۔ ان سے مصاہرت کے تعلقات پیدا کرتے ہیں۔ اور کسی مقام پر بھی نص قطعی کے متعلق اشارہ تک نہیں کرتے

اور ان کے مرنے کے صدیوں بعد یہ چست گواہ رات دن ان کے غصہ،
خلافت کے غم میں ہلکان ہوئے جا رہے ہیں۔

کیا استخلاف کی آیت کے متعلق آیا کچھ خیال شریف میں؟

حضرت علیؓ موت سے ترساں تھے

ام کلثومؓ نے کہا جب اس شب میں نے قتل و اضطراب اپنے پدر بزرگوار
کا مشاہدہ کیا تو مجھے نیند نہ آئی۔ میں نے کہا اے پدر بزرگوار آپ کیوں نہیں
سوتے جناب امیرؓ نے فرمایا اے دختر میں نے بہت بڑے بڑے شجاعوں سے
جنگ کی اور بڑے بڑے امور ہولناک درپیش ہوئے۔ مگر کچھ ترس و ہم
مجھے نہ ہوا۔ لیکن آج کی رات بہت خائف و ترساں ہوں۔

(ج ۱ - صفحہ ۲۷۷)

شاید یہاں آپ کہیں کہ سیدنا علیؓ کا یہ خوف درگاہ رب العزت میں
حاضری کی وجہ سے تھا۔ مگر بات یہ نہیں ایک سطر کے بعد اس کا جواب خود
سیدنا علیؓ کی زبان سے سن لیجئے۔

موت قریب ہوتی ہے۔ اور آرزوئیں منقطع ہوتی ہیں۔ یعنی بقول باقر
مجلسی آپ اس لئے غمگین تھے۔ کہ آپ کی آرزوئیں پوری نہ ہوئی تھیں۔ شاید
ابھی ایک لاکھ اور فرزندان توحید کا خون بہانا مطلوب تھا۔ اور ابھی وہ لوٹڈی
بھی نہ خرید سکے جس کے لئے رقم جمع کر لی تھی۔

واہ رے شیعانِ علی ع ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان
کیوں ہو۔

حضرت علیؑ کی شہادت یا ڈرامہ
(۱۷ صفحہ ۲۷۹ تا ۲۸۵) اصل کتاب سے پڑھیے

سیدنا علیؑ کی قبر

(۱) جب مجھے تختہ پر رکھنا۔ تختہ کو آگے سے پکڑنا۔ تختہ کو عقب سے تھامے رہنا
اور جس طرف تمہارے آگے تختہ رواں ہو تم اس کے پیچھے پیچھے جانا۔ اور جہاں
میرا تخت تابوت ٹھہرے۔ جاننا وہی میرا مقام قبر ہے۔ میرے جنازہ پر
سات تکبیریں کہنا۔ میرے جنازہ کو جہاں رکھنا ہو وہاں سے اٹھانا۔ اور خاک
اس جگہ کی خالی کرنا۔ وہاں قبر کھدی کھدائی اور لحد بنی بنائی پاؤ گے۔ اور ایک
کٹڑی کا تختہ وہاں منقش دیکھو گے۔ پس مجھے اس تختہ پر دفن کرنا اور وہاں
سات اینٹیں پاؤ گے ان کو قبر میں چن دینا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اینٹ ہٹا
کر قبر میں نظر کرنا۔ مجھے وہاں نہ دیکھو گے اس لئے کہ میں تمہارے نانہ کے
پاس چلا جاؤں گا۔

(۲) چند سطور بعد ملا باقر لکھتے ہیں۔ البتہ حق تعالیٰ اس پیغمبر کی روح
اور جسد کو اس کے دمی کے روح و جسد سے ملحق کر دیتا ہے۔ اور بعد اس

کے جدا ہو کر ہر ایک اپنی اپنی قبر میں پھر آتا ہے ۔

(۳) پھر فرماتے ہیں قبر میری خاک سے بھر دینا ۔ اور مقام قبر چھپا دینا ۔

(ج ۱ صفحہ ۲۸۵ - ۲۸۶)

اب آگے سنیئے اور جب صبح ہو تو تابوت کو ناقہ پر باندھنا اور

چار اس ناقہ کی کسی شخص کے ماتھے میں دے دینا کہ مدینہ لے جائے ۔

اس لئے کہ لوگ نہ جائیں کہ کہاں دفن ہوا ہوں (ایضاً)

(۴) بعض کتب معتبرہ میں جناب صادق سے روایت کی ہے جناب

امیر نے جناب حسن کو فرمایا کہ چار قبریں چار جگہ ایک مسجد کوفہ میں ،

دوسری مقام رجبہ میں ، تیسری نجف میں اور خانہ جعدہ بن ہبیرہ میں

میرے لئے بنانا ۔ (ایضاً)

(۵) مرنے کے بعد سیدنا علیؑ اپنے شیعوں سے خوفزدہ رہے ۔ یہاں

اس امر کو بھی پیش نظر رکھیے کہ کوفہ اور اس کے مصنافات بلکہ تقریباً

تمام عراق میں صرف شیعیان علیؑ تھے ۔ اونٹ پر تابوت رکھ کر مدینہ بھیج

دیا مگر مدینہ پہنچ کر کہاں گیا ۔

اگر تابوت اونٹ پر رکھ کر مدینہ کی طرف روانہ کر دیا تو جا بجا قبریں

کھودنے اور کھودانے کا مقصد ۔ ۶

علیؑ نبیؐ کے ساتھ دفن ہوئے ۔

حضرت نوحؑ کی کشتی خانہ کعبہ میں پہنچی اور سات بار طواف کیا۔ (وہ خانہ کعبہ ملاں صاحب نے بنوایا ہوگا۔) خدا نے نوح کو وحی کی کہ کشتی سے نیچے اتر بیٹے اور جسد مبارک حضرت آدمؑ کو نکال کر کشتی میں داخل کرو۔ یہ سن کر حضرت نوح کشتی سے باہر آئے اور پانی ان کے زانو تک تھا۔ یہاں تک کہ وہ تابوت جس میں جسد مبارک حضرت آدمؑ تھا نکالا۔ اور کشتی میں لے گئے جب کشتی مسجد کوفہ میں پہنچی (مسجد کوفہ ملاں صاحب نے بنوائی ہوگی) وہاں بھی پہنچ کر ٹھہر گئی۔ اور حضرت نوحؑ نے بحکم خدا جسد آدمؑ نجف میں دفن کیا (کشتی مسجد کوفہ میں ٹھہری اور آدم کو نجف میں دفن کیا) اور قبر حضرت آدم کے سامنے ایک قبر اپنے لئے بنوائی اور ایک صندوق جناب امیر کے لئے بنوایا (اپنے لئے قبر اور علی کے لئے صندوق) اور اپنے سینے کے سامنے رکھا چند سطور آگے چل کر ملاں صاحب لکھتے ہیں۔ کمفن و حنوط سے فرصت پا کر مجھے تابوت میں رکھنا اس وقت آگے سے تابوت کو ملائیکہ اٹھائیں گے۔ تم تابوت کو پیچھے سے اٹھانا۔ جس طرف تابوت جائے تم پیچھے چلنا تمہیں ایک ایک قبر بنی بنائی ملے گی۔ اس میں دفن کرنا۔ چند سطور کے بعد لکھتے ہیں جب جناب امیر کو دفن کیا۔ ایک اینٹ سرٹانے سے اٹھا کر منظر کی۔ کسی کو نہ دیکھا۔ ناگاہ صدائے ماتم سنئی کہ امیر المومنین بندہ شاکستہ خدا تھے۔ ان کو پیغمبر سے ملحق کیا۔ اور اسی طرح خدا اوصیاء کو بعد پیغمبروں کے ان سے ملحق کرتا ہے یہاں تک کہ کوئی پیغمبر مشرق میں وفات پائے اور اس کا وہی مغرب

میں رحلت کرے۔ البتہ خدا اس کے وصی کو اس پیغمبر کے ساتھ ملحق کرتا ہے

(ج ۱ صفحہ ۲۹۲)

جب ایک دفعہ بیلچہ زمین پر مارا قبر تیار اور لحد بنی بنائی ملی ایک تختی اس قبر میں تھی۔ جس پر یزید بن سریانی لکھا تھا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ دِیْہ کون سی سریانی ہے (یہ وہ قبر ہے جو نوح پیغمبر نے علی ابن طالب وصی محمد مصطفیٰ کے لئے نو سو سال (چار ہزار سال کے نو سو سال بن گئے) قبل طوفان بنائی تھی۔
(دوسری روایت میں دوران طوفان لکھا ہے۔ دروغ گو را حافظہ نہ باشد) جب میرے پدر بزرگوار کو قبر میں اتارا غایب ہو گئے (نوح کی محنت ضائع ہو گئی) اور میں نے نہ جانا کہ زمین کے اندر چلے گئے ہیں۔
یا آسمان پر چلے گئے۔

(۸) بسند معتبر روایت ہے۔ کہ ایک روز جناب امیرؑ صحرائے نجف کو تشریف لے گئے دیکھ کر فرمایا کیا نیک منظر ہے اور کیا خوشبودار تیرا قصر ہے۔ خداوند امیری قبر اسی زمین پر بنانا (شاید پہلے معلوم نہ تھا اور مالکین دیا کون کا علم غائب ہو گیا تھا۔)

(۹) دیگر۔ مجھے پشت کوفہ در برابرم ہود و صالح کے دفن کرد۔

(۱۰) دوسری روایت میں فرمایا قبر برابرم ہود میں دفن کرنا۔

حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا اپنے پدر بزرگوارم نوحؑ کی قبر میں دفن ہوئے۔ (ج ۱ - صفحہ ۲۹۳)

(۱۱) مجھے جانب پشت کوفہ لے جانا جب تمہارے پاؤں زمین میں دھنسنے

لگیں وہاں دفن کرنا۔ کہ وہ مقام اول طور سینا ہے۔ (واللہ اعلم)

جغرافیہ دانی ۴ ایک روایت ہے اندرون قبر حسنین، محمد بن حنیفہ اور

عبداللہ بن جعفر تاجید غریب میں دفن کیا (زندوں کو دفن کر کے اس میں
 علی کو دفن کرنا رافضیوں کا ہی کام ہے۔

(۱۲) جب غسل و کفن سے فارغ ہوئے ناگاہ ایک اونٹ دکھائی دیا۔
 جنازہ جناب امیر اس پر رکھا۔ اور وہ اونٹ روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ
 صحرائے نجف میں پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اور جب منظر نزدیک پائے شتر قبر
 کھدی کھدائی پائی (ج ۱ صفحہ ۲۹۵)

(۱۳) بسند دیگر روایت ہے کہ جناب امیر نے وصیت فرمائی کہ جب میں دنیا
 سے رحلت کر جاؤں، گھر کے گوشہ راست میں ایک لوح پاؤں گے۔ اس
 لوح پر مجھے لٹا دینا۔ اور جو جامہ وٹاں پانا اس میں مجھے کفن کرنا۔۔۔۔۔
 اس کے بعد طویل عبارت ہے آخر میں لکھا ہے کہ یہاں تک کہ اس قبر
 پر پہنچے جس کا ذکر حضرت نے کیا تھا۔

(ج ۱ صفحہ ۲۹۵ - ۲۹۶)

(۱۴) جب آنحضرت کو صریح مقدس میں رکھا اور نماز سے فارغ ہوئے
 دیکھا ایک پردہ سندس قبر پر کھچا ہوا ہے امام حسنؑ نے اس پردہ کو
 ہٹائے قبر سے ہٹا کر منظر کی دیکھا جناب رسول خداؐ حضرت آدمؑ حضرت
 ابراہیمؑ جناب امیر سے باتیں کر رہے ہیں۔ پھر امام حسینؑ نے پائے مبارک
 کے پاس سے پردہ اٹھایا تو دیکھا کہ فاطمہ الزہراءؑ اور حوا و مریم و آسیہ
 حضرت کے لئے رو رہی تھیں۔

(ج ۱ صفحہ ۲۹۷)

سیدنا علیؑ کی قبر کے متعلق چودہ اقوال ملا مجلسی نے بیان کئے ہیں۔ ان
 اقوال سے کچھ اس قسم کا خلاصہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کسی نامعلوم

مقام پر دفن کئے گئے۔ (۲) آپ کا جسد بنی اکرم کے جسد کے ساتھ ملحق کر کے
 واپس لایا گیا (۳) قبر کا مقام چھپا دیا گیا (۴) کوثر میں ۵ نجف میں ۶
 رحبہ میں ۷ اور خانہ جعدہ میں ۸ تا بوقت مدینہ بھیج دیا۔ ۹ حضرت
 آدم کی قبر کے سامنے نجف میں ۱۰ بنی کے روضہ میں ۱۱ نامعلوم مقام
 پر ۱۲ ہود اور صالح کی قبریں ۱۳ طور سینا میں ۱۴ اندرون قبر
 حسین محمد بن حنیفہ اور عبداللہ بن جعفر کی قبریں ناحیہ غریبین میں ۱۵
 صحرائے نجف میں ۱۶۔ ایسی قبریں جس میں آدم اور ابراہیم نے آکر
 ملاقات کی اور فاطمہ و آسیہ وغیرہ روئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ
 آپ کو کوثر کے قبرستان عری نامی میں دفن کیا گیا تھا۔

یہ صرف جلالہ العیون سے اقتباسات ہیں نہ معلوم باقی کتب روافض
 میں کس قدر اور بات ہوں گی۔ ان ذہنی مفلسوں اور عقل کے کوروں
 کو ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں کہ سیدنا علی کہاں دفن کئے گئے انہیں سیدہ
 فاطمہؓ کی قبر کے متعلق بھی معلوم نہیں اگر کوئی پوچھے حضرت اس قدر
 دروغ گوئی کا مقصد؟ تو فوراً جواب دیں گے منافقوں کے خطرے کی وجہ
 سے کہ وہ جناب امیرؓ کے جسد مبارک سے گستاخی نہ کر سکیں۔ تو حضرت اب
 تو وہ خطرہ نہیں ذرا اب ہی فرما دیجئے۔ کہ صحیح قبر کہاں ہے۔ رہا نجف
 میں حضرت علی کی قبر کا ہونا۔ ملا مجلسی کے اقوال کی روشنی میں نجف کے
 متعلق جو روایات ہیں۔ ان کے مقابلہ میں دوسری روایات قوی تر ہیں
 ع۔ ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالہ۔

حضرت علیؑ کی بجائے شیطان قتل ہوا تھا

سیدنا علیؑ جیسے بزرگ اور سرخیل کبار صحابہ کو ان را فیضوں نے حب اہل بیتؑ کی آڑ میں کیا کچھ کہتے سے گریز نہ کیا۔ ایک طرف آپ کو رب الارباب کہتے ہیں اور دوسری طرف اور ایک نیا شوشہ چھوڑ رہے ہیں۔ کہ شیطان علیؑ کی شکل میں متمثل ہو کر مارا گیا تھا۔ اور خود علیؑ زندہ ہیں۔

(تذکرۃ الائمہ کتاب شیعہ صفحہ ۱۹ بحوالہ قاطع الالف صفحہ ۷)

اس لحاظ سے تو نجف میں شیطان دفن ہے۔ - ع

بریں عقل و دانش بیاہ گریست -

سیدنا علیؑ کی قبر

آئیے میں آپ کو اب سیدنا علیؑ کی قبر کے متعلق بتاؤں۔ کہ آپ کہاں دفن ہوئے۔ آپ کو کوفہ کی جامع مسجد کے صحن کے ایک کنارے پر دفن کیا گیا۔ اور اس قبر کے قریب جو دروازہ تھا۔ وہ مدتوں باب علی کے نام سے موسوم رہا۔ شیعیان علیؑ نے جب نجف کا کھڑاگ رچایا۔ تو قبر کا متعینہ سطح زمین کے برابر کر کے دروازہ بھی بند کر دیا۔ اب آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ نجف میں کس کی قبر ہے۔ یہ سن کر آپ کو بڑی تکلیف ہوگی مگر یہ کھڑوا اور کیلا نوالہ آپ کو نگلنا ہی پڑے گا۔ اور میں نے چونکہ یہ فریضہ اپنے ذمے لے لیا ہے۔ کہ آپ کو آپ کی غلطیوں

سے اگاہ کرتا رہوں۔ اس لئے یہ بتانا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔
 نجف میں حضرت مغیر بن شعبہ مد فون ہیں۔ جن کا آپ نام سننا
 بھی گوارہ نہیں کر میں گے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے
 (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۳۲۹)

رافضی

لسند معتبر زائدہ بن قدام سے روایت ہے۔ کہ میں
 ایک روز خدمت امام زین العابدین میں گیا۔ امام نے فرمایا ! اے
 زائدہ میں نے سنا ہے کہ تم زیارت قبر امام حسینؑ کو جاتے ہو حالانکہ تم
 کو خلیفہ سے (ایک کافر اور فاسق کو امام نااطق خلیفہ کیوں کہہ رہے
 ہیں۔) قرب و منزلت حاصل ہے اور وہ رافضی نہیں کہ کوئی ہمیں دوست
 رکھے اور دوسروں پر فضیلت دے (ج ۱ صفحہ ۲۸۷)

۱۔ یہاں بھی پوستی صاحب کو الہام ہوا ہے کہ مخالف ہمیں طعن و
 تشنیع کے طور پر رافضی کہتے ہیں۔ حضرت جی ! مخالفین کو یہ
 کہنے کی جرأت ہے؟ یہ لقب تو آپ کو اپنے امام چہارم کا عطا کر دیا
 ہے اب میں نہایت خلوص سے آپ کو اسی لفظ سے مخاطب کروں
 گا۔ فرمائیے کیا خیال ہے۔ اور آئیے آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ
 آپ کو سب سے پہلے یہ خطاب کس نے عطا کیا۔

زید بن علی (زین العابدین) بن حسینؑ کو جب شیعوں نے
 گھیر کر خروج پر آمادہ کیا اور وہ بیچارہ (باقی صفحہ ۱۱۳ پر)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۲ سے آگے

ان کے سبز باغ دکھانے پر ان کے چکے میں آکر خرورج کر بیٹھا
 تو سب اس کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے تو اس نے بھاگتوں
 کو کہا اَرْفُضْتُمُونِی کیا تم نے مجھے چھوڑ دیا انہوں نے جواب
 دیا اَرْفُضْنَا لَہُم نے تجھے چھوڑ دیا۔ اور آخر زید مارا
 گیا (مجالس المومنین) اس دن سے شیعوں کا دوسرا نام
 رافضی مشہور ہوا۔

کچھ پوستی جی آیا کچھ خیال شریف میں۔ پہلے اپنے مذہب
 کی کتابیں پڑھیے اور پھر دوسروں کو نصیحت، جاہل، شریر
 اور ان پڑھ کے خطابات بخشیے، جہالت اس کو کہتے ہیں کہ
 پوستی کی لہر میں جو آئے اپنے عقیدتمندوں کے سامنے،
 مانگے جائیں اور جہاں کوئی گھر کا بھیدی سامنے آئے
 تو ہی ہی کے سوا کچھ بن نہ آئے۔

حضرت جعفر (صادق) کے متعلق ایک شعر ہے۔ الم تر ان الرافضین تفرقوا
وکلہم فی جعفر قال منکراً۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ رافضیوں میں کیسا اختلاف ہے۔ وہ سب کے سب
جعفر کے بارے میں کوئی نہ کوئی بُری بات کہتے ہیں۔ یہاں اس شعر کے نقل
کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ رافضی حضرات سب کے سب اپنے امام ششم
کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ بلکہ صرف اس لئے اس کو منقل کیا گیا ہے کہ یہ حبان
اہلبیت اپنے آپ کو خود رافضی کہتے ہیں۔

تقاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین میں یہ تصریح بھی کی ہے
کہ قدامائے اثنا عشریہ کا لقب رافضی تھا۔ اور کافی کی ایک روایت
بھی اس کی مؤید ہے۔ کافی کی کتاب الرد ص ۱۶ میں ہے۔

فقال ابو عبد اللہ الرافضی قال قلت نعم قال لا
واللہ ما ہم سرکہ بل اللہ سماکم !
یعنی بموجب ارشاد امام جعفر صادق رافضی اللہ کا عنایت کردہ
نام ہے۔



آج خلافت پیغمبری منقطع ہو گئی

حضرت علیؑ کی وفات کے روز سرور کائناتؑ حضرت بصورت
پیر مرد آئے اور رو کر کہتے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون آج خلافت
پیغمبری منقطع ہو گئی۔

اقول۔

سرور کائناتؑ حضرت کا مفہوم غالباً میری طرح خود را فضیول
کو بھی معلوم نہ ہو سکا ہو۔ کوئی صاحب اگر ملا مجلسی یا میاں پوستی سے
دریافت کر کے مجھے بھی اس اصطلاح سے واقف فرمانے کی زحمت گوارہ
فرمائیں تو نہایت شکر گزار ہوں گا۔

اور دوسری بات یہ کہ آج خلافت پیغمبری منقطع ہو گئی۔ گویا اس
کے بعد سیدنا حسینؑ خلیفہ حق نہ تھے۔ اور علیؑ کی خلافت سے پہلے غاصبین
خلافت کے دور کے متعلق علیؑ کی خلافت سے کیا متعلق۔ یا تو سیدنا علیؑ
کی طرح کھل کر اعتراف کیجئے کہ اصحاب ثلاثہ خلفائے حق تھے تاکہ آپ کو ہر
جھوٹ کو چھپانے کے لئے جو نیا جھوٹ گھڑنا پڑتا ہے۔ اس سے نجات مل
جائے اور یا کلینی اور ابن بابویہ پر تبرائیجئے۔ جن کے حوالے سے ملا
مجلسی نے یہ روایت منقل کر کے اصحاب ثلاثہ کو خلفاء حق بیان کیا ہے۔

بوقت وفات سیدنا علیؑ کی اولاد اور جائیداد

ملا مجلسی لکھتا ہے کہ طلاد منقرہ کچھ اہنوں نے میراث نہیں چھوڑا۔ مگر سات سو درہم کہ ان کی عطار بخشیش سے زیادہ آتے تھے۔

(اس فقرہ کا مفہوم پوستی صاحب واضح کریں) اور چاہتے تھے کہ اس سے ایک کینز خریدیں۔ (ج ۱ - صفحہ ۳۰۲)

ملا صاحب نے یہ لکھتے وقت نہ معلوم اپنے اسلاف کی روایات کو حسب معمول در خود اعتنا نہیں سمجھا اور عالم بے خودی میں جو آیا لکھتے چلے گئے۔

سیدنا علیؑ کی جائیداد بوقت وفات نقدی کی صورت میں بھی لاکھوں سے زائد اور غیر منقولہ بھی گاؤں کے گاؤں تھے۔ آگے بڑھتے سے پہلے اس امر کو بھی ذہن میں رکھیے۔ کہ وفات النبیؐ تک آپؐ کی مالی حالت نہایت پتلی رہی۔ خلفائے راشدین کے پچیس سالہ دور میں آپؐ پر بے حساب تشدد اور ظلم ہوتے رہے حتیٰ کہ آپؐ کی بیٹی بھی چھین لی گئی۔

رہا آپؐ کا اپنی خلافت کا پونے پانچ سالہ دور ! ہم اسی انداز سے دیکھیں گے۔ جس انداز سے ہم سیدنا فاروق اعظمؓ کے دور خلافت کو دیکھتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سیدنا فاروق اعظمؓ بیمار ہیں علاج میں شہد تجو نیز ہوتا ہر مگر آپؐ مشورہ کے بغیر بیت المال سے چند تولے شہد بھی نہیں لیتے۔ قیصر کی ملکہ آپؐ کی بیوی کو تحفہ عطر بھیجتی ہے۔ مگر آپؐ اسے یہ کہہ کر بیت المال میں جمع کرا

دیتے ہیں کہ لائن والا قاصد سرکاری ہے۔ آپ کے کپڑے اکثر پیوند لگے ہوتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ شہادت کے وقت چوراسی ہزار کے مقرض ہیں ان حالات میں ہسم سیدنا علیؑ کے متعلق یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے یہ دولت خلافت کے زمانہ میں حاصل کی۔ لازماً یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ تمام دولت آپ کو خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں حاصل ہوئی۔

وفات کے وقت ازواج و اولاد

۱۔ سیدہ فاطمہ بنت نبی اکرمؐ۔ آپ سے ام کلثوم، حسن، حسین اور زینب پیدا ہوئے۔

۲۔ خولہ بنت جعفر۔ علی اکبرؑ کی والدہ تھیں۔

۳۔ لیلیٰ بنت مسعود۔ عبید اللہؑ جسے مختار نے شہید کیا۔ ابو بکرؓ یہ (کر بلا میں شہید ہوئے)

۴۔ ام بنین بنت حزام۔ ان سے عباس، عثمان، جعفر اور عبد اللہ پیدا ہوئے۔ یہ چاروں کر بلا میں شہید ہوئے۔ اصغر ام ولد سے تھے۔

۵۔ اسماء بنت عمیس۔ ان سے یحییٰ اور عون پیدا ہوئے۔ یہ حضرت صدیقؑ کی بیوہ تھیں محمد قاتل ذوالنورینؑ ہدیٰ کی وفات کے وقت ۲۔ ۳ سال کا تھا اور سیدنا علیؑ کے ماں ہی پل کر جوان ہوا تھا۔

۴ - صہبا - عمر اکبر اور رقیہ ان کے بطن سے پیدا ہوئے۔

۵ - امامہ بنت ابی العاص محمد اوسط پیدا ہوئے۔

۶ - ام سعید ثقیفہ سے امام حسن اور زینب پیدا ہوئیں۔

ان کے علاوہ دوسری لونڈیوں سے ام مانی، میمونہ، زینب صغریٰ، رملہ صغریٰ، ام کلثوم، قاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام کرام، ام سلمہ، ام جعفر، جمانتہ اور نفیسہ تھیں۔ ایک بیٹی حیات بنت امرار القیس بنو کلاب سے تھی وہ کھیلتی کھیلتی مسجد میں آجاتی تو لوگ پوچھتے تمہارے ماموں کون ہیں۔ وہ کہتی وہ وہ یعنی کتے۔ کیونکہ وہ بنو کلاب سے تھیں۔ اس لحاظ سے سیدنا علی کی اولاد کی تعداد وفات کے وقت چودہ لڑکے اور انیس لڑکیاں یعنی تینتیس ہیں۔ جن میں سے چوبیس بیٹے بیٹیاں زندہ تھیں۔ (طبقات ابن سعد) اولاد کے علاوہ وفات کے وقت چار بیویاں اور انیس کنیزیں بھی زندہ تھیں۔ جن کے لئے اتنی جائیداد اور باغات چھوڑ گئے۔ کہ وہ لوگ اغنیا میں شمار ہوتے تھے۔

جنگ جمل کے بعد ہی مبصرہ کے بیت المال کی رقم جو ساٹھ لاکھ تھی۔ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کی اور ہر ایک کے حصے میں پانچ سو کی رقم آئی۔

(طبری جلد ۵ صفحہ ۲۲۳)

کوند کے بیت المال پر صفین کا بوجھ پڑا تو حضرت حسن نے پانچ کمرہ کی رقم متبرع وصول کی (نصفاً) ایک لطیفہ پر حادثہ جمل کے بعد آپ نے ربیع مبصرہ مسعود ہنشی کی بیٹی لیلہ سے نکاح کیا۔ اور پورے سترہ روز لیلہ کو لے کر خانہ نشین ہو گئے۔

لے اصحاب ثلاثہ کے نام پڑے علیؑ کا اپنے تین بیٹوں کے نام رکھنا صریحاً اس

بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ چاروں واقعی آپس میں یا رہتے۔

مشہور باطنی شیعہ داعی ناصر خسرو نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے۔ کہ میں نے مصرہ میں مشہد علی کے نام سے موسوم وہ مکان دیکھا۔ جہاں سیدنا علیؑ نے سترہ روز گزارے تھے۔

ایک طرف دس ہزار صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کے لاشے پڑے ہیں اور ہزاروں گھروں میں ماتم بپا ہے۔ اور دوسری طرف ہنی مون متایا جا رہا ہے۔ اور ابھی ایک لونڈی خریدنے کا ارادہ فرماتے ہوئے ہیں۔ منجملہ ان کی اس جائیداد کے وقف علی الاولاد ایک ایسی جائیداد تھی۔ جس کی آمدنی ایک ہزار و سق یعنی دس ہزار من کھجوریں سالانہ تھیں جو زراعت کے علاوہ تھی۔ (اعل والنخل)

آپ چالیس ہزار سالانہ زکوٰۃ ادا کرتے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل صفحہ ۱۹۵)

مسند احمد بن حنبل اور کتاب اعل والنخل کے حوالہ جات رافضیوں کے نزدیک معتبر نہیں۔ ان کے سامنے حق الیقین اور فروع کافی پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سیدنا علیؑ کے والد نے غربت کی وجہ سے (مگر ملا مجلسی کہتا ہے علی کی ولادت پر تین صد اونٹ اور ایک ہزار گوسفند اور گاؤں ذبح کئے) اپنی اولاد زینہ کو اپنے کنبہ میں تقسیم کر دیا تھا۔ سیدنا علیؑ حضورؐ کی کفالت میں آئے۔ لیکن وفات کے بعد سیدنا علیؑ نے ایک وسیع جائیداد چھوڑی جس میں کئی مواضع تھے، جن میں سے دلال، عفاف، حسی، مالام ابراہیم، بیت، صافیہ، برقہ، یمنخ، وادی القرئی، بدیمہ، باد بیتہ اور عفریت مشہور ہیں۔ (حق الیقین صفحہ ۱۸۵ فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۲۷)

ان میں سے دلال، عفات، حسنا، صافیہ، ملام ابراہیم، بیت
اور برقبہ سات گاؤں سیدہ فاطمہ کی ملکیت تھے۔ جو بعد وفات حضرت علیؓ
کو منتقل ہوئے۔ (کافی جلد سوم، صفحہ ۲۷۷) چونکہ نبی علیہ السلام کی طرف
سے آپ کو کوئی اراضی نہیں ملی تھی۔ اس لئے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے۔
آپ اپنے خاندان میں سب سے زیادہ دولت مند مشہور تھے۔

(کتاب شہادت تبیسرا مقدمہ صفحہ ۵)

اس کے علاوہ بیسیوں غلام تھے۔

آخر قتی جائیداد کہاں سے آئی۔ نبی اکرمؐ کی وفات تک تو آپ نہایت
مفلس رہے۔ پچیس سال کا طویل زمانہ آپ نے غاصبین خلافت کے ظلم و
تشدد میں گزارا۔ اپنی خلافت کا دور صرف پونے پانچ سال پر محیط ہے
اہل سنت میں سے کسی ایک آدمی کا ذہن قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کہ
یہ جائیداد آپ نے اس قلیل سے وقت میں بنائی۔ اگر بنائی تو کیسے بنائی
اور کہاں سے بنائی۔

ہمیں یہ حقیقت اسی طرح قبول کرنا پڑے گی۔ جس طرح طلوع وغروب
سورج کے معمول کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ لازماً حتماً یقیناً یہ سب انہی
غاصبین خلافت کے عطیات ہیں۔ جنہوں نے بے دریغ سب سے بڑھ
کر آپ کو دیا اور دیتے ہی چلے گئے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ فدک کا مال
آیا اور سیدنا فاروق اعظم نے سیدنا علیؓ کو بلایا کہ آکر اپنا حصہ اس
مگر آپ نے جواب دیا ہمیں اب اس کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنی صوابدید
پر جہاں چاہیں تقسیم کر دیں۔ جب کبھی مال غنیمت آیا تو آپ کو اور آپ کی
اولاد کو سب سے زیادہ دیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ سیدنا علیؓ نے اپنے ان

محسنوں اور محبوب دوستوں کے نام پر اپنے بیٹوں کے نام رکھ کر آنے والی
نسلوں کو اظہارِ ممنونیت و تشکر کا انمٹ درس دیا۔

سیدنا حسنؑ اور سیدنا حسینؑ کی پیدائش

۱۔ حضرت امام حسنؑ نصف ماہ رمضان شب سہ شنبہ سال سوم ہجرت
میں پیدا ہوئے۔ اور بعضوں نے سال دوم لکھا ہے۔

(دع ۱ صفحہ ۳۰۶)

۲۔ بعد ایک سال کے امام حسینؑ پیدا ہوئے آپ دامن میں لے
کر رونے لگے۔ اسماء نے کہا یا حضرت آپ پر سے میرے باپ قربان
ہوں آپ کیوں روتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اے اسماء باغی اور
ظالم بعد میرے اس فرزند کو شہید کریں گے۔

(صفحہ ۳۰۷ ج ۱)

۳۔ امام رضاؑ سے روایت ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ میں مقدمہ
مدت محل فاصلہ تھا۔ (صفحہ ۳۰۸ ج ۱)

۴۔ عیون المعجزات میں روایت ہے کہ حسینؑ ران چپ فاطمہؑ سے پیدا
ہوئے اور عیسیٰؑ ران راست مریمؑ سے پیدا ہوئے۔ (صفحہ ۳۰۹ ج ۱)

۵۔ امام حسینؑ کے متولد ہونے پر جبریلؑ نے کہا دو کیسویا میں طرف سر
پر رکھو۔ اور سوراخ دامنے کان کی لو میں کیا۔ اور بائیں کان میں
ادپرہ کی طرف سوراخ کیا۔ (ایضاً)

- ۷ - دوسری روایت میں ہے کہ دو گیسو درمیان سر رہے۔
 ۷ - فاصلہ میں حسنؑ اور حسینؑ بقدر مدت حمل تھا۔
 ۸ - مدت ایام حمل حسینؑ چھ ماہ تھی۔
 ۹ - جب دس مہینے تمام ہوئے میں نے خواب میں دیکھا..... اور اپنا خواب نبی علیہ السلام کے سامنے بیان کیا۔... جب ایک سال ہوا تو حسینؑ متولد ہوئے (ص ۵۹-۶۰ ج ۲)
 ۱۰ - سیدہ کنتی ہیں ایک دن پدر بزرگوار مجھے دیکھنے آئے۔ دیکھا کہ حسنؑ دودھ پی رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کا دودھ پھڑا دو۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ پھر فرمایا کہ اگر علی تمہارے پاس آئیں تو منع نہ کرنا۔

(ص ۵۹ — ج ۲)

حسینؑ کی پیدائش کے متعلق دس مختلف اقوال ہیں۔ مدت حمل حسین ۱۰ ماہ چھ ماہ اور ایک سال دونوں کی پیدائش کے درمیان وقفہ ۹ ماہ تھا یا ایک سال۔
 اور نبی کا بیٹی کو کہنا اپنے خاوند کو اپنے پاس آنے سے نہ روکنا۔ ناطقہ سر بگرباں ہے۔ اسے کیا کہیے۔
 مجلسی صاحب اس تضاد بیانی سے رافضیوں کے سامنے اپنے آئینہ کی کونسی فضیلت ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ اگر دور حاضرہ کا کوئی فاتح، مبلغ اعظم، مجتہد العصر والزمان یا کوئی پوستی اس راز سے پردہ اٹھا کر مجھے بھی مستفیض فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائے تو بہت شکر گزار ہوں گا۔

استدراک

میں باقر مجلسی کی اس معجزانہ کلام کو سمجھنے کی اپنے آپ میں اہلیت نہیں پاتا۔ صاحب ذوق حضرات اپنے اپنے حوصلہ کے مطابق خود ہی لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ البتہ حضرت حسینؑ کی ولادت کی تاریخوں کے متعلق وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔

حسینؑ کی پیدائش سے نبیؐ علیؑ اور فاطمہؑ شرب نار صحت تھے

و جبرائیل قبل ولادت حسینؑ کی خدمت میں آئے اور کہا آپ کے ہاں ایک فرزند متولد ہوگا کہ آپ کی امت اسے شہید کرے گی۔ حضرت نے فرمایا مجھے ایسے فرزند کی حاجت نہیں۔ جب تین مرتبہ یہی خطاب ہوا تو آپ نے فرمایا جناب امیر کو بلاؤ۔ اور کہا جبرائیل نے خبر دی ہے۔ جناب امیر نے کہا مجھے ایسے فرزند کی حاجت نہیں۔ یہاں تک کہ تین مرتبہ یہ کلام ہوا۔ پھر جناب فاطمہؑ کو کہلا بھیجا۔۔۔۔۔ جناب فاطمہ نے عرض کی مجھے ایسے فرزند کی حاجت نہیں یہاں تک کہ تین مرتبہ یہ خطاب واقع ہوا۔ بعد ازاں حضرتؑ نے فرمایا یہ فرزند اور اس کی اولاد پیشوا یاں دین اور میرے وارث اور میرے علم کے خازن ہوں گے۔ (جنہوں نے بار بار خروج کئے۔ کعبہ کو لوٹا۔ مسجد نبوی میں نمازیں تک ختم ہو گئیں

جو خوبصورت عورت ملی اٹھالی۔ جو لڑکا خوبصورت دیکھا جبراً گھراٹھا
 کر لے گئے) جب یہ سنا فاطمہؑ نے کہا میں اپنے رب سے راہنی ہوں۔ بعد
 اس کے حاملہ بچل حسینؑ ہوئیں اور بعد چھ مہینے کے حسینؑ پیدا ہوئے
 (ج - ۲ صفحہ ۵۵)

• جناب رسول خداؐ جناب فاطمہؑ کے پاس گئے اور ان کو تہنیت و تعزیت
 دی۔ جناب فاطمہؑ نے روئے لگیں اور کہا کاش مجھ سے حسینؑ پیدا نہ ہوتا۔

(صفحہ ۵۵ ج - ۲)
 • جناب رسول خداؐ نے جناب فاطمہؑ کو خبر ولادت امام حسینؑ اور شہادت
 دی۔ جناب فاطمہؑ بکراہت حاملہ ہوئیں۔ حضرت نے فرمایا ہرگز تو نے
 کسی کو دیکھا ہے۔ کہ اسے ولادت فرزند کی بشارت دیں۔ اور وہ
 بکراہت حاملہ ہو۔۔۔ اور وقت وضع حمل بھی بسبب اسی کے کراہت
 کرے۔ اور درمیان امام حسنؑ اور حسینؑ کے فاصلہ بمقدار ایک ظہر کے
 تھا۔ (صفحہ ۵۳ ج - ۲)

• وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ (القرآن) یعنی ہم نے انسان کو والدین
 کی نسبت وصیت کی شکم مادر میں بکراہت رکھا۔ اور وضع حمل بکراہت
 کیا۔ حضرت نے فرمایا یا مراد اس سے حسینؑ ہیں۔ اور وہ جس کا حمل
 اور وضع حمل از روئے کراہت تھا۔ امام حسینؑ ہیں۔

• اصول کافی میں امام جعفر (صادق) سے روایت ہے۔

حلتہ امہ کرھا و وضعته کرھا

کی آیت میں اسی کراہت فاطمہؑ کی خبر دی گئی ہے۔

میں اس بے ہودہ داستان کوئی پر سوائے اس کے کیا کہہ سکتا ہوں

کہ اللہ العالین ! ایسے محبان اہلبیت سے اپنے نبی کی امت کو بچائے
 رکھنا پہلے تو سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہؑ پر برے سے۔ اور حضرت سیدہ کی زبان
 سے سیدنا علیؑ کے بارے میں جو برے سے برا لفظ استعمال کرا سکتے تھے
 کرایا۔ پھر سیدنا علیؑ کو جس قدر لاپرواہ وعدہ کا جھوٹا اور بیوی پر ظلم و تشدد
 کرنے والا، مال غنیمت میں خیانت کرنے والا کہہ سکتے تھے کہا۔ اب ان
 کے ماں اولاد پیدا ہونے کا وقت آیا تو ایک طرف یہ لم تراشی کہ حسینؑ کی
 شہادت کی سب کو خبر دی۔ دوسری طرف باپ سے بیٹی کو کھلوا یا کہ
 گودی کے لڑکے کو دودھ پھڑا دو اور اپنے خاوند کو اپنے پاس آنے سے نہ
 روکو۔ پھر لڑکا پیدا ہوا تو ان محبان اہلبیت کو یہ بھی پتہ نہیں چھ مہینے کے بعد
 پیدا ہوا ہے یا دس مہینے کے بعد یا ایک سال کے بعد۔ ایک طرف علم صاف
 دیا لیکن کی لم تراشی جاتی ہے۔ دوسری طرف حسینؑ کی پیدائش پر
 عقیدے کئے جاتے ہیں۔ اور حبیب جبرائیلؑ آکر شہادت کی خبر دیتے ہیں تو
 نبی علیؑ اور فاطمہؑ تینوں اس بیٹی کی ولادت سے اظہار نفرت و کراہت کرتے
 ہیں۔ بلکہ اس کراہت پر قرآن کو بھی درمیان میں گھسیٹ لاتے ہیں۔ چھ
 مہینے کے محل کے مولود کے سر پر گیسوا گانا بھی مجلس کا ہی کام ہے۔ آخر اس
 بے ہودہ گوئی، ہرزہ سرائی سے مطلب ! اس داستان گوئی سے یہ داستان کو
 آمین کا کون سا شرف بیان کرنا چاہتا ہے۔

سیدنا علیؑ کی سیرت پر شیعیت کی عینک سے ایک اجمالی نظر

آپ ایک غیر ذمہ دار اور لاابالیا نہ قسم کے وارفقہ مزاج انسان تھے۔ نبی کی بیٹی کو آپ کے گھر میں ایک دن سکھ کا سانس لینا نصیب نہ ہوا۔ نا معلوم اور کتنی لونڈیاں یا منکوحہ عورتیں ان کی موجودگی میں گھر لے آئے مگر مجبوری نے ناحق تھام رکھا۔ نبی بھی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اور بیوی سدا ہمار گئیں تو یوں درجن بھر عورتوں سے نکاح کئے۔ دو درجن بھر لونڈیاں گھر میں لا ڈالیں۔ دولت کی فراوانی تھی اور قربت نبی کی وجہ سے عزت و شرف کا مقام مسلم تھا۔ کوئی ٹوکنے اور پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتا تھا۔ اگر خلافت کے چکر میں نہ پڑتے تو عیش و عشرت بھی تھی۔

یہاں ایک لفظ پیش کئے بغیر آگے نہیں بڑھا جاتا۔ آج حسینؑ کی اولاد فاطمی کیوں کہلاتی ہے۔ علوی کہلاتا کوئی نہیں سنا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت حسینؑ اپنے والد کا سلوک اپنی ماں سے دیکھ چکے تھے۔ اور بچپن کی اس یاد کو وہ آخر دم تک ذہن سے فراموش نہ کر سکے۔ اور لطف یہ ہے کہ سیدنا علیؑ کی وہ اولاد جو دوسری بیویوں یا لونڈیوں سے تھی۔ انہوں نے بھی فاطمیت کی آڑ لی۔ آج بھری دنیا میں کہیں کوئی علی کی نسبت سے منسوب بمشکل ہی ملے گا۔ ورنہ ہر طرف فاطمی ہی فاطمی منظر آئیں گے۔ اس سے یہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے۔ کہ علیؑ کی اولاد کہلوانے میں کسی نے کوئی عز و شرف، محسوس نہیں کیا۔ یہ عز و شرف صرف فاطمہ بنت محمدؐ کے تعلق کی وجہ سے ذہنوں میں رچا بسا ہوا منظر آتا ہے۔ تو وہ مقام ولایت و وصایت

وہ رب السموات والارض کا اعادہ وہ آدم کا خمیر گوندھنا بنی کی قبر میں
 دفن ہونا اور نوح کا قبر کھودنا وہ لافتنے والا علی وہ شیر نیرداں وہ
 ع - تب تو ادبچاہے نبوت سے امامت کا وقار
 اور ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن ۔۔۔ علی کہاں تشریف لے
 گئے ۔ ناقصم فمدبر ۔

وراثت

جناب فاطمہ مرض حضرت رسولؐ میں حسنینؑ کو آنحضرتؐ
 کے پاس لائیں اور کہا یا رسول اللہ یہ آپ کے فرزند ہیں کچھ ان کو میراث
 میں دیدیجئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا حسینؑ کو میں نے اپنی بزرگواری اور بہت
 دی اور حسینؑ کو جرات اور بخشش (اور ان کے شیعوں کو فدک کا دوڑا)
 (صفحہ ۳۱۰ ج - ۱)

بنی کی غفلت

جناب رسولؐ خدا نے فرمایا اے علیؑ مجھے ان دو فرزندوں یعنی حسنینؑ
 نے غافل کر دیا ہے۔
 (صفحہ ۳۱۱ ج - ۱)

سیدنا حسنؑ کے متعلق نبی اکرمؐ کے ارشادات

آنحضرتؐ نے امام حسنؑ کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور فرمایا یہ میرا فرزند
اس امت کا بزرگوار ہے۔ اور شاید خدا بרכת حسن اس امت کے دو
گروہوں میں اصلاح کرے۔ (صفحہ ۳۱۷ ج ۱)

مجلسی نے اس روایت میں شاید کالفظ لکھ کر اپنے خبث باطن کا
ثبوت دیا ہے۔ یہ روایت بلا اختلاف فریقین متعدد کتب میں مذکور ہے
چنانچہ رافضیوں کی مایہ ناز کتاب ناسخ التواتر میں ہے۔ ان نبی خدا
سید و انشاء اللہ تعالیٰ یصلح بین الفریقین العظیمین المسلمین
(صفحہ ۵۵) بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اور انشاء اللہ یہ
مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

روافضی کے باطل نظریات کے بجائے ادھیڑنے کے لئے یہی ایک
روایت کافی ہے۔ جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ سیدنا علیؑ اور سیدنا
معاویہؓ کے ساتھی سب کے سب مسلمان تھے۔ پھر ان ٹکے کے رافضیوں
کی یہ بکواس کہ معاویہؓ اور اس کے لشکر ہی منافق اور کافر تھے۔ صریحاً
اس کلام کے مصداق ہیں۔ وَ اِنَّ كَانَ كَمَا قَالَ فَاِنَّ الدَّرَجَةَ
ایک روز امام حسنؑ نے منبر پر فرمایا۔ خدا کے دو شہر ہیں ایک مشرق
میں دوسرا مغرب میں۔ ان دو شہروں میں ایک قلعہ آہن ہے اور ہر
شہر میں ہزار دروازے ہیں۔ اور ہر دروازے سے ستر ہزار آدمی داخل

ہوتے ہیں۔ اور ہر شہر میں ہزار زبانیں کہ ہر گروہ ایک دوسرے سے
مختلف زبان میں بات کرتا ہے۔ اور میں ان کی سب زبانیں جانتا ہوں
اور ان دونوں شہروں اور وہاں کے ساکنوں پر بغیر میرے اور بہادر حسین
کے کوئی دوسرا حجت اور امام نہیں (صفحہ ۳۲۶ ج ۱-)

(افسوس کہ آپ نے اپنی تمام حجت اور امامت معاویہ کے حوالے
کر دی اور حسین کے لئے بھی کچھ نہ چھوڑا۔)

ایک روز نبی علیہ السلام رضی کی طرف بغور دیکھتے تھے۔ پھر فرمایا۔ یہ
فرزند میرے بعد ہدایت کنندہ اور ہدایت یافتہ ہوگا۔ اور یہ فرزند خدا
کی جانب سے میرے رویہ سے ہے۔ میری جانب سے لوگوں کو خبر دیگا
اور میرے آثار پسندیدہ انہیں پہنچائے گا۔ میری سنت کو زندہ کرے گا
میرے کاموں کا متولی ہوگا۔ اور نظر لطف خدا اس کی طرف ہوگی۔
(صفحہ ۳۲۹ ج ۱-)

حضرت حسن کی سخاوت

ایک شخص نے سوال کیا آپ نے حکم دیا پانچ ہزار درہم اور پچاس
دینار اسے دے دیئے جائیں۔ (صفحہ ۳۲۸ ج ۱-)

ایک ضعیفہ کو ہزار گوسفند ہزار طلا و دینار دیئے۔ اور اس قدر حسین
اور اس قدر عبد اللہ بن جعفر نے دیئے۔ (صفحہ ۳۲۸ ۳۲۹ ج ۱-)

ایک شخص کو چار سو درہم دینے کا حکم دیا مگر درہم کی بجائے دینار

لکھا گیا۔ پس چار ہزار درہم اضافہ کر کے دیدیئے۔ (صفحہ ۳۲۹ ج ۱)
روایت ہے کہ ایک زوجہ کے لئے سو کینریں اور ہر کینر کے ہمراہ ایک

ہزار درہم بھیجے۔ (صفحہ ۳۲۹ ج ۱)

دو عورتوں کو طلاق دی اور ہر ایک کو دس ہزار درہم اور بہت

اجناس عطا فرمائے۔ (صفحہ ۳۲۹ ج ۱)

ایک شخص کو دعا مانگتے دیکھا جو کہ کہہ رہا تھا کہ خداوند دس ہزار درہم

مجھے روزی کر آپ نے اسے دس ہزار درہم دیدیئے (صفحہ ۳۳۱ ج ۱)

ایک اور شخص کو پانچ ہزار درہم دیدیئے (صفحہ ۳۳۱)

یہ ایک ایسے شخص کی سخاوت کا منظر پیش کیا جا رہا ہے جو ناجرنہ

تھا اور نہ کسی ملک کا حکمران اور وراثت میں بھی اسے کچھ نہ ملا تھا۔ تو یہ

مال کہاں سے جمع ہوا۔

حضرات ! یہ سب ٹھماٹھ معاویہ کے عطیات کے رہن منت تھے

آگے دیکھئے ! حسینؑ نے عبداللہ بن جعفر کی بیٹی کے نکاح پر جو اس

کے چچا زاد بھائی قاسم بن محمد سے ہوا پانچ سو درہم نقد اور مدینہ کی منزل

اراضی جہیز میں دی۔ (صفحہ ۷۲ ج ۲)

(یہ دولت کہاں سے آتی تھی۔)

معاویہؓ اور حسنؓ

امام حسنؓ ایک دفعہ معاویہؓ کے پاس شام میں گئے۔ اتفاقاً اس روز کسی موضع سے بہت سا مال آیا تھا۔ وہ فہرست معاویہؓ نے حسنؓ کو دیدی۔ حسنؓ نے وہ تمام مال کفش برادر کو دیدیا۔ (صفحہ ۳۲۹ ج ۱) معاویہؓ مدینہ میں آکر مجلس عام میں بیٹھے اشرف مدینہ کو بلایا۔ ہر ایک کو پانچ ہزار سے لیکر اس کی لیاقت کے مطابق سو ہزار درہم تک دیئے امام حسنؓ سب سے آخر میں پہنچے معاویہؓ نے جس قدر سب کو دیا تھا اس سب کے برابر حسنؓ کو دیا۔ (صفحہ ۳۲۹)

آگے چل کر مجلسی لکھتا ہے وہ سب حضرت امام نے واپس کر دیا۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ یہی واقعہ طبرسی میں بھی موجود ہے۔

ایک روز امام حسنؓ نے امام حسینؓ اور عبد اللہ بن جعفرؓ سے فرمایا۔ معاویہؓ کی طرف سے تمہیں پہلی تاریخ خراج پہنچے گا۔ آپ کے فرمانے کے موجب مال پہنچا۔ آپ بہت قرضدار تھے۔ آپ نے قرض ادا کیا۔ باقی اپنے شیعوں میں تقسیم کر دیا۔ امام حسینؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ عبد اللہ بن جعفرؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور جو باقی بچا وہ بطور انعام معاویہؓ کے ملازم کو دے دیا۔ اس نے عبد اللہ بن جعفرؓ کے لئے اور مال بھیجا۔ (صفحہ ۳۳۳ ج ۱)

مختار ثقفی بطح حکومت حسنؓ کو پکڑ کر امیر معاویہؓ کے حوالے کر دینا چاہتا تھا (جلال العیون) امیر معاویہؓ نے کیوں اس بات کو قبول نہ کیا۔ صلح کے بعد امیر معاویہؓ نے حضرت حسنؓ کو باطمینان مستقل قیام کی مدینہ

میں اجازت دیدی۔ (طبرسی فارسی)

صلح کے وقت امام حسنؑ کے بیت المال کوفہ، بصرہ، عراق کے علاقہ میں جس قدر مال تھا۔ حضرت حسنؑ کو دیدیا (طبرسی فارسی)

صلح کے وقت حضرت حسنؑ کا تمام قرضہ امیر معاویہؓ نے خود ادا کیا۔

(طبرسی فارسی)

دارا بکر ذکا ایک لاکھ درہم سالانہ امام حسنؑ کو دینا منظور کیا۔ (طبرسی فارسی)

ایک دفعہ سالانہ وظیفہ پہنچنے میں دیر ہوئی۔ امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ کی

بجائے پانچ لاکھ درہم بھیجے۔ (طبرسی فارسی)

حضرت حسنؑ کی بیعت

حضرت علیؑ نے آخری وقت فرمایا اس سے بیعت کرو۔ جلد جلد لوگ بیعت کرنے لگے۔ امام حسنؑ نے ان سے شرط کی میں جس سے صلح کروں تم بھی صلح کرو۔ اور جس سے جنگ کروں تم بھی جنگ کرو۔ لوگوں نے قبول کیا یہ واقعہ ۲۱ رمضان سنہ ہجری کا ہے۔ (صفحہ ۳۴۳ ج ۱ - ۱)

حسن کے شیعہ

حدوث ثنائے الہی فرما کر معاویہؓ سے جہاد کا حکم دیا۔ حضرت کے کسی اصحاب نے جواب نہ دیا۔ اس کے بعد عدی بن حاتم منبر کے نیچے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا سبحان اللہ تم لوگ کیا فرقہ ناہنجار ہو تم کو فرزند رسول خدا جہاد کا حکم فرماتے ہیں۔ اور تم قبول نہیں کرتے۔ کیا ہوئے تمہارے شجاع (رافضیوں کے ابا کہاں کے شجاع تھے) تم لوگ غضب خدا سے نہیں ڈرتے اور ننگ و عار سے پرواہ نہیں کرتے یہ سن کر ایک گروہ نے اٹھ کر عدی بن حاتم کا ساتھ دیا امام حسنؓ نے فرمایا اگر سچ کہتے ہو (امام کو ان کی بات سچ معلوم نہ ہوئی) تو جانب نخیلہ جہاں میرا لشکر ہے جاؤ اور مجھے معلوم ہے اپنے قول پر وفانہ کرو گے جس طرح اس سے وفانہ کی جو مجھ سے بہتر تھا۔ (حسن کی یہ زناٹے دار چیت شیعان علیؓ کو مبارک ہو) اور میں تمہارے کہنے پر کیونکر اعتماد کروں۔ حالانکہ میں نے دیکھا جو تم نے میرے پدر کے ہمراہ سلوک کیا (زندہ باد شیعان علیؓ) یہ فرما کر منبر سے نیچے تشریف لائے۔ اور سوا ہو کر متوجہ لشکر گاہ ہوئے جب وہاں پہنچے جن لوگوں نے اظہار اطاعت کیا تھا۔ اکثر نے اپنے قول پر وفانہ کی اور حاضر نہ ہوئے۔ پس وہاں امام حسنؓ نے خطبہ دیا۔ اور فرمایا۔ مجھے فریب دیا جس طرح تم نے مجھ سے بہتر کو فریب دیا۔ اور نہیں معلوم میرے بعد تم لوگ کس امام سے مقاتلہ کرو گے۔ (آپ علم ماکان و یا کون کے حامل تھے

۱۔ یہاں لفظ اصحاب پر پوہستی جی کو پھر شیطان نے (باقی صفحہ ۱۳۴ پر)

اور آپ جانتے تھے کہ یہ لوگ حسینؑ کو بلا کر قتل کر دیں گے۔ مجلسی کا یہ تکلف
یعنی چہ؟ آیا اس شخص سے جہاد کرو گے جو ہرگز ایمان بخدا اور رسول خدا
نہیں لایا۔ اور شمشیر کے خوف سے ایمان لایا۔ (اور آخر اس کے ہاتھ
پر آپ نے بیعت کی اس سے وظیفے لے کر عیش اڑائی اس کے مال سے
بونڈیاں خریدیں اس کے عطیات پر نت نئے نکاح کئے اور اسی کو امام
وقت تسلیم کر کے سب کی لٹیا ڈبو دی) بعد اس کے منبر سے نیچے اترے

ص ۳۴۵
ج - ۱

مجلسی اس کے بعد ایک نجی داستان لکھتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ
کئی آدمی معاویہؓ سے جہاد کے لئے بھیجے وہ سب معاویہؓ سے مل گئے۔
اما بعد یہ تحقیق کہ میں بعد حمد و نعت امید رکھتا ہوں کہ اس کی خلق پر۔۔
خیر خواہ ترین مردم ہوں۔ اور کسی۔۔ مسلمان کی طرف سے میرے دل میں کینہ
نہیں۔۔ اور مسلمانیوں کی جمیعت کو پر اگندگی سے بہتر جانتا ہوں۔۔۔ جب
ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا۔ ایک نے دوسرے پر نظر کی اور کہا
اس کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو معاویہؓ سے صلح منظور ہے۔ اور
چاہتے ہیں کہ خلافت معاویہؓ کو دیدیں۔ پس سب اٹھ کر کھڑے ہوئے اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۳ سے آگے) نے چٹکی کاٹی ہے کہ ان اصحاب سے مراد
وہ منافق تھے جو لشکر امام میں موجود تھے۔ اجی پوستی جی ملا مجلسی لکھتا ہے۔
حضرت کے کسی اصحاب نے جواب نہ دیا۔ ایک تو یہ کہ وہ حسنؑ کے سچے اصحاب تھے
دوسرے یہ کہ کسی ایک نے بھی جواب نہ دیا۔ یعنی سب منافق تھے۔ اب ذرا پھر غور کیجئے۔ یہ
تھے کون؟ آئیے! میں آپ کو بتاؤں یہ سب شیعہ تھے حسنؑ کے ساتھ سنیوں کا کیا کام تھا
عقل دے اللہ تعالیٰ کہ ایسی واہی تباہی کینے سے بچے رہو۔

بلوہ کرایا اور اسباب امام حسن کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ جائے نماز حضرت کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی اور ردا دوش مبارک سے اتاری۔ پس امام حسن نے اپنا گھوڑا طلب کیا اور سوار ہوئے۔ اور حیب سا باط مدائن پہنچے جراح بن سنان اسدی شفی نے لگام اسپ آنحضرت پکڑ لی اور ایک خنجر ران مبارک پر مارا کہ استخوان تک شکافہ ہو گیا۔ اور بروانت پہلو پر خنجر مارا۔ ... مدائن پہنچ کر سعد بن مسعود شافعی کے گھر جو حضرت کی جانب سے مدائن کا والی تھا۔ نزول فرمایا۔ اور وہ مختار کا چچا تھا۔ پس مختار اپنے چچا کے پاس آیا اور کہا چلو امام حسن کو ہم معاویہ کے حوالے کر دیں شاید معاویہ اس کے عوض میں ہم کو ولایت دیدے۔

(صفحہ ۳۴۶ جلد اول)

اکثر رؤسائے لشکر امام نے معاویہ کو لکھا ہم تمہارے مطیع و منقاد ہیں۔ تم جلد متوجہ عراق ہو۔ جب نزدیک پہنچو گے ہم امام حسن کو پکڑ کر تم کو دیدیں گے۔

(صفحہ ۳۴۶ ج ۱)

اس پر سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے۔ کہ ہزار ہزار لغتیں ہوں ان پر جنہوں نے حضرت حسن کو اس بیکسانہ مقام پر پہنچا کر پھر گرفتار کر کے معاویہ کے پاس پہنچا نا چاہا۔ اور اگر وہ ایسا کر بھی لیتے تو معاویہ حسن کی وہی عزت کرتے جس کے وہ مستحق تھے۔ اور ہزار ہزار ہمتیں ہوں معاویہ پر جس نے ایسی بے لسانہ حالت میں بھی حسن کے اندرونی معاملات میں کوئی دخل نہ دیا۔

حسن کہتے ہیں جب میں نے کوئی بار و مدکار نہ پایا بخیرالاصلاح و

حفظ خون لائے امت آپ دستبردار ہو گئے۔

(صفحہ ۳۴۸ ج ۱-۱)

شرائط صلح

یہ عہد نامہ صفحہ ۳۵۷ ج ۱-۱ پر مرقوم ہے۔ اس میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ معاویہؓ اپنے بعد حسینؓ کو سربراہ مملکت بنائیں۔ صرف اہم شق اس عہد نامہ کی یہ ہے کہ معاویہؓ پچاس ہزار دہم سالانہ امام حسینؓ کو پہنچائیں۔

جب امام حسینؓ عازم صلح ہوئے۔ اور ملاقات کی تو اٹھے اور خطبہ پڑھا۔ جو ملا مجلسی نے چھ صفحات پر پھیلا یا ہے۔ یہ خطبہ ملا مجلسی کی زبان سے کچھ اس قسم کا ہے۔ کہ میری ماں ایسی تھی میرا باپ ایسا تھا۔ میرے چچا ایسے تھے اور میں ایسا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔

حالانکہ کوئی اس کو دن۔ سچ پوچھے ایسے موقع پر اس قسم کے فخر و مباہات کی کیا ضرورت تھی۔ اور نہ ہی ذوقِ سلیم اس بات کو گوارہ کر سکتا ہے۔ کہ سیدنا حسینؓ نے ایسا کہا ہوگا۔

اگر حسن معاویہ سے صلح نہ کرتے تو شیعہ ختم ہو جاتے :

سید مرصیدی نے امام محمد باقرؑ سے کہا کہ امام حسنؑ کیونکر امام ہیں (بات پتے کی ہے) حالانکہ انہوں نے خلافت معاویہ کو دیدی۔ امام محمد باقرؑ نے کہا، چپ رہ۔ امام حسنؑ نے جو کیا اس سے خوب واقف تھے۔ اگر ایسا نہ کرتے تو سب شیعہ لپٹا اور ہو جاتے اور امر عظیم حادثہ ہوتا۔

(صفحہ ۳۵۴ ج ۱)

اگر میں معاویہ سے صلح نہ کرتا تو میرا ایک شیعہ باقی زمین پر نہ رہتا
نگر یہ کہ مارا جاتا۔ (صفحہ ۳۵۴ ج ۱)

اقول : امام حسنؑ علم ماکان و بایکون کی بنا پر جانتے تھے۔ کہ شیعہ ہی حسینؑ کو شہید کریں گے۔ پھر انہوں نے معاویہ سے صلح کر کے انہیں کیوں بچایا۔ گویا بالواسطہ قاتل حسینؑ خود حسنؑ ہیں۔ قسم بخدا اس جماعت سے معاویہ میرے لئے بہتر ہے۔ (شیعو! شرم کرو) یہ لوگ دعوے کرتے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور میرا ارادہ قتل کیا۔ میرا مال لوٹ لیا۔ قسم بخدا اگر معاویہ سے میں عہد لوں اور اپنا خون حفظ کروں (گویا شیعوں کے خوف سے حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر کے اپنی جان بچائی) اور اپنے اہل و عیال میں سے بے خوف ہو جاؤں۔ اس سے بہتر ہے کہ یہ لوگ مجھے قتل کریں۔ اور میرے اہل و عیال اور عزیز و اقارب ضائع ہو جائیں (آپ کو یقین ہو

چکا تھا کہ اگر معاویہ کی پناہ نہ لی تو یہ شیعہ مجھے قتل کر دیں گے۔ (یہی لوگ مجھے پکڑ کر معاویہ کو دیدیں (مختار تو تیار ہو چکا تھا) قسم بخدا اگر معاویہ سے صلح کروں اور عزیز رہوں۔ اس سے بہتر ہے کہ اس کے ہاتھ آجاؤں اور وہ مجھے بذلت و خواری قتل کرے۔ یا مجھ پر احسان رکھ کر چھوڑ دے (معاویہ نہ قتل کرتے نہ احسان رکھ کر چھوڑتے، بلکہ گرفتار کر کے لانے والے شیعوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے اور حسن کی عزت و تکریم سے انہیں رخصت کرتے۔ جیسا کہ ان کے خصائل سے ظاہر ہے) اور تار و

قیامت بنی ہاشم میں عار باقی رہے۔ (صفحہ ۳۵۵ ج ۱) شیخ نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی کہ ایک روز امام حسن اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ ناگاہ ایک سوار آیا۔ جس کا نام ابو صفیان بن لیث تھا۔ اس نے کہا اے ذیل کنندہ مومن! (صفحہ ۳۵۵ ج ۱) کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقر سے روایت کی ہے کہ امام حسن کا معاویہ سے صلح کرنا اس امت کے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر تھا۔ قسم بخدا یہ آیت اسی باب میں نازل ہوئی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ قِیلَ لَهُمْ

صلح نامہ گزرنے کے دو سال بعد سلیمان خراسانی نے حضرت کی خدمت میں عرض کی ہمارا تعجب معاویہ سے صلح کرنے میں برطرف نہیں ہوتا۔ حالانکہ چالیس ہزار مردان کوفہ جو کہ اہل کارزار آپ کے ہمراہ تھے کہ وہ آپ سے تنخواہ لیتے تھے اور اپنے گھروں میں تھے۔ اور اسی قدر ان کے فرزندان و یاران آپ کے ہمراہ تھے۔ بغیر ان لشکروں کے جو بصرہ اور حجاز میں تھے۔ باوجودیکہ اس کے آپ نے معاویہ سے پیمانہ صلح نامہ میں

نہ لیا۔ اور بہرہ کامل عطار میں نہ لکھوایا۔ اگر بر وقت مصلح اہل مشرق و
مغرب کو آپ آگاہ کرتے۔ اور نوشتہ اس سے لیتے کہ بعد اس کے خلافت
آپ میں ہوتی تو ہمارا کام بہت آسان ہوتا۔ لیکن اس کے اور آپ کے درمیان
ایسے چند عہد ہوئے۔ کہ لوگ اس پر مطلع نہ ہوئے

۳۵۷

جلد - ۱

اقول

اس اقتباس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ
صلح نامہ میں سیدنا حسینؑ کی ولیعہدی یا خلافت
کا قطعاً کوئی ذکر نہ تھا۔ اور اس اقتباس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس
عہد نامہ کی عبارت سے واقف ہی کوئی نہیں۔ حالانکہ صفحہ ۳۴۹ پر یہی ملاحظہ
تمام عہد نامہ نقل کرتا ہے۔ اور اس میں بھی سیدنا حسینؑ کی ولیعہدی کا کوئی
ذکر نہیں۔ پھر آج یہ کہنے والے کہ عہد نامہ میں حسینؑ کی خلافت کا وعدہ تھا
کہاں سے نکل آیا۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

علیؑ اور حسینؑ کو اپنے شیعوں نے شہید کیا اور حسنؑ کو زخمی کیا

محدث باقر کہتے ہیں جب امیر المومنین (علیؑ) سے بیعت کی پھر ان سے بیعت
شکستہ کی (شیعہ علی سے نقض بیعت کر چکے تھے) اور شمشیر ان پر کھینچی اور
امیر المومنین ہمیشہ ان سے بمقام محاربہ و مجادلہ تھے اور ان سے آزار و مشقت

پائے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو شہید کیا اور ان کے فرزند امام حسنؑ سے بیعت کی۔ اور بعد بیعت کرنے کے ان سے مکروہ ذکر کیا۔ اور چاہا ان کو دشمن کو دیدیں۔ اہل عراق سامنے آئے۔ اور خجران کے پہلو پر لگایا۔ اور جبکہ ان کا لوٹ لیا۔ یہاں تک کہ ان کی کمیز کی کے پاؤں سے خلفاں تک اتار لی اور ان کو مقطرو پر لیشان کیا۔ تا آنکہ انہوں نے معاویہؓ سے صلح کر لی۔ اپنے اور اپنے اہل بیت کے خون کی حفاظت کی۔ اور ان کے اہلبیت بہت کم تھے۔ پس بیس ہزار مرد عراقی نے امام حسینؑ سے بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی خود انہوں نے تلوار امام حسینؑ پر پھینچی اور ہنوز بیعت مانے امام حسینؑ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام حسینؑ کو شہید کیا۔ اور بعد ان کے ہمیشہ ہم اہل بیت پر ستم کئے ہم کو ذلیل کیا۔ اور ہمارے حق سے ہم کو دور اور اموال سے محروم کیا۔ ہمارے مارنے میں کوشش کی اور مخالف و ترساں رکھا۔

(صفحہ ۳۵۸ ج ۱)

اقول: یہ کام از تو آید و مرداں چہیں کشد۔

حسینؑ اور علیؑ نشانہ ستم مانے شیعیان بنے اور آج وہی شیعیان علیؑ کو گھر چھ کے آنسو بہا کر کوسنے سینوں کو دیتے ہیں۔ اور گالیاں معایہ کرنا کو دیتے ہیں۔ اللہ تو انہیں بقتل و شعور دے۔

حضرت حسنؑ کی وفات

حضرت امام حسنؑ نے اپنے اہلبیت سے کہا میں مثل رسول خدا از ہر شہید ہوں گا
اہل بیت نے کہا۔ کون شہید کرے گا۔

امام حسنؑ نے فرمایا میری زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس مجھے زہر دے گی
اور معاویہ اس کے پاس پوشیدہ زہر بھیجے گا۔ اور حکم دے گا وہ مجھے زہر
پلا دے۔ اہل بیت نے کہا۔ تو پھر اسے اپنے گھر سے نکال دیجیے۔ حضرت
نے فرمایا کیونکر اسے گھر سے نکالوں حالانکہ ابھی کوئی فعل واقع نہیں ہوا۔
پس بعد موت کے معاویہ نے زہر پلا ہل اور بہت سا مال جعدہ کے پاس بھیجا
اور کہا اگر تو یہ زہر امام حسنؑ کو پلا دے گی میں تجھ کو سو درہم دوں گا۔
(صفحہ ۳۶۷ ج ۱)

معاویہؓ نے جعدہ سے دو ہزار درہم اور بہت سے مواعظات صلہ
کوفہ سے دینے کا وعدہ کیا۔

(صفحہ ۳۷۱ ج ۱)

آپ کی ازواج

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے۔ کہ
حضرت امام حسنؑ نے دو سو پچاس اور بروایت دیگر تین سو عورتوں سے
نکاح کیا۔ یہاں تک کہ ایک روز منیر پر حضرت علیؑ کو کہنا پڑا کہ حسنؑ سے

اپنی دختروں کو تزویج نہ کرو۔ وہ زیادہ طلاق دینے والا ہے۔ جب امام حسنؑ نے انتقال کیا تو جمیع زنان آنحضرت نے جن کو طلاق دیا تھا۔ عقب جنازہ پابریہ آئیں۔ اور گریہ و زاری کرتی تھیں۔

(صفحہ ۳۷۴، ۳۷۵ جلد - ۱)

لے یہاں بھی پوستی جی کو الہام ہوا ہے۔ اور حاشیہ پر فرماتے ہیں کہ یہ روایت سقیفانی مشینری کی تیار کردہ ہے۔ پھر فوراً ہی دوسری طرف گھوم جاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ طلاق دینے کی وجہ یہ تھی کہ حکومت جس کو خلافت کہا جاتا تھا۔ دورِ امام حسنؑ میں زہر ہلاہل کا پیالہ گناہوں کا مجموعہ غلاطت و گندگی کی پوٹ بن گئی تھی۔

لہذا معاویہؓ جس عورت کے ذریعے زہر دلوانے کی کوشش کرتا اور آپ کو شبہ ہوتا آپ اسے طلاق دیدیتے۔ اور دوسری سے نکاح کر لیتے۔ اس پر شبہ گزرتا تو اسے طلاق دے کر تیسری سے نکاح کر لیتے۔ آخر معاویہؓ زہر دینے میں کامیاب ہو گیا۔ ارے میاں پوستی عقل کے ناخن لو تو بعض معاویہؓ میں جس کے ہاتھ پر تیرا دوسرا امام بیعت کر کے تمام حقوق خلافت و امامت اس کے سپرد کر چکا ہے۔ اس قدر دیوانہ ہو گیا ہے۔ کہ تیرا امام کہتا ہے۔ کہ جعدہ مجھے زہر دے گی اور میں اس کو از لکاب جرم کے بغیر گھر سے کیسے نکال سکتا ہوں اور تو مانک لگائے جا رہا

(مقیہ صفحہ ۱۴۳ پر ملاحظہ فرمائیے)

حسنؒ طبعی موت مرے

زہر خور دنی کی داستان سراسر بکواس ہے

حضرت حسنؒ نے چالیس دن بستر پر گزارے۔ اور فوت ہو گئے
(تاریخ انجیس جلد ۲ صفحہ ۳۲۶) میری مدت علالت دو
ماہ بیان کرتا ہے۔ صفحہ ۲۶ ج ۱۔ ذیابیطس کا عارضہ تھا
اس میں شہد کا شربت پینے سے اشتداد ہو گیا۔ زہر خور دنی کی روایتیں
بہت بعد کی ایجاد ہیں۔ چنانچہ ابن قتیبہ متوفی ۲۶۷ھ دینوری متوفی ۲۸۱ھ
اخبار الطوال، صاحب کتاب البحر متوفی ۲۶۵ھ نے زہر خور دنی کا اشارہ
تک نہیں کیا۔ سب سے پہلے یعقوبی کو یہ الہام ہوا۔ اور یہ شوشہ چھوڑ کر آگے
بڑھ گیا کہ کہا جاتا ہے کہ حسنؒ کو زہر دیا گیا۔ اس فقرے کی قدر و قیمت کا انداز
مؤرخ ہی لگا سکتے ہیں۔ سب سے پہلے مسعودی متوفی ۳۴۶ھ نے زہر خور دنی
کا ذکر کیا ہے۔ مگر اس نے بھی کہا جاتا ہے کہ مہمل فقرہ کے تحت۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۲ سے آگے)

ہے کہ حسنؒ اس لئے طلاقین دیتا رہا کہ اسے شک گزرتا رہا کہ شاید
یہ عورت مجھے زہر نہ دیدے۔

لعنت اللہ علی الکاذبین

محقق الامن نے لکھا ہے کہ حسن حرم کی زندگی سے نہایت نحیف ہو گئے تھے۔ ان کی شخصیت قطعاً بے آزار تھی۔ کسی کو کیا پڑی تھی کہ ایسے بے آزار شخص کو زہر دلوائے۔ شیعہ مؤرخوں نے سیدہ جعدہ پر اس لئے بہتان باندھا کہ وہ سیدنا ابو بکرؓ کی بھانجی تھیں۔ المدائنی کہتا ہے۔ حسن نے نوے نکاح کئے۔ سو کنیزوں کے ہاتھ رقم بھیجنے کا واقعہ جلال العیون کا مصنف خود تسلیم کرتا ہے۔ یہ واقعہ تاریخ الخیس جلد ۲ صفحہ ۳۲۴ پر بھی موجود ہے۔ آپ کو پانچ کروڑ نقد کوفہ اور بصرہ کے خزانے سے دیا گیا۔ بیس لاکھ سالانہ وظیفہ تھا۔ یہ سب حرم کی زندگی پر خرچ ہوتا تھا۔

ایک دفعہ مقروض ہو کر معاویہؓ کو لکھا تو آپ نے اسی ہزار دینار بھیجے (صفحہ ۳۲۶ ایضاً)

شیعوں کے اس مزعومہ امام کے متعلق زہر خوردنی پر تو مجلسی سے پوستی تک سب ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ مگر کثرت طلاق کی طرف توجہ کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر بھی غور کیا ہے۔

لَا يَغْضَرُ أَطْلَالُ إِنْ أَلَّهِ الطَّلَاقُ -

حضرت حسنؑ کی وصیت

کہ مجھے بقیع میں دفن کرنا

مجھے غسل دینا کفن کرنا۔ میرے نانا رسولؐ پاک کے پاس لے جانا کہ ان کی زیارت کروں۔ اور اپنا عہد ان سے تازہ کروانے کے بعد میری مادرِ فاطمہؑ کے پاس لے جانا (فاطمہؑ کی قبر کہاں تھی) بعد ازاں مجھے قبرستان بقیع میں دفن کرنا۔ (صفحہ ۳۷۰ ج ۱ - ۲)

چند صفحات کے بعد مجلسی کو شیعیت کے سرور نے گھیرا تو بغیر سوچے سمجھے کہ میں پہلے کیا لکھ چکا ہوں یوں دیا کھان دیا کہ حضرت حسینؑ نے غسل و کفن سے فارغ ہو کر چاہا کہ جنازہ امام حسنؑ روضہ رسول اللہؐ میں لے جائیں۔ مروان مارح ہوا اور اشتر پر سوار ہو کر عائشہؓ (صدیقہ کائنات) کے پاس گیا اور اشتر سے اتر کر عائشہؓ کو سوار کر کے قبر رسولؐ خدا کے پاس لایا۔ (صفحہ ۳۷۳ ج ۱)

کتنا عظیم جھوٹ بہتان اور افترا ہے کہ سیدہ عائشہؓ کو مروان اشتر پر سوار کر کے لایا۔ ان عقل کے اندھوں سے کوئی پوچھے کہ سیدہ کائنات کا قیام کہاں تھا۔ کہ انہیں لایا گیا۔ ان دین کے دشمنوں کو اتنا بھی پتہ نہیں۔ کہ سیدہ کائنات خود وہیں مقیم تھیں۔ لانے کا سوال۔ پھر ان سیانیوں سے پوچھا جائے کہ اگر حسنؑ واضح طور پر بقیع میں دفن کرنے کی وصیت کر گئے

تھے۔ تو تم ان کے خلاف انہیں روضہ رسولؐ میں دفن کرنے کی بانگی کیوں مانگ رہے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض صحابہ میں ان راہزنوں کی عقلیں اس طرح سلب ہو چکی ہیں کہ آج تک کسی ایک بات پر بھی یہ متفق نہیں ہو سکے۔

مُعاویہؓ و حسینؓ

مردان معاویہ کی طرف سے حاکم مدینہ تھا۔ اس نے معاویہ کو لکھا کہ مجھ سے عمر بن عثمانؓ نے بیان کیا ہے۔ ایک گروہ عراقی و حجازی امام حسینؓ کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں اور ان کو طمع خلافت دلاتے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں فتنہ و فساد برپا نہ ہو جائے۔ اب مجھے جو حکم ہو۔ اس کی تعمیل کروں۔ معاویہؓ نے مردان کو لکھا تمہارا نسط میرے پاس آیا۔ جو کچھ اس میں مفہوم تھا معلوم ہوا۔ تم ہرگز معترض حسینؓ نہ ہونا۔ اور جب تک وہ تم سے متعلق نہ رکھیں۔ ان سے علاقہ نہ رکھنا جب تک وہ میری بیعت پر وفا کریں گے۔ میں ان کا معترض نہ ہوں گا۔

(صفحہ ۷۲ ج - ۱)

تبصرہ

ملا مجلسی کے ان الفاظ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ حسینؓ کی ریشہ دوانیوں کے باوجود معاویہؓ ان سے باز پرس نہیں کرتے۔ اور اس عبارت میں ملا صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ حسینؓ معاویہؓ کی بیعت میں داخل تھے۔ حضرت معاویہؓ یزید کو وصیت کرتے ہیں۔ و لیکن امام حسینؓ پس ان کی نسبت قرابت کا حال رسول خداؐ سے سمجھ معلوم ہے۔ کہ وہ پارتن رسول خداؐ کے ہیں۔ اور ان کے گوشت و خون سے پرورش ہوئی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بے شک اہل عراق ان کو بلا میں گئے۔ اور یاری و نصرت نہ کریں گے۔ بلکہ ان کو تنہا چھوڑ دیں گے۔ لازم ہے کہ اگر تو ان پر ظفر پائے

کے حق حرمت کو پہچانتا۔ اور ان کے منہرلت و قرابت کو جو رسولؐ
 مےھے اس کو یاد کرنا۔ اور ان کی باتوں پر ان سے مواخذہ نہ کرنا
 و روالہ میں نے اس مدت میں ان سے محکم کئے ہیں ان کو قطع نہ
 اور ہرگز ہرگز صدمہ و ضرر نہ پہچانا۔
 (صفحہ ۱۳۰ جلد ۲)

حسینؑ خروج کیلئے معاویہؓ کی موت کے منتظر تھے

جب امام حسنؑ نے انتقال فرمایا۔ شیعان عراق نے مستعد ہو کے ایک
 امام حسینؑ کو لکھا۔ کہ ہم معاویہؓ کو خلافت سے معزول کر کے آپ کی
 ت کرتے ہیں۔ امام حسینؑ نے اس وقت موافقت ان کی صلاح
 نہ جانی۔ اور حکم بہ صبر فرمایا۔
 (صفحہ ۱۳۱ ج ۲)

حسینؑ اور ولید گورنر مدینہ

ولید نے حسینؑ کو بلایا

اور جب امام حسینؑ داخل مجلس ولید ہوئے۔ دیکھا مردان تنہا ولید کے پاس بیٹھا ہے۔ جب امام حسینؑ بیٹھے۔ ولید نے خبر مرگ معاویہؓ حضرت امام حسینؑ سے بیان کی۔ حضرت نے فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ولید نے یزید کا خط پڑھا۔ حضرت نے فرمایا مجھے یہ گمان نہیں ہے۔ کہ تم مجھ سے پہاں یزید کی بیعت کرنے پر راضی ہو۔ چاہو گے کہ علانہ لوگوں کے سامنے یزید کی بیعت کروں۔ ولید نے کہا ہاں یہی مقصود ہے۔

(صفحہ ۱۳۳ ج ۲)

ملا مجلسی نے جن الفاظ میں یہ واقعہ قلمبند کیا ہے اس سے چند ایک امور مستنبط ہوتے ہیں۔ حضرت حسینؑ نے خبر وفات حضرت معاویہؓ شکر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا حضرت کا صریحاً اس بات پر ولادت کرتا ہے کہ آپ حضرت معاویہؓ کو حقیقی معنوں میں مسلمان سمجھتے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر یزید کی بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ تو صاف جواب کیوں نہ دیا۔ یہ کیوں کہا کہ تم چاہتے ہو گے کہ میں مجمع عام میں بیعت کروں۔

معاً اس کے بعد ملا مجلسی کہتے ہیں۔ کہ حسینؑ رخصت ہوئے۔ تو مردان نے ولید کو بہکایا تو امام حسینؑ اس کلام بد انجام سے غضبناک ہوئے اور فرمایا اے ولد الزنا فرزندان ارتقا زنا کار بھلا تو یا وہ مجھے

قتل کر سکے گا۔ قسم بخدا تو جھوٹ کہتا ہے۔ تو اور وہ کوئی میرے قتل پر قادر نہیں۔ (صفحہ ۱۳۳ ج ۲)

تبصرہ

ایک معمولی عقل و فرد کا آدمی بھی مجلسی کی ان بے تکی باتوں پر یقین نہیں کر سکتا۔ ولید مدینہ کا گورنر اور صاحب قوت آدمی ہے۔ بھرے دربار میں حسینؑ کا ان الفاظ سے مخاطب کرنا قطعاً قرین عقل و دانش نہیں۔ اور اگر اسے مان بھی لیا جائے تو ولید کا حوصلہ صبر اور تحمل قابل تعریف ہے۔ جس نے باوجود طاقت کے آپ سے درگزر کی۔ اگر ولید چاہتا۔ تو اسی وقت حسین کو گمہ فگار کر سکتا تھا۔ تیسری توجہ طلب بات یہ ہے۔ جو حسینؑ نے کہی۔ قسم بخدا تو جھوٹ کہتا ہے تو اور وہ (یزید) کوئی میرے قتل پر قادر نہیں۔ پھر آج یہ ڈھنڈورا کیوں پیٹا جا رہا ہے۔ کہ یزید قاتل حسین ہے۔ اگر یزید قاتل حسین ہے تو اپنے امام کی اس قسم کا کفارہ آج مجلسی کے ذمہ ہے۔ یا تمام شیعوں کے ذمہ ہے۔ اور یزید یا اس کا کوئی کارندہ اگر حسینؑ کے قتل پر قادر نہیں ہو سکا تو حسینؑ کو کس نے قتل کیا۔ حسینؑ کے قتل کے متعلق تمام تواریخ اس بات پر شاہد اور گواہ ہیں۔ کہ آپ کے قاتل آپ کے ہی شیعہ تھے۔

شیعہ مذہب کی کوئی کتاب کھول کر دیکھو آپ کو صاف منظر آئے گا کہ قاتل علیؑ شیعہ تھا۔ حسن کو ذلیل و رسوا کرنے والے شیعہ تھے۔ اور حسین کے قاتل سب کے سب شیعہ تھے۔ اور آج تک ماتم، سینہ کو بی اولہ، مرثیہ گوئی کی پیچ و پکاریں اصل حقیقت کو چھپانے کی سعی لا حاصل میں مصروف ہیں

یہ واقعہ ستائیسویں رجب کا ہے۔ صفر ۱۳۳۳ھ پر یہ کلمات حضرت حسینؑ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا۔ کہ خلافت آل ابوسفیان پر حرام ہے۔ مگر زمانے نے دیکھ لیا کہ شیعوں کے اس امام ثالث کی قسموں کے باوجود آل ابوسفیان نے تحت خلافت کو پورے نو سال زینت دی۔ اور سادات امیہ کی خلافت ہی وہ واحد خلافت تھی جس میں سوائے چند سر پھرے علویوں کے کسی نے کسی موقع پر ان کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا۔ ان کے زمانہ میں موسیٰ بن نصیر بر اعظم افریقیہ کے مغربی ساحل تک پہنچے۔ محمد بن قاسم مشرق میں ملتان تک فتوحات کے پھر رہے اڑاتے ہوئے آئے۔ قتیبہ بن مسلم ہاپلی نے چین تک توحید کا منہ پھنپایا۔ اور شیعوں کے امام ثالث کی نجد والی پیش گوئیاں دھری کی دھری رہ گئیں۔

حسینؑ مدینہ سے رخصت ہوتے ہیں

۲۴ رجب رات کو ولید سے آپ نے وعدہ کیا کہ صبح جمع عام میں بیعت کروں گا۔ اور آدھی رات کو اپنا کنبہ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ کیا حسینؑ جیسی شخصیت اس کھلی دروغ گوئی اور دھوکہ دہی کی مرتکب ہو سکتی تھی آپ ۳ شعبان کو مکہ پہنچے۔

معلوم ہوتا ہے ان محبان اہل بیتؑ کے دماغوں میں عقل کی بجائے دیوانگی۔ دلوں میں انصاف و عدالت کے بجائے بغض و عناد کی آگ جل رہی ہے۔ ایک شخص اگر مدینہ سے چھپ کر مکہ کو روانہ ہوتا ہے۔ تو یہ امر روحال سے خالی نہیں۔ یا تو وہ اس قسم کی غیر معروف اور غیر اہم شخص ہے کہ اس کی روانگی کا کسی نے نوٹس ہی نہیں لیا۔ اور اگر وہ اہم شخصیت ہے تو مدینہ کا گورنر نہایت عالی حوصلہ بلند کردار بلند ہمت، دور اندیش اور ہرزہ رس ہونے کے علاوہ نہایت متحمل مزاج آدمی ہے۔ جو حکومت وقت کے ایک باغی کے اس طرح چھپ کر نکل جانے پر کوئی کاروائی نہیں کرتا آئیے میں آپ کو صحیح صورت حال سے آگاہ کروں۔۔ ولید کو معلوم ہو چکا تھا کہ حسینؑ آئے روز خلافت کے جذبات سے مغلوب ہو چکے ہیں ولید جانتے تھے کہ تمام عالم اسلام بلا جبر و کراہ نہایت خوشی سے میرنرید کے ماتھے پر بیعت کر چکا ہے۔ اہبات المؤمنین اور ہزاروں صحابہ نے جس والہانہ انداز سے امیرنرید کی خلافت کو خوش آمدید کہی ہے ان حالات میں یہ سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا تھا کہ کوئی ایک آدمی بھی

حسینؑ کا ساتھ دے کر امن عامہ میں خلل کا موجب بنے۔

ان حالات میں حسینؑ کی نقل مکانی کو ولید جیسے مدبر حاکم نے ایک بجگاہ کھیل سے زیادہ اہمیت نہ دی۔ ولید کو اپنی مومنانہ فراست سے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ حسینؑ جس زعم کو سینے میں دبائے کہ جارہے ہیں۔ وہ کبھی بھی عملی صورت اختیار نہیں کرے گا۔ ولید کو خوب معلوم تھا کہ اس بھری دنیا میں ایسا کوئی دیوانہ موجود نہیں۔ جو ایک پرامن حکومت کے اندر خواہ مخواہ کسی کے باغیانہ خیالات سے متاثر ہو کر ملک میں فساد پھیلانے کا یا اپنی ہلاکت کا موجب بنے۔ اور ولید کا یہ خیال آخر صحیح ثابت ہوا۔

۳ شعبان سے ۸ ذوالحجہ تک گویا تین ماہ اور چند روز حسینؑ کا قیام مکہ میں رہا۔ مدینہ سے آپ جن حالات میں رخصت ہوئے تھے۔ وہ تمام حالات امیر یزید کو معلوم ہو چکے تھے۔ مکہ میں پہنچ کر آپ نے فضا اپنے حق میں سازگار کرنے کی تین مہینے سر توڑ کوششیں کیں۔ مگر ایک متنفس نے بھی آپ کا ساتھ نہ دیا۔

عراق کے لوگوں سے آپ کا پہلے بھی رابطہ تھا اور آپ انہیں کہہ چکے تھے کہ معاویہ کی موت تک انتظار کیا جائے۔ امیر معاویہ کی موت نے معاملہ صاف کر دیا۔ یقین جیسے حسینؑ کی عراقی شیعوں کے ساتھ خط و کتابت ہوتی رہی۔ حاکم مکہ کو لمحہ لمحہ کی خبریں پہنچ رہی تھیں۔ اور وہ تمام حالات امیر یزید کو مطلع کرتا رہا۔ مگر نہایت حیران کن بات ہے۔ کہ نہ حاکم مکہ نے خود حضرت حسینؑ سے متعرض ہوتا ہے۔ اور نہ ہی کسی تاریخ میں اس قسم کا کوئی اشارہ ملتا ہے۔ کہ امیر یزید نے اس سلسلہ میں کسی قسم کی کاروائی کا حکم دیا۔ یہاں ایک بار پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ لگاتار تین مہینے حکومت

کی طرف سے کوئی نوٹس نہیں لیا جاتا۔ آخر اس کی وجہ ؟
 اس سے پہلے حاکم مدینہ ولید کا خیال پیش کیا جا چکا ہے۔ گورنر مکہ امیر نزید
 کو باخبر رکھنے کے باوجود حضرت حسینؑ کی اس تمام نقل و حرکت کو محض بجکا نہ
 حرکت سمجھتا تھا۔ اور امیر نزید کا بھی یہی خیال تھا۔ اور پھر امیر نزید کے پاس
 حضرت حسینؑ کے متعلق اس قسم کی اطلاعات پہنچی تھیں۔ کہ آپ عراقی شیعوں
 کے ساتھ ساز باز کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے درگزر، تحمل، بردباری، حوصلہ
 متانت اور عفو و احسان کی آخری حدود تک یہ چاہے رکھا۔ کہ اگر حسینؑ بیعت
 نہیں کرتے تو اس سے کون سا فرق پڑ جائے گا۔ جبکہ تمام عالم اسلام خوشی
 سے بیعت کر چکا ہے۔ اور پھر کسی کو کسی قسم کی تکلیف بھی نہیں۔ حسینؑ کے
 بیعت نہ کرنے سے کیا فرق پڑ جائے گا۔ امیر نزید کو جب مسلم خ کے کوفہ
 پہنچنے کا علم ہوا تو اس وقت انہوں نے ضرور سوچا ہوگا۔ کہ پانی سر سے
 گزر رہا ہے۔ مگر ان حالات میں بھی انہیں ملک میں کسی قسم کے اختلال کی بجائے
 یہ بات زیادہ کھٹکتی تھی کہ حضرت حسینؑ پر اپنی نا تجربہ کاری کی وجہ سے کوئی مصیبت
 نہ آجائے۔

عراق سے خطوط کی بھرمار

دس رمضان کو کوفہ کے دو قاصد عبد اللہ بن مسلم ہمانی اور عبد اللہ بن دال آپ کی خدمت میں مکہ پہنچے۔

دو روز بعد قیس بن مسہرہ، عبد اللہ بن شداد، عمارہ بن عبد اللہ وغیرہ ڈیڑھ سو خط لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

پھر دو روز بعد متعدد خطوط لیکر مانی بن مانی سبعی، سعید بن عبد اللہ حاضر خدمت ہوئے۔ چند روز بعد شیت بن ربیع - حجاز بن الحر - یزید بن حارث عروہ بن قیس، عمر بن حجاج اور محمد بن عمر نے ایک عریضہ بھیجا۔

ان تمام خطوط کی تعداد چھ سو لیکر بارہ ہزار بیان کی جاتی ہے۔ اور ان سب کا مشترک ما حاصل یہ تھا کہ صحرا سبز اور میوے تیار ہیں۔ لشکر حاضر ہے۔ ہمارا کوئی امام نہیں۔ خدا آپ کی برکت سے ہم کو ہدایت دے۔

(تلخیص صفحہ ۱۳۹ - ۱۴۰ جلد دوم)

تبصرہ

کسی تاریخی واقعہ کو بیان کرتے وقت کسی روایت کے پس منظر میں تمام وہ حقیقتیں جو پوشیدہ ہوتی ہیں۔ معمولی سی غیر جانبدارانہ سوچ بوجھ رکھنے والے آدمی سے ڈھکی چھپی نہیں رہ سکتیں۔ اہل عراق حضرت حسینؑ کے خلع خلافت کے وقت معہ اپنے مرعومہ امام کے سیدنا امیر معاویہؓ

کے ساتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ اور سیدنا امیر معاویہ کی وفات کے بعد امیرِ نزیہ کے ساتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ پھر ان کا یہ لکھنا کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔ سراسر دھوکا فریب اور جعل تھا۔ پھر ساتھ ہی حضرت حسینؑ کو یہ حکمے دے رہے ہیں کہ ہمیں آکر ہدایت کا راستہ دکھائیے۔ اور یہ سب باغ بھی دکھا رہے ہیں کہ صحرا سبز ہیں اور پھل پک چکے ہیں۔ گویا آپ کو پھا لسنے کے تمام حربے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ معلوم ایسے ہوتا ہے کہ تین مہینے کے اس عرصہ میں ان لوگوں کے پاس اس کے کرنے کا اور کوئی کام نہ تھا۔ کہ حضرت حسینؑ کو بلایا جائے۔

حضرت حسینؑ کو کوفہ میں بلانا اگر محض محبت کی خاطر ہوتا تو خواہ مخبت جنوں کی حدود سے بھی متجاوز نہ ہو جاتی۔ اس قلیل عرصہ میں بارہ ہزار خطوط اور بیسیوں قاصدوں کا آپ کی خدمت میں پہنچنا بھی محلِ نظر تھا۔ یہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت کیا جا رہا تھا۔ دراصل جو سی اور یہودی تحریک زیر زمین اب پورے جو بن پر پہنچ چکی تھی۔ اگر وہ لوگ خلافتِ علیؑ کے زمانے میں سیدنا حسینؑ سے متعارف نہ ہوتے۔ یا ان کی افتادِ طبع سے واقف نہ ہوتے۔ تو یقیناً کسی اور اہم شخصیت کو گھیر کر اس سے بھی وہی سلوک کرتے جو انہوں نے آخر سیدنا حسینؑ سے کیا۔ آج یہ ڈھنڈ یا بھی پیٹ جا رہی ہے۔ کہ اگر عین حج سے دو دن پہلے حسینؑ مکہ نہ چھوڑتے تو قتل کر دیئے جاتے۔ ان عقل و دیانت کے کورے شرم و حیا سے عاری لوگوں سے پوچھا جائے۔ کہ عین حج کے موقع پر آپ کو کیوں قتل کیا جاتا۔ آپ تو تین مہینے سے مکہ میں مقیم تھے۔ اور آپ کی طرح عبد اللہ بن زبیرؓ نے بھی امیرِ نزیہ کے ساتھ پر بیعت نہیں کی۔ انہیں کسی نے کیوں قتل نہ کیا۔

دراصل سیدنا حسینؑ کے اس ارادہ سے اکثر لوگ واقف ہو چکے
 تھے۔ اور متعدد مواقع پر سنجیدہ اور با اثر اصحاب نے آپ کو اس
 عرصہ میں سمجھانے کی کوششیں بھی کر چکے تھے۔ اب سیدنا حسین کو صاف نظر
 آ رہا تھا کہ اگر حج کے موقع پر مکہ میں موجود رہا۔ تو یہاں تمام عالم اسلام
 کا اجتماع ہوتا ہے۔ جو بھی میرے اس ارادہ سے واقف ہوگا۔ وہ یقیناً
 مجھے اس ارادہ سے روکے گا۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی میرے سدا رہ
 ہو۔ اس لئے انہوں نے ادائیگی فریضہ حج کی نسبت کو فہ کی طرف روانگی کو
 ترجیح دی اور یہ خیال قطعاً غلط ہے کہ اگر حسینؑ حج کے موقع پر مکہ میں ہوتے
 تو قتل کر دیے جاتے۔ یہ لکھنے والا صرف بے وقوف ہی نہیں بلکہ دیوانہ بھی ہے
 حج کے موقع پر لاکھوں آدمیوں کی موجودگی میں آپ کو قتل کرنا آسان تھا
 یا اس وقت جب آپ بالکل اکیلے تھے۔ گورنر مکہ کے سامنے کو فہ سے
 وفود آرہے ہیں، خطوط آرہے ہیں۔ اور اب آپ حضرت مسلم کو بھی بھیج
 چکے ہیں۔ مگر گورنر مکہ آخر تک اغماض اور چشم پوشی سے کام لے رہا ہے
 ادھر حکومت کی نرم مزاجی اور مشفقانہ انداز نے آپ کے حوصلے کو
 ہمیز کیا۔ اور شیعان عراق اپنے ہتھانخانہ دماغ میں پنہاں منصوبوں کو بروئے
 کار لانے میں پورے طور پر ایڑی اور چوٹی کا نور لگاتے رہے۔ بار بار
 قاصدوں، وفود، اور خطوط کا مقصد یہ تھا۔ کہ حسینؑ ہاتھ سے نکل نہ جائے
 شیعان عراق یعنی یہود و مجوس کے گٹھ جوڑ کا مقصد واضح تھا۔ کہ اب
 مملکت اسلامیہ میں کلی طور پر امن و سکون کی فضا پیدا ہو چکی ہے۔ اور یہی
 انہیں پسند نہ تھا۔ مجوس کو اپنی ہزار ہا سالہ حکومت کے چھٹنے کا غم اور
 یہود کو اپنی اجارہ داری کے سلب ہو جانے کا اٹل صدمہ تھا۔ جو انہیں

چین سے نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔

ان کی آتش انتقام سیدنا علیؑ کو گھیر کر اسی ہزار فرزندانِ توحید کو خاکِ خون میں تڑپا کر اور حسنؑ کو ذلیل و رسوا کر کے ابھی نہیں بھی تھی۔ اور اب امیرِ نزید کے حسن انتظام سے مملکت اسلامیہ کی ترقی ان کے سینوں پر سانپ بن کر لوٹ رہی تھی۔

یہ تھا پس منظر! نامِ ہندو شیعیان علیؑ کے خطوط کا! حسینؑ اپنی سادگی طبع کی وجہ سے حالات کے نشیب و فراز کو سمجھنے کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ اور اس پر ان کی خواہش حکمرانی نے سمندِ آرزو پر تانہ یا نہ کا کام دیا۔ گویا آپؑ نے عراق میں پہنچ کر اپنی حکومت کے اعلان کا مصمم عزم کر لیا تھا۔

حسینؑ مکہ سے رخصت ہوتے ہیں

ام المومنین سیدہ ام سلمہؓ نے آپ کے ارادہ سے واقف ہو کر روکا مگر آپ نے نہ رکنے کا ہتھیہ کیا۔ اس کے بعد آپ کو روکنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ جن میں سے زرارہ بن صالح۔ محمد بن علی المعروف ابن حنفیہ۔ عبد اللہ بن عباس۔ عبد اللہ ابن زبیر۔ عبد اللہ بن عمر۔ عبد اللہ بن جعفر نے ہر چند کوششیں کیں۔ مگر آپ نے کسی کی نہ سنی۔ عبد اللہ بن زبیر نے تو یہاں تک کہا کہ آپ یہیں اعلان حکومت کیجئے۔ اور ہاتھ لائیے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ عبد اللہ بن جعفر نے اپنی زور و جبر یعنی سیدہ زینب کو روکا اور وہ نہ رکیں تو انہیں طلاق دیدی اور اپنا لڑکا علی الزینبی ان سے چھین لیا۔ یہ غلط ہے کہ عون اور محمد عبد اللہ کے بیٹے تھے۔ یہ عبد اللہ اور زینب کے بیٹے نہیں بلکہ دیور تھے۔

ایک اہم موڑ

آپ سب کو ٹھکرا کر حج کا احرام کھول کر مکہ سے روانہ ہو کر تنغیم کے مقام پر فردکش ہوئے تو یمن سے ایک قافلہ خراج کا مال لے کر شام کو جاتا نظر آیا۔ آپ نے اس قافلہ کا تمام مال یہ کہتے ہوئے اپنی تمصرف میں لے لیا کہ یہ مال امام کا حق ہے۔

(تلخیص صفحہ ۱۵۹ جلد ۲)

اس مقام پر اس سے زیادہ کیا کہا جاسکتا ہے۔ کہ مکہ سے نکلتے ہی آپ نے اپنے آپ کو مملکت اسلامیہ کا حکمران سمجھ کر سرکاری خزانہ لوٹ لیا۔ مگر اس کے باوجود حکومت بجائے اس کے کہ باز پرس کرتی۔ الشا امن نامہ تحریر کر کے واپس مکہ بلا رہی ہے۔

چنانچہ مجلسی لکھتا ہے۔

عبداللہ بن جعفر (آپ کے چچا زاد اور بہنوئی) عمرو بن سعد حاکم مدینہ کے پاس گئے اور اس سے کہا ایک خط امام حسینؑ کے نام اپنی طرف سے لکھ دو اور اپنی امان دے کر التماس و معاونت کرو۔ عمرو نے ایک خط امام حسینؑ کی خدمت میں لکھا اور اپنے برادر یحییٰ کے ہمراہ روانہ کیا۔ اور عبداللہ بھی ہمراہ یحییٰ ہو گئے۔ جب امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے۔ سرچند مبالغہ آمیز مراجعت آنحضرت میں کیا۔ کچھ مفید نہ ہوا۔

(صفحہ ۱۵۹ جلد ۲)

آپ منزل بمنزل شعلبیہ پہنچ گئے۔ ایک بار پھر اس طرف توجہ کیجئے کہ مکہ سے نکلتے ہی آپ حکومت موقتہ کا خزانہ لوٹ لیتے ہیں۔ حاکم مکہ یہ سب کچھ جاننے کے باوجود کہ آپ کو فیوں کے بہکانے میں آکر یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں اور کوفہ پہنچ کر اعلان حکومت کرنے والے ہیں حاکم مکہ کے پاس اس قسم کی حرکات کے دفعیہ کی پوری طاقت موجود ہے۔ مگر وہ امیر المومنین امیر یزید کے حکم کی وجہ سے ایسے کسی فعل کے ارتکاب کے لئے تیار نہیں جو امن عامہ میں معمولی سے خلل کا بھی موجب بنے شعلبیہ کے مقام پر حضرت مسلم کی شہادت کی اطلاع ملی۔ اس

سے پہلے متعدد خطوط میں مسلم لکھ چکے تھے۔ کہ آج اٹھارہ ہزار کو فیوں نے
میرے ہاتھ پر آپ کی امارت کے لئے بیعت کی ہے۔ آج چوبیس ہزار
تک پہنچ گئے ہیں۔ آج تیس ہزار ہو گئے ہیں۔ مگر یک لخت یہ افواہ
سن کر آپ سکتے میں آ گئے۔ سخت اندوہناک ہوئے۔

(صفحہ ۱۶۳ ج ۲ - ۲)

پس عبد اللہ بن سلیمان و منذر بن شمعل (مسلم کی شہادت کی خبر
لانے والوں) نے عرض کیا کہ اہل کوفہ آپ کے باپ اور بھائی کی طرح
ناصر و یاد رہیں گے۔ ہماری التماس ہے کہ آپ واپس تشریف
لے جائیں۔

آپ کا رجوع

حضرت امام حسینؑ متوجہ اولاد عقیل ہوئے۔ انہوں نے کہا بخدا
سو گند ہم واپس نہ جائیں گے۔

(صفحہ ۱۶۳ جلد ۲)

مہنف تصویر کمر بلا لکھتا ہے۔ کہ کمر بلا میں پہنچ کر آپ نے فرمایا اگر
تم کو میرا آنا ناگوار ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔ (صفحہ ۲۶)
یہی لفظ جلال العیون صفحہ ۱۷۱ جلد ۲ پر ملا مجلسی نے
لکھے ہیں۔

اقول

آپ نے ثعلبیہ سے واپسی کا ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ،
 جلالہ العیون کے ان الفاظ کے علاوہ کہ آپ متوجہ اولاد عقیل ہوئے۔
 یعنی آپ نے چاہا کہ واپس ہو جائیں۔ ناسخ التوارخ میں بھی موجود ہے۔ کہ
 آپ نے واپسی کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور مولوی سید محمد قلی صاحب مجتہد نے تو
 صاف اقرار کیا ہے۔ ہر چند قصد رجوع کر دھکن نشد یہ تصریحات اس بات
 پر دلالت کرتی ہے۔ کہ آپ کا عزم کوفہ جہاد کی غرض سے نہیں بلکہ حصول خلافت
 کے لئے تھا۔ اگر یہ جنگ مذہبی ہوتی تو قصد رجوع قطعاً ناجائز ہے۔ اور
 قصد رجوع کے بعد احیائے دین و نجات کے کیا معنی۔ زیادہ سے
 زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ثعلبیہ سے بعد کا سفر انتقام خون مسلم کے لئے
 تھا۔ مگر انتقام خون مسلم کا یہ طریقہ بھی ناقابل فہم ہے۔ حقیقت یہ ہے
 کہ مجبوراً آپ آل عقیل کی شرماء حضوری میں محض ان کی خوشنودی اور
 رضا جوئی کے لئے آگے بڑھتے رہے۔

یہاں تک کہ منزل اشراں میں پہنچ گئے۔ اور حُر نے آپ کا راستہ
 روک لیا۔ اور کہا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ کہ میں آپ کو ابن زیاد کے پاس
 لے جاؤں۔ آپ نے فرمایا جب تک زندہ ہوں یہ ذلت مجھ سے گوارہ نہ
 ہوگی۔ بعد اس کے اصحاب کو حکم دیا۔ سوار ہوں۔ جب ہو دوح پائے حرم
 محترم اونٹوں پر بندھ گئیں۔ حضرت پائے مبارک رکاب میں رکھ کر سوار
 ہوئے۔ جب چاہا واپس جائیں۔ لشکر مخالف نے راستہ روک لیا اور
 مانع ہوئے۔

اقول

منزل شعلبیہ سے آپ نے واپسی کا ارادہ کیا۔ لیکن آل عقیل کے مجبور کرنے پر آگے بڑھتے گئے۔ اب شیعان کوفہ کا ہر اول مقام اشراف میں سامنے آیا تو حرم کو سوار کر کے واپس روانہ ہوئے۔ تو شیعان علیؑ مانع آئے۔ گویا جس مطلب کے لئے شیعان کوفہ نے بلایا تھا۔ اور اب آپ ان کے قابو میں آچکے تھے۔ پھر وہ واپس کیوں جانے دیتے۔ وہ تو فیصلہ کر چکے تھے۔ کہ امت کے اشراف میں سے جو بھی قابو میں آئے اسے گھیر کر قتل کر دو۔ اور اس قتل کو اڑ بنا کر مملکت میں فتنہ پیدا کر کے جس حد تک اسلام کو نقصان پہنچایا جائے پہنچاؤ۔

کر بلا میں پہنچ کر واپسی کا ارادہ

حکیر گھار کر آپ کو مصافحات کوفہ میں لے آیا۔ مگر آپ اب پورے طور پر ان کے ارادوں سے واقف ہو چکے تھے۔ آپ نے شعلبیہ سے ہی اپنا رخ دمشق کی طرف کر لیا تھا کہ اب سوائے اس کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں کہ سیدھا امیر المومنین امیر نزید کے پاس پہنچ جاؤں۔ کر بلا مکہ اور کوفہ کے راستہ سے بالکل مخالف سمت میں کوفہ اور دمشق کے راستہ میں واقع ہے۔ اور یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ عازم کوفہ ہو چکے تھے۔

کربلا سرسبز و شاداب قطعہ اراضی تھا

آج ہر ادنیٰ و اعلیٰ عالم و جاہل خواندہ و ناخواندہ یہی مانک لگائے جا رہا ہے کہ کربلا بے آب و گیاہ چٹیل ریگستان ہے۔ یہ روایت بھی اسی روایت کی طرح جھل بے سرو پا اور جھوٹ و کذب سے بھرپور فرضی داستان ہے جس طرح یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت حسینؑ پیاسے شہید ہوئے۔ کربلا لب وریا فرات چند آباد دیہات کے درمیان ایک سرسبز شاداب قطعہ اراضی تھا۔ مصنف تصویر کر بلا لکھتا ہے۔ جس وقت حر کے ساتھ حضرت حسینؑ کربلا پہنچے۔ اس وقت اس کے گرد و پیش ماریہ، غافرہ، نینوا، قادسیہ، شفیعہ اور عقر وغیرہ قریات اور گاؤں آباد تھے۔ اور عرب ان میں رہتے تھے۔ وہ سب کربلا کی زمین کے مالک اور قابض تھے۔ امام موصوف نے ان کو طلب کیا۔ اور اس بابرکت اور پرشفا زمین کو ساٹھ ہزار درہم دے کر خرید لیا۔ اس کی پیمائش ۴۴ مربع میل ہے۔

(تصویر کر بلا صفحہ ۲۴ مصنف سید آل محمد)

حضرت امام جعفر سولہ مربع میل کہتے ہیں۔ اربعہ امیال فی اربعہ امیال کربلا کی شادابی کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ خود شیعہ اسے وادی الایمن، فی الارض قطع متجاورات وغیرہ کہتے ہیں۔

کربلا میں درود کی تاریخ

بقول ایک جماعت کے ۲ محرم روز چہار شنبہ یا پنج شنبہ - بقول بعض
آٹھ محرم (صفحہ ۱۶۹ ج - ۲)

ابھی تک ان حبان اہلبیت کو حضرت حسینؑ کے کربلا میں درود کی
تاریخ ہی معلوم نہیں۔ اور محرم کے دس دن اس طرح گزارتے ہیں۔
گویا خود ٹیپ ریکارڈ اور کیمیرہ لیکروٹاں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور جو کچھ
وٹاں ہوا۔ ٹیپ نے اپنی زبان میں اور کیمیرہ نے اپنی آنکھ میں محفوظ
کر لیا۔

ابن سعد قاتل حسینؑ تھا یا شیعان حسینؑ خود قاتل تھے

عمر بن سعد نے کربلا میں پہنچ کر عروہ بن قیس کو بلا کر کہا کہ بطور قاصد
امام حسینؑ کے پاس پہنچے۔ مگر چونکہ وہ ان لوگوں میں سے تھا۔ جنہوں نے
خطوط امام حسینؑ کو لکھے تھے۔ اس نے قاصد ہی قبول نہ کی۔ اور جس رئیس
امیر لشکر کو کہتا تھا۔ کوئی قبول نہ کرتا تھا۔ اس لئے کہ ان میں سے اکثر وہی
لوگ تھے۔ جنہوں نے آپ کو خطوط لکھے۔ اور حضرت کو عراق بلایا تھا۔
پس کثیر بن عبد اللہ نے کہا اگر کہو ان کو قتل کر کے ان کا سر تمہارے
پاس لے آؤں۔ عمر بن سعد شفی نے کہا یہ ابھی منظور نہیں (صفحہ ۱۷۰ جلد دوم)

جب جواب امام حسینؑ عمر بن سعد کو پہنچا۔ اس نے کہا امیدوار ہوں۔ خدا
مجھے معاملہ و مقاتلہ امام حسینؑ سے نجات دے۔

(صفحہ ۱۷۱ جلد دوم)

پانی بند ہوتا ہے

حضرت نے ایک بیلچہ دست مبارک میں لیا۔ اور عقب خیمہ حرم
محترم تشریف لائے۔ اور پشت خیمہ سے نو قدم سمت قبلہ چلے اور وہاں
ایک بیلچہ زمین پر مارا کہ باعجاز حضرت چشمہ شریں آب وہاں ظاہر
ہوا۔ اور امام حسینؑ نے معہ اصحاب وہ پانی شیریں نوش کیا۔ اور
مشکیں وغیرہ بھر لیں پھر وہ چشمہ غائب ہو گیا۔

(صفحہ ۱۷۲ جلد دوم)

امام حسینؑ نے اپنے یرادر عباس کو بلایا۔ اور تیس سوار اور بیس
پیادے ان کے ہمراہ کر کے بیس مشکیں ان کو دیں کہ فرات سے بھر لائیں۔
جب کنارہ فرات پر پہنچے۔ عمرو بن حجاج نے پوچھا کون ہے۔ ہلال بن
نافع نے کہا۔ اصحاب آنحضرتؐ میں سے تمہارا پسر عم ہوں۔ اور پانی
پینے آیا ہوں۔۔۔۔۔ حجاج نے کہا پانی نہ بھرنے دو۔ قریب تھا۔ آتش
حرب و ضرب مشتعل ہو۔ مگر اصحاب حسینؑ نے مشکیں بھر لیں۔ اور روانہ
ہوئے اور کوئی آسیب و گزند نہ پہنچا۔

(صفحہ ۱۷۳ جلد دوم)

امام زین العابدین سے منقول ہے۔ کہ حضرت نے اس شب (آخری رات) حکم دیا کہ خیمہ لائے حرم محترم متصل ایک دوسرے کے بنوایا گئے۔ اور ان کے گرد خندق کھودی گئی۔ اور لکڑیوں سے بھر دیا۔ (ریگستانوں میں اتنی لکڑیاں کہاں) کہ جنگ ایک طرف سے ہو۔ اور علی اکبر کو مع تیس سوار اور بیس پیادے کے بھیجا کہ وہ چند مشک آب نہایت خوف و اضطراب بھر لائے۔ حضرت نے اپنے اہلبیت اور اصحاب سے فرمایا پانی پیو کہ یہ آخری نوشہ تمہارا ہے۔ اور وضو و غسل کرو اور اپنے کپڑوں میں خوشبو لگاؤ۔ کہ وہ تمہارے کفن ہونگے اور موافق ایک روایت کے تیس نفر لشکر عمر بن الخطاب سے لشکر امام حسین میں داخل ہوئے۔ اس رات کی سحر کو امام نے تہیہ سفر آخرت کیا اور تورا (بال صفا پاؤں) حضرت کے لئے اس طرف میں جس میں بہت سا مشک تھا تیار کیا۔ اور حضرت خیمہ مخصوص میں تورا لگا رہے تھے۔ اس وقت بربرین ہمدانی و عبدالرحمن بن عبداللہ انصاری درخیمہ پر منتظر تھے کہ جب آنحضرت فارغ ہونگے تو یہ بھی تورا لگائیں۔ بربرین ہمدانی اس وقت عبدالرحمن سے مذاق کرتے تھے۔ عبدالرحمن نے کہا اے بربرین یہ ہنگام مذاق نہیں۔

(صفحہ ۱۶۷ جلد دوم)

امام حسینؑ کے کچھ انصار پانی بھرتے اور کچھ لڑتے تھے۔ جب بیسوں مشکیں بھر گئیں تو بڑی شجاعت سے عباس لڑتے لڑاتے اپنے مقام پر پہنچ گئے۔ اور اس لڑائی میں کوئی شخص شہید نہیں ہوا۔ اسی لئے حضرت عباسؑ کو ستائے اہلبیت کہتے ہیں (تصویر کربلا صفحہ ۳۲)

ابن زیاد کو خبر ملی کہ امام حسین کسواں کھود کر پانی پیتے ہیں۔ اور عمر بن سعد کے حضرت سے سازش کر لینے کی خبر بھی سنی۔

(تصویر کربلا صفحہ ۳۲)

امام حسینؑ نے بنو راما مت اپنے زیر قدم دودھ سے زیادہ سفید پانی کا چشمہ جاری فرما کر اور شمر کو دکھلا کر کہا ملعون میں اتمام حجت کرتا ہوں ورنہ ابھی جو چاہوں کروں۔

(خلاصۃ المصابیب صفحہ ۱۷۰)

امام تشنہ لب بجانب نہر فرات روانہ ہوئے۔ سواروں پیادوں نے راستہ روک لیا۔ اور یہ اشقیاء چار ہزار سے زیادہ تھے۔ امام مظلوم نے باوجودیکہ شدت تشنگی بہت کفار کو جانب نادر روانہ کیا۔ اور صفوف لشکر کو شکافہ کر کے گھوڑا پانی میں ڈال دیا اور اپنے اسپ باوقاف سے فرمایا پہلے تو پانی پی لے۔ اور اس کے بعد میں پیوں گا۔ گھوڑا اپنی منہو تھتی پانی سے اٹھائے اور منتظر تھا کہ پہلے امام تشنہ لب پانی پی لیں۔ جب امام حسینؑ نے چلو میں پانی اٹھایا اور چاہا نوش کریں۔ ایک ملعون ناسیخا نے آواز دی کہ آپ یہاں پانی پیتے ہیں ادھر لشکر مخالف خیمہ ہائے حرم میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت نے وہ پانی ماتھ سے پھینک دیا۔

(صفحہ ۲۰۱ جلد دوم)

تبصرہ

آپ نے نماز ظہر پڑھی

حضرت نے نماز ظہر یا جماعت اصحاب باقی ماندہ مبعنوان نماز خوف ادا کی اور جو نیزہ و تیر لشکر مخالف سے اپنی طرف آتا تھا دونوں بزرگوار اپنے جسم پر لیتے تھے۔
(صفحہ ۱۸۹ جلد ۲)

تبصرہ

کربلا کے متعلق واضح ہو چکا ہے کہ وہ ایک سرسبز و شاداب خطہ تھا۔ کنارہ فرات پر واقع تھا۔ ایسے مقامات پر جہاں چند فٹ جگہ کھودو پانی نکل آتا ہے۔ اور حضرت حسینؑ نے کسی مقام پر کھود کر پانی نکالا۔ تمام قافلہ پانی سے سیراب رہا۔ دس محرم تاریخ شہادت بیان کی جاتی ہے۔ اور اس دن صبح پانی کی لگن میں مشک کا حل کرنا۔ وضو و غسل کا ذکر واضح طور پر بیان ہو چکا ہے اور اگر فرات سے بھی پانی لایا گیا تو تصریحات بالا کی روشنی میں ایسا کوئی اشارہ تک نہیں کہ کسی کی شہادت محل میں آئی ہو۔ بلکہ حالات ایسے ہیں کہ آپ کے اصحاب (بال صفا پوڈر) لگانے کے لئے آپس میں چیل بازی کر رہے۔ حضرت نے خود بال صفا پوڈر لگایا۔

معلوم ہوتا ہے کہ سفر کے دوران آپ کو فرصت نہ ملی ہوگی۔ یہاں پہنچ کر
 زمین خرید لی۔ آپ یہاں مستقل قیام کا ارادہ فرما چکے ہوں گے۔ لہذا
 ضروری تھا کہ مشک آمیز پانی سے غسل کر کے سفر کی تھکاوٹ دور کر لیں
 شیعیان کوفہ کو یہ بات پسند نہ تھی کہ حضرت حسینؑ آرام سے قیام پذیر
 ہو جائیں۔ انہیں اس بات کا سخت ڈر تھا کہ اگر آپ قیام پذیر ہو گئے
 تو لازماً ہمارے بارہ ہزار خطوط سامنے آئیں گے۔ پھر حکومت موقتہ کے
 ماتھے سے ہمارا بچنا محال ہو جائے گا۔ عمر بن سعد بھی مطمئن ہو چکے تھے۔
 مگر شیعیان علی چکے بیٹھے والے نہیں تھے۔ وہ بڑی باقاعدگی سے ابن
 زیاد کو بہکانے میں مصروف تھے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ چند مٹھی بھر آدمی ایک طرف ہیں
 اور بقول شیعیان کوفہ کے تیس ہزار بلکہ لاکھوں کا لشکر ایک طرف ہے
 پھر یہ آٹھ دس دن تک انتظار کس بات کا تھا۔ اللہ عقل دے تو صاف
 واضح ہے کہ حضرت حسینؑ کے قتل کا خیال بھی حکام وقت کے دماغ میں
 نہ تھا۔ آٹھ دس روز گزرنے پر شیعیان کوفہ نے گھبراہٹ محسوس کی۔
 جس طرح جنگ جمل اور جنگ صفین میں سیانیوں نے محسوس کیا تھا کہ اگر
 صلح ہوگی تو آخر صلح کرنے والوں کی تلواریں ہماری گردنوں پر ہوں گی
 بعینہ یہی صورت یہاں تھی۔ کہ اگر حسینؑ یہاں مقیم ہو گئے یا دمشق چلے
 گئے دونوں صورتوں میں ہماری گردنیں زیر شمشیر ہوں گی۔ ابن زیاد
 اور عمر سعد صرف دو آدمی ہزاروں شیعوں کے مقابلہ میں کیا وقعت رکھتے
 تھے۔ اگر شیعیہ چاہتے تو بجائے حسینؑ کے ان دونوں کو پکڑ کر ملک عدم
 پہنچا دیتے۔ مگر اس طرح ان کی وہ سکیم کامیاب نہیں ہو سکتی تھی جو

ان کے نہا نخانہ دماغ میں کلبلا رہی تھی۔ کہ جس طرح بھی ہو سکے۔ حسینؑ کو ختم کیا جائے۔ اور اس کے بعد اس قتل حسینؑ کے نام پر حکومت میں تھانہ جنگی تشت و افتراق اور بد امنی بد نظمی کا سلسلہ شروع کیا جائے۔

کس نے پانی بند کیا۔ کس کا پانی بند ہوا۔ کب ہوا۔ کون پیاسا رہا کس نے پیاس سے تڑپ کر جان دی۔ کب عباس کے بازو کٹے یہ سب داستان کوئی محل نظر ہی نہیں بلکہ سراسر کذب و افترا سے مملو داستان ہے۔ یہاں اس بات کو بھی ذہن میں لائیے کہ حسینؑ شمر کو پانی دکھا کر کہتے ہیں میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ پھر اگر ان کا کنبہ پیاس سے بلبلا اٹھا تو یہ جرم خود حسینؑ کا محسوب ہوگا۔ جنہوں نے باوجود قدرت کے اپنے کنبہ کے تمام افراد کو پیاسا مارا۔ یا فوج مخالفین کا۔ اور اگر اسے فوج مخالفین کا ہی قصور مان لیا جائے تو وہ مخالفین کون تھے۔

خود شیعان علیؑ، شیعان حسنؑ اور شیعان حسینؑ !

ملا مجلسی کا ایک اور الہام

عباس کی شہادت

ناگاہ خیمہ سے صدائے العطش بلند ہوئی۔ حضرت عباسؓ گھوڑے پر صوار ہو کر نیزہ مشک ٹاٹھ میں لے کر قصد نہر فرات کیا۔ وہاں چار ہزار کفار اشراۃ مود کل آب فرات تھے۔۔۔ مشک بھر کر دوش پر رکھی اور متوجہ خیمہ حرم ہوئے۔ یزید بن وقار نے دست راست پر تلوار ماری آپ نے مشک دست چپ میں اٹھائی۔ حکیم بن طفیل نے بایں بازو کو بھی کاٹ دیا۔ حضرت نے مشک دانتوں میں پکڑ لی اور گھوڑا دوڑا دیا۔ ناگاہ ایک تیر مشک پر لگا اور پانی بہہ گیا۔ آپ زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑے اور پکارے اے میرے برادر میری خبر لیجئے

” (صفحہ ۱۹۶ جلد دوم)

گذشتہ صفحات کی تصدیحات کی روشنی میں ملا مجلسی کی اس داستان سرائی کی کیا قدر و قیمت رہ جاتی ہے۔ یہی عباسؓ چپند گذشتہ سطور میں پانی بھر کر صحیح و سلامت لے جاتے دکھائے گئے ہیں اصل میں ان لوگوں نے ہر اس جھوٹ سے کام لیا۔ جس سے کسی نہ کسی طور پر بھی یہ ظاہر ہو سکتا کہ سیدنا حسینؓ پر عمر بن سعد ابن زیاد اور

بیزید کی طرف سے بڑا ظلم ہوا۔ اور یہ لوگ اس میں کس حد تک کامیاب ہوئے یہ ظاہر و باہر ہے۔

جھوٹ ہی جھوٹ

ایک دفعہ چار ہزار کافران خدا نے امام ابراہیم پر تیر برسائے۔ امام تشنہ لب راہِ خدا میں تیر مائے جور و جفا کو چہرہ مبارک و سینہ مقدس و گلوئے مطہر پر لیتے اور جہادِ اعدا میں کوشش فرماتے (صفحہ ۲۰۱ جلد دوم) (یہ تیر تھے یا پروانے)

خیمے نہیں لوٹے گئے

جب عمر بن سعد نزدیک خیمہ مائے حرم محترم آیا۔ آواز دی کہ کوئی متعرض احوال نہ نہان خیمہ نشین نہ ہو۔ اور علی بن حسین کو ضرر نہ پہنچائے۔ اور جو کچھ چھین لیا ہے واپس کر دیں۔ (صفحہ ۲۰۶ جلد دوم)

سیدنا حسینؑ کی تدفین

عمر بن سعد ملعون نے سر ہاتے شہدا کربلا قبائل عرب کو تقسیم کئے اور ہمراہ حرم محترم اسی روز کوفہ روانہ ہوئے۔ اہل غاصریہ قبیلہ بنی السد سے آئے۔ ان جسد ہاتے مطہرہ و بدن ہاتے مکرم پر نماز پڑھ کر دفن کرویا۔ اور جسد مبارک جناب امام حسینؑ کو اس مقام شریف میں جہاں صریح مقدس ہے دفن کیا۔

(صفحہ ۲۰۹ جلد دوم)

مجلسی کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام شہدا کے سر کاٹے گئے۔ حالانکہ یہ قطعاً جھوٹ اور افترا ہے۔ بلکہ سیدنا حسینؑ کی سر بریدگی کی داستان بھی کذب محض ہے۔ یہ ایک ہنگامہ تھا کہ شیعان حسینؑ نے ہلہ بول کر آپ کو معہ آپ کے ساتھیوں کے چند منٹ میں شہید کر دیا۔ اور عمر بن سعد نے فوراً حالات پر قابو پا لیا۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ خیموں پہنچا اور کہا کوئی بھی مستورات اور علی بن حسین سے متعرض نہ کرے۔ اس نے تمام نعشوں کو دفن کرا کے گنج شہیداں بنا دیا۔ غاصریہ والوں کو کیا معلوم تھا کہ کون سی معش کس کی ہے جبکہ انہوں نے زندگی میں ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دیکھا تھا۔ پھر بقول روافض سیدنا حسینؑ کی نعش تو گھوڑوں کے ٹاپوں سے پامال ہو چکی تھی۔ وہ ریزہ ہاتے

جسم کس نے پہچانے کس طرح اکٹھے کئے اور کہاں دفن کئے۔ یہ سب
محض داستان سرائی ہے۔

امام کو امام ہی دفن کر سکتا ہے

امام رضا سے منقول ہے کہ امام زین العابدین محض تشریف لائے
اور اپنے پدر بزرگوار پر نماز پڑھ کر جسد مطہر آں حضرت کو
دفن کیا۔ اور واپس تشریف لے گئے۔

(صفحہ ۲۰۹ جلد ۲)

رجعت

رجعت کا عقیدہ یہود اور مجوس کے عقائد کا پھر بہ ہے۔ مسلمان حضرت عیسیٰ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کے قائل ہیں۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا شوشہ چھوڑنے والوں میں سے مرزا قادیانی اور اس کی امت پیش پیش ہے۔ مگر بدلائل و بروہین یہ مسئلہ کئی بار واضح اور صاف کیا جا چکا ہے۔ اور قرآن خود صاف الفاظ میں کہتا ہے۔ وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لكم۔ آپ نہ قتل کئے گئے نہ سولی دیئے گئے بلکہ تم پر یہ امر مشتبہ کر دیا گیا ہے۔

رجعت کے عقیدہ کے روافض بڑی شدت سے قائل ہیں۔ مجوس یہود اور ہنود کے عقائد کے ملغوبہ نے روافض کے ذہنوں میں بھی رجعت کے تخیلات اور فاسد عقیدہ کو سبز باغ دکھا دکھا کر اس لئے ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو مفلوج کرنے کی کوشش کی۔ یہ لوگ کہیں ہمارے ماتھے سے نکل نہ جائیں۔ رجعت کا اصل مفہوم اور مطلب تو یہ ہے کہ کوئی زندہ آدمی گم ہو جائے یا قدرت اسے آسمان پر اٹھالے یا پوشیدہ کر لے۔ اور کسی وقت اسے ظاہر کرے یا واپس لوٹائے۔ مگر روافض اپنے رجعت کے عقیدہ میں منفرد ہیں۔ یہ لوگ مردوں کی رجعت کے قائل ہیں حالانکہ اسے رجعت نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ یہ تناسخ اور رواگون کا چکر ہے۔ جو خالصتاً مجوس اور یہود کا عقیدہ ہے۔ یہ لوگ

اگر اتنی سی معمولی بات بھی نہیں سمجھ سکے تو دوسری باتوں کے نہ سمجھنے پر
ان پر افسوس محض نادانی ہے۔

حضرت حسینؑ کہتے ہیں۔ پس جو شخص رجب میں پہلے لوٹے گا اور قبر
سے باہر آئے گا وہ میں ہوں گا۔ اور میرا رجب میں آنا مثل تشریف آوری
جناب امیر ہوگا۔ جبکہ قائم آل محمد ظاہر ہوں گے۔ میرے پاس ایک گروہ آسمان
سے ظاہر ہوگا۔ کہ اس سے پہلے وہ زمین پر نہ آئے ہوں گے۔ اور جبرائیل
و میکائیل و اسرافیل و لشکر ثنائے ملائکہ و محمد رسول اللہ و علی ابن طالب
امام حسنؑ مع جمیع آیہ کہ وہ سب اسپان ابلق نور پر سوار ہوں گے اور
کوئی مخلوق ان سے پہلے ان اسپان نور پر سوار نہ ہوگی۔ تشریف لائیں گے
بعد اس کے رسول خدا اپنے علم کو حرکت دیکر قائم آل محمد کے ہاتھ میں دیں گے۔

(صفحہ ۲۱۱ جلد دوم)

میں نے دمشق میں سر امام حسینؑ دیکھا۔ کہ نیزہ پر تھب تھا۔ اور کوئی حضرت
کے آگے آگے سورۃ اصحاب کہف پڑھتا تھا (گویا جلوس جا رہا تھا) جب
اس آیت تک پہنچا ام حسبہؑ ان اصحاب الکھف بقدرت خدا سر
سید الشہداءؑ بزبان فصیح گویا ہوا میرا قصہ اصحاب کہف سے عجیب ہے
اور یہ آیت حضرت کی رجب پر دلالت کرتی ہے۔ کہ وہ حضرت زمانہ
رجب میں کفار سے خون طلب کریں گے

۱۔ سید الشہداء صرف حمزہؑ ہیں۔ زاد یہ عرش پر لکھا ہوا
ہے کہ حضرت حمزہؑ سید الشہداء ہیں۔

(اصول کافی کتاب الحجۃ)

بقیۃ السیف

آج روافض اور اہل سنت کے بعض جہلا اکثر مجالس اور محافل میں بڑے دردمندانہ انداز میں یہ دہراتے نظر آتے ہیں کہ کربلا میں سوائے علی زین العابدین کے کوئی زندہ نہ بچا۔ یہ سرسراہر لغو اور کذب و افتراء سے بھرپور داستان ہے۔ سیدنا حسین کے ساتھ جو کوئی مکہ سے ہمراہ آئے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ آپ ہمارے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہیں۔ اور کربلا وہ مقام تھا جو کوفہ سے دمشق کی طرف خط مستقیم پر واقع تھا۔ پہلے تو ان لوگوں کا خیال تھا کہ سیدنا حسین جب کوفہ پہنچیں گے۔ تو امیر ابن زیاد کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے کی وجہ سے گرفتار یا مقتول ہو گئے۔ تو ہمیں ہلٹر بازی کا موقع مل جائے گا۔ مگر اب ان کی یہ سقیم فیل ہوتی جا رہی تھی۔ انہوں نے سیدنا حسین سے اپنے خطوط کا مطالبہ کیا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ معاملہ چھینا چھپی تک پہنچا۔ جو آخر میں تلوار بازی تک جا پہنچا۔ اس تلوار بازی میں کوفیوں سے جو الجھا مارا گیا۔ اور جو خیموں سے باہر نہ نکلا۔ پڑھ گیا۔ جب ابن سعد کے کانوں میں یہ چیخ و پکار پہنچی تو فی الفور معہ چند لشکریوں کے موقع پر پہنچ گیا۔ اور حالات پر قابو پا لیا۔ کچھ کوئی سیدنا حسین کے ساتھیوں کے ہاتھوں واصل جہنم ہو چکے تھے۔ باقی ابن سعد کے لشکریوں نے ختم کر دیئے۔ ابن سعد کا ارادہ تھا کہ اگر سیدنا حسین بیعت پر رضا مند نہیں تو ان پر نگرانی کی جائے اور صورت حال سے خلیفۃ المومنین کو اطلاع دی جائے۔ وہاں سے جو حکم آئے اس پر عمل کیا جائے۔ یا حکم آتا کہ انہیں دمشق پہنچا دیا جائے اور حسین خود بھی یہی چاہتے تھے اور یا حکم ملتا کہ اگر انہوں نے زمین خرید کر مستقل سکونت وہاں اختیار کر لی ہے تو

انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔ حسینؑ کے ساتھ ہی بار بار میدان جنگ میں جا کر نام لے لے کر بلانے والوں کو دشنام دیتے رہے۔ مگر بلانے والے یہ کسی صورت میں گوارہ نہیں کر سکتے تھے کہ ان کے ناموں کی یوں تشہیر کی جائے۔ وہ آگے بڑھتے رہے۔ اور قتل ہوتے رہے اور قتل کرتے رہے۔ ورنہ معمولی سی عقل کا آدمی بھی یہ اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ بقول روافض کجا تیس ہزار کا لشکر گراں اور کجا چند نفوس۔ ایک لمحہ کی مار بھی نہ تھے۔ مگر یہاں گھنٹوں لڑائی کا نقشہ چایا جاتا ہے۔ صبح غسل و نورا اور وضو کا اہتمام ہے۔ پھر جنگ شروع ہوتی ہے۔ ایک ایک لکارتا ہوا خیمہ سے نکلتا ہے۔ اور سامنے بھیڑ بکریوں کے گلے کو دیکھ کر اس میں گھس جاتا ہے۔ پھر دوسرا آتا ہے پھر تیسرا۔ آخر یہ کوئی ڈرامہ تھا یا جنگ۔ دشمنوں نے یک لخت آگے بڑھ کر سب کو اسیر یا شہید کیوں نہیں کر دیا۔

بچنے والوں کی تعداد

تین صاحبزادے امام حسن کے کم سن تھے اور شہید نہ ہوئے تھے۔ ان کے نام حسن مثنیٰ زید اور عمر تھے۔ (صفحہ ۲۱۵ جلد دوم)

زین العابدین نے فرمایا ہم بارہ شخص اہلبیت حضرت رسول تھے کہ ہم کو مجلس یزید میں لے گئے۔ (صفحہ ۲۲۷ جلد دوم)

یہی مجلسی حضرت حسینؑ کی زبان سے بیان کرتا ہے کہ میں اور میرے اہلبیت و اصحاب و ماں شہید ہوں گے۔ اور میرے فرزندوں میں سے سوائے زین العابدین کے کوئی نہیں بچے گا۔

(صفحہ ۱۵۷ جلد دوم)

سید آل محمد اپنی مایہ ناز تالیف تمصویہ کر بلا کے آخر میں قتل ہونے والوں اور زندہ بچنے والوں کی ایک فہرست پیش کرتا ہے۔

(۱) حسن مثنیٰ بن امام حسن - عمدۃ المطالب، مقام، ناسخ التواریخ، کشف الغم، ارشاد اور ریاض الشہادت میں ان کا نام ہے۔
 زخمی ہو کر گرے۔ رمق حیات باقی تھی۔ اسماء بن خاریجہ ابو حسان ان کا ماموں تھا (گویا لشکر مخالفین میں صرف شمر ہی علی کا ایک سالہ نہیں بلکہ علی کا دوسرا سالہ بھی موجود ہے۔) شفا عت کر کے بچا کر لے گیا۔ کوفہ میں جا کر علاج کیا۔ جب تندرست ہو گئے مدینہ روانہ کر دیا۔ (صفحہ ۸۳)
 (۲) ضحاک بن عبد اللہ مشرقی - گھوڑا تیروں کے خوف سے خیمہ کے اندر باندھ دیا تھا (غالباً خیمہ لوہے کی چادر کا تھا۔) پیدل جہاد کیا۔ پھر امام کو کہا میری بیعت بحال کیجئے آپ نے کہا بحال کی۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر لڑتا بھڑتا نکل گیا (اور تیس ہزار مردان شجاع منہ دیکھتے رہ گئے)
 (۳) عقبہ بن سمعان غلام رباب - عمر سعد نے بعد قتل حسین ان کو رونا کر دیا (کیوں) صفحہ ۸۴

۴ - مرقح بن قہامہ اسدی - مقام میں ان کا نام ہے۔ بعد قتل حسین گرفتار ہوئے۔ زیاد نے دارہ کی طرف نکال دیا۔ (صفحہ ۸۸)
 زین العابدین، زید بن حسن، محمد باقر بن زین العابدین، عبد اللہ بن عباس، دو فرندان مسلم، المختصر یہ کہ بارہ مبقول علی زین العابدین دمشق پہنچے۔ چار مذکورہ بالا اس لحاظ سے سولہ زندہ بچے۔

نمیش کی پامالی

مجلسی بڑی طویل تہید کے بعد لکھتا ہے

کہ جب فتنہ اس شیر کے پاس پہنچی کہا اے ابو الحارث! شیر نے سر اٹھا کر دیکھا۔ فتنہ نے کہا کچھ جانتا ہے کافر چاہتے ہیں جسم اطہر امام حسینؑ سے بے ادبی کریں۔ جب شیر نے یہ سنا قتل گاہ میں گیا۔ اور حضرت کے جسد مطہر پر اپنے ماتھ رکھے رہا۔ جب دوسرے روز (پہلے روز کیا امر مایع ہوا) وہ رو سیاہ اس قصد سے قتل گاہ کی طرف گئے اور وہ حال دیکھا۔ عمر سعد نے کہا یہ فتنہ ہے اس کا افشانہ کرو۔ اور اس قصد سے باز رہا (صفحہ ۲۱۹ جلد دوم)

مجلسی کبھی لکھتا ہے اسی روز تمام لشکر اور حرم محترم کو فہ پہنچ گئے۔ کبھی کہتا ہے ان کے جانے کے بعد یا دوسرے روز غاصریہ والوں نے اجسام شہدا دفن کر دیئے۔ کبھی کہتا ہے حضرت امام کی نمیش پامال کی گئی۔ کبھی لکھتا ہے سب نمیشیں پامال کی گئیں۔ اب فتنہ کو آزاد چھوڑ کر کسی جنگل میں ایک شیر کے پاس پہنچاتا ہے اور ایک شیر کو اس کے ہمراہ لاکر لاش کی حفاظت کراتا ہے۔ اور اس کی اس متضاد روایتوں پر کوئی توجہ نہیں کرتا۔ صحیح بات اس قدر تھی کہ جو باہر نکلے مارے گئے اور شام سے پہلے عمر بن سعد نے سب کو دفن کرا دیا۔ اور مبقیۃ السیف کو مع حرم محترم ہمراہ لیکر کو فہ پہنچ گیا۔

مجلسی لکھتا ہے کہ جب سر امام حسینؑ ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا تو اس نے حسین کے قاتل کو قتل کرا دیا (صفحہ ۲۲۴ جلد دوم)

اگر ابن زیاد را فیضیوں کے قول کے مطابق اہلسنت کا دشمن تھا تو اس

نے حسین کے قاتل کو کیوں قتل کرنے کا حکم دیا اور ان بارہ افراد کو کیوں زندہ چھوڑ دیا جو کربلا میں پہنچ گئے تھے۔

شیعان علیٰ ہی قاتل حسین تھے

ابن زیاد کے سامنے

• سیدہ زینب کہتی ہیں : اے اہل کوفہ تم پر وائے ہو تم نے جگر گوشہ رسول کو قتل کیا۔ اے اہل کوفہ اے اہل مکہ و عذر و حیلہ تم ہم پر گریہ کرتے ہو اور خود تم نے ہم کو قتل کیا ہے۔ واللہ لازم ہے تم بہت گریہ کرو اور کم فندہ کرو۔ (سیدہ زینب کی یہ دعا قبول ہو کر رہی) تلخیص صفحہ ۲۲۲ جلد دوم

• فاطمہ بنت حسین کہتی ہیں : اے اہل کوفہ اہل عذر و مکر و قہر و حیلہ حق تعالیٰ نے ہم اہلبیت کو تمہارا ہمہ ماتہ مبتلا کیا۔ اور تم کو ہم سے امتحان کیا ہے۔ کل کے روز تم نے ہمارے پدر بزرگوار کو قتل کیا ہے۔ ... وائے ہو تم پر لعنت اور عذاب خدا کے منتظر رہو۔۔۔۔۔ تم کس کس بات کا جواب دو گے۔ میرے جد علی ابن ابی طالب اور فرزند ان رسول سے تم نے کیا کیا۔ اور انہیں قتل کیا (صفحہ ۲۲۲ جلد دوم سے تلخیص)

• ام کلثوم خواہر حسین کہتی ہیں۔ اے اہل کوفہ تمہارا حال اور مال بُرا ہو تمہارے منہ سیاہ ہوں۔ تم نے کس سبب سے میرے بھائی حسین کو بلایا۔ اور انہیں قتل کر کے مال و اسباب لوٹ لیا۔ (صفحہ ۲۲۲ جلد دوم سے تلخیص)

و علی زین العابدین کہتے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ میرے پدر بزرگوار کو تم نے خطوط لکھے اور بلایا (ایک لب مرگ بیمار میں یہ قوت کہاں سے آگئی۔ زین العابدین معجولی بیمار تھے اور چونکہ خیمہ سے باہر نکل کر حملہ آور نہ ہوئے اس لئے کسی نے انہیں کچھ نہ کہا) اور ان کو قریب دیا۔ ان سے بیعت کی آخر کار ان سے جنگ کی۔ پس لعنت ہو تم پر۔

یہ طویل خطبات ہیں جنہیں نہایت اختصار سے پیش کیا گیا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی عمر بن سعد یا ابن زیاد کو فحی طبع کر کے انہیں اپنا قاتل نہیں کہتا۔ اور یہی لوگ موقع کے شاید ہیں۔ اور خلیل قزوینی نے توصافی میں "باعث کشتہ شدن ایشان تفسیر شیعہ امامیہ است از ترقیہ" لکھ کر تصدیق کی ہر ثبت کردی کہ امامیہ شیعوں ترقیہ کر کے امام حسین وغیرہ کو قتل کرنے کا قصور کیا۔

شیعہ قتل حسین سے تقرب خدا چاہتے تھے

امام زین العابدین کہتے ہیں کہ تیس ہزار نامرادوں نے جو مدعی تھے کہ ہم امت محمدی سے ہیں۔ اس امام مظلوم کو گھیر لیا تھا۔ اور ہر ایک معوض قتل حسین تقرب خدا چاہتا تھا۔ (صفحہ ۱۱۶ جلد ۲) یہ ہے صحیح صورت واقعہ کربلا کی۔ دوبارہ اس بات پر غور کیجئے کہ کربلا کے بقیۃ السیف بلا استثناء کور وانات میں سے ایک نے بھی ابن سعد یا ابن زیاد یا شمر وغیرہ کو اپنے خاندان کا قاتل نہیں کہا۔ وہ بار بار ان کو فیوں کا نام لیتے رہے۔ جنہوں نے انہیں بلایا تھا۔ اور جو

مکہ سے انہیں اپنے ہمراہ لائے تھے۔ کوفہ میں نہ کوئی شامی تھا اور نہ
 حجازی۔ یہ سب لوگ وہی تھے جو اس سے پہلے سیدنا علیؑ کو شہید کر چکے تھے
 اور سیدنا حسنؑ کو ذلیل و رسوا اور زخمی کرنے کا موجب بنے تھے۔ اگر ڈیڑھ
 سو سال بعد ابی مخنف مصنف مقتل حسین اس قسم کی تراش و خراش کرے کہ
 قتل حسین کے سلسلہ میں قاتلین حسین شامی یا حجازی اور امیر معاویہ کی
 فوج کے لوگ تھے تو اس کذب پر لعنت اللہ علی الکاذبین کے علاوہ
 کیا کہا جاسکتا ہے۔

دربار خلیفہ المومنین امیر یزیدؓ

و بسند یائے معتبر امام رضا سے منقول ہے۔ جب سر مطہر امام حسینؑ
 کو یزید کی مجلس شراب میں لے گئے۔ اس وقت ہمراہ رفقاء وہ ملعون
 شراب زہر مار کہتا تھا۔ اور شطرنج کھیلتا تھا۔

(الخ صفحہ ۲۳۶، ۲۳۷ جلد دوم)

و امام زین العابدینؑ کو اپنے پاس بلایا اور سوہن لے کر اپنے
 دست نخس سے طوق آہنی کو گلوئے مبارک سے قطع کیا۔ اور کہنے لگا
 تم نے دیکھا کس لئے میں نے یہ کام کیا۔ حضرت نے فرمایا اس واسطے
 کہ سوائے تیرے کسی کا مجھ پر احسان نہ ہو۔

(صفحہ ۲۳۷ جلد دوم)

و اہل بیت آنحضرتؑ کو اپنے محل میں بھجھدیا۔ عورات ابوسفیان
 نے اپنے زور اتار دیئے اور نجاس ما تم پہن کر آواز گریہ و زاری بلند کی

اور تین روز ماتم رہا۔ (صفحہ ۵۵ ۲ جلد دوم)

• ہندو دختر عبداللہ بن عامر کہ اس زمانہ میں یزید کی زوجہ تھی اور پیشتر امام حسین کی خدمت میں تھی۔ اس نے پردہ کا خیال نہ کیا۔ اور گھر سے نکل کر مجلس ملعون یزید میں کہ جس وقت جمع تھا آ کے کہا: اے یزید! تو نے سر حسین میرے دروازے پر لٹکایا ہے۔ یزید نے دوڑ کر کپڑا اس پر ڈال دیا اور کہا۔ گھر میں چلی جا اور فرزند رسول خدا بزرگ قریش پر نوحہ و زاری کر۔ ابن زیاد نے اس بارہ میں جلدی کی میں ان کے قتل پر راضی نہ تھا۔

تبصرہ

صفحہ ۳۷ سے ۴۴ تک مجلسی نے جن تراجم کو جلال العیون میں بیان کیا ہے۔ انہیں ایک غیر جانبدار صاحب علم آدمی جب پڑھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یزید نے ایک ڈرامہ کی محنت کے لئے ایک سیٹج تیار کر رکھا تھا اس سیٹج پر بارہی بادی اکیڑا کر گھنٹوں اسے گالیاں دیتے ہیں۔ ان میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی ہیں۔ وہ خاموش تماشا خانہ کی حیثیت سے گالیاں

۱۔ ملا مجلسی امام محمد بنت عبداللہ بن جعفر اور امام مسکین جو سیدنا فاروق اعظم کی پوتی تھیں۔ دونوں کے ناموں کو چھوڑ گیا ہے۔ امام محمد زین العابدین کی بہن تھیں اور اس وقت یزید کے حرم میں تھیں۔
(نسب قریش صفحہ ۸۳ جہرۃ الانساب ص ۲۰ مقام بنی امیہ ص ۱۱)
بتو ماشم اور بنو امیہ کے تعلقات ص ۱۱

دینے والوں کو دیکھ رہا ہے۔ وہ دشنام دینے والے اس کے باپ سے درگزر کرتے ہیں نہ ماں سے، دادا کو بختے ہیں نہ دادی کو۔ گویا سات پشتوں تک لپیٹے چلے جا رہے ہیں۔ مگر وہ خاموش ہیں۔ اور آخر میں اپنی عورت کے دروازے پر گویا وہ کوئی جھونپڑا تھا۔ حسین کا سر ٹکا دیتا ہے۔ اس کی عورت کسی بھٹیاری کی طرح گھر سے نکل کر گالیاں بھتی ہے۔ اور وہ کسی چند و باز کی طرح دوڑ کر سر کو ڈھانپ دیتا ہے۔ اور عورت سے ڈر کر کہتا ہے گھر میں جا کر ماتم کر دو۔ کہاں شاہی محلات اور ان کا احترام۔ کہاں دربار شاہی اور اس کے آداب۔ مجلسی غریب معلوم ہوتا کہ کسی بھٹیاری خانے میں بیٹھا بے سر کی مانک رہا ہے۔ پھر یزید کا سر عام بھرے دربار میں سر آ پینا۔۔۔۔۔ آج تک ہزاروں بد قماش بادشاہ، عیاش شہنشاہ جابر و ظالم فاتح اور عیش و عشرت کے دلدادہ حکمران گزرے ہیں۔ حتیٰ کہ نوابان اودھ جیسے سر پھرے حکمران بھی آداب محفل سے غافل نہیں پاتے گئے۔ مگر یزید جس کے دربار میں بھری دنیا کی عظیم سلطنتوں کے سفراء ہیں۔ بیستوں صحابی ہیں۔ سینکڑوں اہل علم و فضل ہیں اور یزید شراب بھی پی رہا ہے۔ اور شطرنج بھی کھیل رہا ہے۔ بجایے کہ بادشاہوں نے شراب نوشی کی، شطرنج سے دل بہلایا۔ مگر بھرے دربار میں صرف ایک یزید کو گھسیٹ لانا مجلسی جیسے حواس باختہ آدمی کا کام ہے۔ شیعہ مذہب میں منقولات کا گزر ہے نہ معقولات کا۔ جو بھی اسلام دشمنی کی بات جس کی زبان سے نکل گئی وہ حرف آخر ہو گئی۔ خواہ ایسی باتوں میں تناقضات کے انبار ہوں ان لوگوں کے ذہنوں میں صحابہ کرام، اہل بیت، ائمہ، تابعین، تبع تابعین اور صلحائے امت کے خلاف جو زہر مجلسی جیسے غالی را فیضوں نے بھر دیا ہے

وہ اس بات کے باوجود کہ ان کے مذاہب کی درجنوں کتابیں ان کو دکھاؤ
یہ لوگ قطعاً ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔ اب یہی دیکھ لیجئے کہ امیر یزید
کے متعلق دوسرے شیعہ مورخ کیا کہتے ہیں۔

● حضرت حسین کی خبر وفات سن کر یزید نے انا للہ وانا الیہ راجعون
پڑھا (خلاصۃ المصاب ص ۳۰۳)

● یہ واقعہ سن کر دانتوں تلے انگلی دبالی (نیج الاحزان ص ۳۲۱)

● روتا تھا (خلاصۃ المصاب صفحہ ۲۹۳، ۳۲۶)

● اس کی عورت روتی ہوئی محل سے نکل آئی (خلاصۃ المصاب ص ۳۱۵)

● یزید نے اپنی عورت کو کہا۔ فرزند رسول خدا اور بزرگ قریش پر
نوحہ زاری کر۔ (جلال العیون)

● یزید نہ صرف جلوت میں بلکہ خلوت میں بھی روتا تھا۔

(خلاصۃ المصاب صفحہ ۳۹۳)

● اس کی دختران روتی تھیں۔ (ایضاً ۳۹۲)

● اہل بیت نے ماتم کی اجازت مانگی۔ یزید نے ایک مکان خالی کرا

دیا اور سات شبانہ روز ماتم رہا۔ (ایضاً ۲۹۲)

● تنہا حال قافلہ جیب دمشق پہنچا تو یہ دیکھ کر یزید رو پڑا۔ اس کے

ہاتھ میں ایک رومال تھا جس سے آنسو پونچھتا جاتا تھا۔ اس نے

سب کو اپنی زوجہ ہند بنت عامر کے پاس بھیج دیا۔ جب اہل بیت

محل میں پہنچے گریہ و زاری بلند ہوئی جس کی آواز باہر بھی سنائی

دیتی تھی۔ (صفحہ ۲۹۳)

● امام حسینؑ کا سر سونے کے طشت میں رکھا اور کہا اے حسینؑ تم پر

خدا کی رحمت ہو۔ تمہارے ہنسنے کی جگہ کیسی اچھی ہے (۱۵ ایضاً ۲۰)۔
 زین العابدین کی عزت کی اور اہل بیت کو اپنے گھر میں جگہ دی،
 اور صبح و شام امام زین العابدین کو اپنے دسترخوان پر بلاتا تھا
 (جلال العیون)

یزید نے حکم دیا کہ اہل بیت کو خاص مکان میں اتارا جائے۔ اور
 ان کی ضرورت کی ہر چیز بہم پہنچائی جائے۔ جب تک زین العابدین
 دسترخوان پر نہ آتے تھے کھانا نہ کھاتا نہ آرام کرتا۔

(طراز مذہب مظہری صفحہ ۲۶۸)

بمروانت ملا السحاق السفرائینی اور صاحب ناسخ التواترخ صاحب
 مقتل امام السفرائینی لکھتا ہے کہ یزید نے ایک مجمع عام میں تقریر کی
 اور فرداً فرداً سب قاتلین حسین پر لعنت کی۔ (مقتل ص ۱۹۸)
 عبد اللہ بن جعفر طیار شوہر زینب یزید کو فداک امی وابی سے خطاب
 کیا کرتے تھے۔ عبد اللہ کے ایک بیٹے کا نام معاویہ تھا۔ اس معاویہ
 کا مدح یزید میں ایک شعر ہے۔

اذا مرق الاخوان بالغیب ودھم - فید اخوالہ صفا یزید

(شیعوں کی مشہور کتاب الاعلام الزمرہ کلی ص ۱۷۳)

شرح جیب حسین کا سر لے کر دربار یزید میں پہنچا اور کہا۔

اللہ رکابی فضتہ و ذہباً - قتلت خیر الخلق اما و ابا

میرے طشت کو سونے چاندی سے بھر دے۔ میں نے اسے قتل کیا

میں جو تمام جہاں میں ماں باپ کی طرف سے بہتر تھا۔ تو یزید

نے کہا خدا تیرے رکاب کو آگ سے بھرے۔ تیرے لئے خرابی ہو جب تو

جانتا تھا کہ حسین بہترین خلق ہیں تو پھر تو نے انہیں کیوں قتل کیا۔

(الاعلام الزر کلی صفحہ ۳۰۴)

● میری طرف سے ہرگز تجھے انعام نہ ملے گا۔ (ناسخ التواریخ ۲۶۹)

● دمشق سے روانگی کے وقت زین العابدین کو کہا خدا ابن مرجانہ

کا بُرا کرے واللہ میں ہوتا تو حسین جو مانگتے ہیں دیتا (امیر یزید کے

اس کردار سے حسینؑ خوف واقف تھے۔ اسی لئے انہوں نے کربلا سے

دمشق جانے کے لئے بار بار کہا مگر شیعان علیؑ نے انہیں نہ جانے دیا۔)

اور ان سے اس بلا کو دفع کرتا۔ اگرچہ وہ میرے فرزندوں کی ہلاکت

کا موجب بنتا (یزید کے ان الفاظ سے بھی واضح ہوتا ہے۔ کہ قاتلین

حسینؑ شیعان علیؑ تھے۔ اگر امیر یزید کی اپنی فوج حسین کی قاتل تھی

تو اس کے یہ کہنے کا کیا مطلب کہ اگرچہ وہ میرے فرزندوں کی ہلاکت

کا موجب بنتا (خلاصۃ المصابیب صفحہ ۴۰۵)

● ابن زیاد ملعون فحہ حسینؑ کے معاملہ میں جلدی کی میں ان کے قتل پر

ہرگز راضی نہ تھا۔ (اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ امیر یزید کا حکم

پہنچنے سے پہلے ہی حسینؑ ہشید ہو چکے تھے۔ (جلا العیون ۵۲۷)

● حسین کو اس نے (یعنی ابن زیاد) نے قتل کیا خدا اس کو غارت

کرے۔ (طراز مذہب مظفری صفحہ ۵۶)

● خدا لعنت کرے ابن مرجانہ پر میں نے اسے آپ کے قتل کا حکم

نہیں دیا تھا۔ (اجتہاد طبرسی)

● رخصت کے وقت سیدہ ام کلثوم کو ایک تھیلی دیتے ہوئے کہا !

قد بُد المال ما اصابکم۔ اس قسم کی سینکڑوں تصریحات کتب شیعہ

سے پیش کی جاسکتی ہیں کہ امیرنیزید ہرگز ہرگز قاتل حسین نہیں اور نہ اس نے آپ کے قتل کا حکم دیا تھا۔ خود جلال العیون کا مصنف بھی دینی زبان میں اس بات کا اعتراف کرتا ہے۔

جلال العیون کا مصنف یہ کتاب لکھتے وقت اس قسم کے لوگوں میں گھرا ہوا معلوم ہوتا ہے جو کردار کے گھٹیا اخلاق کے دیوالیہ انسانیت کے اقدار سے ناواقف تہذیب و شعور سے بیگانہ اور ذلیل طبع لوگ تھے۔ اس نے قریش کے خاندان کو بھی اسی قسم کا گھٹیا تصور کر کے تمام کتاب میں اسی قسم کے بازار می لب و لہجہ کو اپنایا ہے۔ قبل از اسلام قریش میں لاکھوں برائیاں اور عمیب تھے مگر مہمان نوازی اور ایفائے عہد میں اپنی مثال آپ تھے۔ اور اسلام نے ان کی تمام برائیوں کو حسنات میں بدل کر انہیں زمانہ کا بے مثال انسان بنا دیا تھا۔ اس سلسلہ میں اموی تھے یا یاسینی طالبی تھے عباسی جس طرح شرف و مجد، خوداری و غیرت، شجاعت و جرات میں اپنی مثال آپ تھے۔ اسی طرح بلند اخلاقی، برہمنی، عالی حوصلگی اور خاندانی غیرت میں بھی بے مثال تھے۔ امیرنیزید کو آج شہرابی، زانی، شطرنج باز، جوار می جو کہہ لیجئے مگر جو لغو الزامات اس کے سر تھوپے جا رہے ہیں۔ یہ محض مجلسی جیسے لوگوں کی چند و خانہ سے اڑائی ہوئی ایک گپ کے سوا کچھ نہیں۔

یزید اور زین العابدینؑ

یزید زین العابدین سے کہتا ہے۔ اپنی حاجتیں مجھ سے بیان کرو۔ حضرت نے فرمایا میری تین حاجتیں ہیں۔

اول یہ کہ میرے پدر یزید گوارہ کا سر مجھے دیدو۔

دوسرے یہ کہ جو ہمارا مال و اسباب لوٹا ہے واپس کرا دو۔

تیسرے یہ کہ اگر میرے قتل کا ارادہ ہے تو کسی کو محذرات عصمت و طہارت کے ہمراہ مدینہ پہنچا دو

(صفحہ ۲۵۰ جلد دوم)

اقوال

(علی زین العابدین) میدان کربلا میں سخت بیمار ہیں۔ حتیٰ کہ پہلو بھی نہیں بدل سکتے۔ مگر دوسرے روز ابن زیاد کے سامنے ایک لمبی چوڑی تمقریر کرتے نظر آتے ہیں۔ ایک رات میں مجلسی نے نہ معلوم ان کو کون سا آب حیات پلا کر تندرست کر دیا تھا۔ زین العابدین کی بیماری کی داستان گھڑتے وقت داستان گو کی منظروں سے یہ بات پوشیدہ نہ ہی کہ کل میں انہی کو کوہ کے دربار میں خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑا کرنے والا ہوں اب سیدنا حسین کے سر مبارک کا واقعہ دیکھئے وہ سر دمشق سے کہاں گیا۔ کس نے دفن کیا۔ کہاں دفن ہوا۔ سر بریدگی کی داستان بھی فرضی داستان ہے تیسری بات اس سے بھی اہم ہے۔ امیر یزید زین العابدین کو کون سے ہوئے

مال کی بجائے اپنے پاس سے مال دیتے ہیں مگر وہ تمقاضا کرتے ہیں کہ میں
اپنا مال ہی دیا جائے (صفحہ ۲۵۰) مگر وہ اپنا مال ہی لینے پر مضر
ہیں۔ امیر نرید وہ تمام مال واپس دلا دیتے ہیں اور دوسو طلائی دینار
بھی دیتے ہیں جو زین العابدین تقسیم کر دیتے ہیں۔ یہاں ہجائز ذریعہ
سے نرید سے جو ملتا ہے اس کے لینے سے انکاری ہیں۔ مگر مکہ سے نکل کر
سیدنا حسین قافلہ لوٹ کر جو مال حاصل کرتے ہیں اس کے متعلق کیا خیال ہے
بات سیدھی اور صاف ہے کہ حسینی خاندان کے بارہ تیرہ افراد امیر
نرید کے پاس پہنچائے گئے۔ انہوں نے سب کی تعظیم و تکریم کی بے حساب
مال دیا اور باعزت طور پر مدینہ روانہ کر دیا۔

میں اس باب کو سیدنا علیؑ (زین العابدینؑ) کے ان الفاظ پر ختم
کرتا ہوں جو آپ نے امیر نرید کو مخاطب کر کے حج کے موقع پر کہے تھے

ان عبد مکہ لک
فان نشئت فیہ
فروع کافی کتاب الروضہ ص ۱۱
میں مجبوری میں تیرا غلام
ہوں تو چاہے تو مجھے غلامی میں
رکھ اور چاہے بیچ ڈال۔

یہ بات کتب شیعہ سے ظاہر اور واضح ہے۔ کہ
امیر نرید نے نہ خط لکھ کر حسین کو کوہ بلایا

نہ پیش قدمی کی نہ قتل کا حکم دیا

بلکہ رنجیدہ ہوا

تاتیلین پر لعنت بھیجی خود رویا ماتم کی اجازت دی

اہل بیت حسین کی حرمت کی۔

بڑی حفاظت سے بڑی عزت کے ساتھ مال دیکر رخصت کیا۔

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

مختار تقفی

میں چاہتا تھا کہ اس شاطر زمانہ مکار
وقت اور عیار عراق کا ذکر چھوڑ کر باقی مزمومہ آئمہ کا سرسری تذکرہ کر کے
اس داستان کو ختم کروں۔ مگر مختار کی چند باتوں نے عنان قلم کو آگے
بڑھنے سے روک دیا۔

ایک روایت سن لیجئے !

جب قیامت برپا ہوگی۔ جناب رسول خدا، جناب امیر، امام حسن
اور حسین پل صراط سے گزر رہے ہوں گے۔ اس وقت ان کو تین مرتبہ جہنم میں
سے ایک شخص آواز دے گا (حساب و کتاب سے پہلے ہی مختار جہنم میں)
یا رسول اللہ میری فریاد کو پہنچئے۔ آنحضرت جواب نہ دیں گے۔ پھر تین مرتبہ
کہے گا یا امیر المومنین میری فریاد کو پہنچئے حضرت بھی جواب نہیں دیں گے
پھر تین مرتبہ کہے گا یا حسنؑ حضرت بھی جواب نہ دیں گے پھر تین
مرتبہ آواز دے گا یا حسینؑ میری داد رسی کیجئے کہ میں نے آپ کے دشمنوں
کو قتل کیا ہے۔ اس وقت جناب رسول خدا فرمائیں گے۔ اے حسینؑ اس نے
تم پر حجت تمام کی۔ اس کی فریاد کو پہنچو..... راوی نے پوچھا! حضرت
وہ شخص کون ہے حضرت نے فرمایا وہ مختار ہے۔

(صفحہ ۲۹۱ جلد دوم)

اس روایت کے متعلق کچھ لکھنا محض بے سود ہے۔ مختار اتنا بدکار
ہے کہ نبی، علی، حسن، سب اس سے متنفر ہیں۔ مگر حسین اس کی شفاعت کرتے ہیں

دنیاۓ شیعیت کی یہ ایک مخصوص چالاکی ہے۔ کہ وہ ہر معاملہ میں حسینؑ کو آگے لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ کیا کھیل ہے کہ پورا خاندان وہ نبوت ایک فریاد رس کی پل صراط پر کھڑے ہو کر آہ و فغاں سنتا ہے۔ مگر توجہ ہی نہیں دیتا۔ مختار خلافت بنو امیہ کا یاغی تھا۔ جو صرف ایک سال زندہ رہا مگر قتل ہوا تو سید عبد اللہ بن عمر کی سفارش سے رہا ہوا۔ دوبارہ فتنہ پیدا کیا۔ تو محب اہل بیت بن گیا۔ حالانکہ اسی مختار نے سیدنا حسینؑ کو گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیجنے کا اپنے چچا کو مشورہ دیا تھا۔ اسی مختار نے عبد اللہ بن علی کو شہید کیا تھا۔ یہ وہی مختار ہے جس نے زین العابدینؑ کو ایک لاکھ درہم بھیجے۔ مگر آپ قبول نہ کرنا چاہتے تھے اور ڈر کر قبول کر لے گئے اور اس کے واصل جہنم ہونے کے بعد خلیفہ عبد الملک بن مروان کو صورت حال سے مطلع کیا۔

فکتب الیہ عبد الملک یا ابن عم خذنا فقد طبتھا لک فقبلھا

(طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۲۱۳)

زین العابدینؑ مختار پر لعنت بھیجا کرتے تھے۔ کہ خدا پر اور ہم پر ہتھان باندھتا ہے۔ اور دعویٰ کرتا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

(صفحہ ۲۹۱ جلد دوم)

زین العابدینؑ نیت فاسد مختار سے واقف تھے۔ حضرت نے اتھاس مختار کی قبول نہ کی۔ پھر مختار محمد بن حنیفہ سے متوسل ہوا اور لوگوں کو ان کی طرف دعوت دینے لگا۔ اسی نے انہیں مہدی قرار دیا۔ اور نہ ہی کبسانہ کو راج دیا۔ (صفحہ ۲۹۱، ۲۹۲ جلد دوم)

محمد بن حنیفہ کی طرف ملا مجلسی نے یہ بہت بڑا جھوٹ منسوب کیا ہے محمد بن حنیفہ بہت بڑے عالم متبحر سنت رسول اللہ اور بلند درجہ کے عابد و زاہد

انسان تھے۔ دراصل مختار نے زین العابدین سے یلوس ہو کر محمد بن حنیفہ کے ایک غلام کسان کو گھیر کر اس کی آڑ میں فرقہ کیسانہ کی بنیاد رکھی ہے۔ مذہب کیسانہ کے لوگ محمد بن حنیفہ کو اپنا اماں آخر جانتے ہیں۔

(صفحہ ۲۹۲ جلد ۲)

(اور خود سیدنا محمد بن علی کو اس بات کی خبر تک نہ ہونے دی)
آج اسی مختار کو یہ نام بہادِ محبانِ مزمومہ اہل بیت امیر مختار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی
سیدنا معاویہ، سیدنا حسن کی ہر شرط پوری کرتے ہیں۔ بے حساب مال دولت عطا کرتے ہیں۔ مگر دنیا سے انہیں سوائے سب و شتم کے کچھ نہیں ملتا۔ ان کے مقابلہ میں مختار سیدنا حسن کو گرفتار کر کے مال و زر کے لالچ سے سیدنا معاویہ کے پاس بھیجنا چاہتا ہے۔ مگر وہ امیر مختار رضی اللہ عنہ ہے۔

سیدنا حسینؑ کو ان کے لانے اور بلانے والے قتل کرتے ہیں۔ مگر وہ مومنین صادق ہیں اور امیرِ نبی آپ کے قتل پر افسوس کرتے ہیں۔ روتے ہیں، مال و زر عطا کرتے ہیں۔ علی زین العابدین کے بغیر دسترخوان پر نہیں بیٹھتے مگر انہیں ملعون کہا جاتا ہے۔ اور سب سے حیران کن بات یہ ہے کہ حدیث مغفورہ کی موجودگی میں جاہل سنی ملا بھی رخص کی ہمنوائی

مختار کے تفصیلی حالات جاننے کے لئے میری تالیف حقیقت مذہب شیعہ کا مطالعہ کیجئے۔

ہیں اس جرم عظیم کے برابر کے حصے دار ہیں۔ بلکہ دو ہاتھ آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

امیر مزید کے معاصرین میں سے تقریباً تین سو اہل صحابہ کرام کے نام تاریخوں میں موجود ہیں، ہزاروں تابعین جنکی جلالت شان پر تاریخ کے اوراق گواہ ہیں۔ اول پھر خود علی زین العابدین اور کربلا میں پرجہ جانے والے دوسرے اصحاب اور نصف درجن سے زیادہ خاندان علی کی خواتین بلکہ مسیدنا حسینؑ کے بھائی محمد بن حنفیہ اور ان کے علاوہ عبادسہ ثلاثہ جیسے جلیل القدر اصحاب میں سے کوئی ایک بھی امیر مزید کے خلاف ایک لفظ نہیں کہتا۔ بلکہ امیر مزید کی وفات سے بعد ایک صدی تک جس قدر کتب لکھی گئیں۔ کسی مؤلف نے امیر مزید کے کردار پر نقطہ چینی نہیں کی سب سے پہلے یہ الہام ابی مخنف کو امیر مزید کی وفات کے تقریباً ڈیڑھ سو سال بعد ہوا۔ اور ایراغیرا اسے لے اڑا۔ اور ان کی روحانی ضربت وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں رنگ بھرتی رہی اور آج اس کذب و بہتان کو ایک حقیقت کے طور پر بیان کیا جا رہا ہے۔ شیعوں کے ان مزعومہ آئمہ کے حالات اس سے قبل حقیقت مذہب شیعہ میں بالتفصیل بیان کر چکا ہوں۔ مگر چند ایک لطائف نے مجبور کیا۔ اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جو اصحاب حقیقت مذہب شیعہ جیسی ضخیم کتابوں کے مطالعہ کے لئے وقت نہیں نکال سکتے وہ اس مختصر کتاب کے ذریعے واقف ہو جائیں گے۔

امام ہمام علی (زین العابدین)

ولادت ۳۶ یا ۳۸ ہجری - زمانہ امامت ۳۵ سال

وفات ۹۵ یا ۹۶ ہجری (جلال العیون)

والدہ کا نام شہربانو دختر یزدجرد بیان کرتے ہیں۔ جو بالکل غلط ہے۔
مجلسی خود تسلیم کرتا ہے۔ کہ ایک کنیز نے زین العابدین کی پیر درش کی۔
حضرت اس کو مادر کہتے تھے۔ جب امام حسین شہید ہوئے۔ امام زین العابدین
نے اس کا نکاح ایک شیعہ مومن سے کر دیا (ایک امام کی ماں اور دوسرے
امام کی بیوی وہ تو اہمات المومنین کے زمرہ میں آتی تھی۔ مگر امام نے اپنے
ایک شیعہ غلام کے حوالے کر دی۔)

عبدالملک بن مروان نے حکم دیا کہ زین العابدین کو طوق و زنجیر میں گرفتار
کر کے عقیقہ شام میں لائیں۔ (صفحہ ۳۱۴ جلد دوم)
امیر المومنین عبدالملک بن مروان کو کیا پڑی تھی جو ایک بے ضرر گوشہ
نشین عبادت گزار اور خلافت موقتہ کے سچے ہمدرد سے ایسا ناروا سلوک
کرتے۔

۱۔ اور پھر زین العابدین کی سگی مچھو بھی خدیجہ بنت علی عبدالملک کے نکاح
میں تھیں۔

(البدایہ نہ ۹ صفحہ ۶۹ تاریخ الامت ج ۳ ص ۷)

بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات ص ۱۰۳ م

۲ - زینب بنت حسین یعنی آپ کی چچا زاد بھی اسی عبد الملک کے نکاح میں تھی۔ (جمہرة الانساب ص ۱۰۱ مقام بنو امیہ صفحہ ۱۰۱)

۳ - سیدہ بنت حسن مثنیٰ عبد الملک کے بھائی مردان کے نکاح میں تھی۔ (جمہرة الانساب ص ۸۰ - ۱۰۰ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات صفحہ ۱۰۵)

۴ - حمادہ بنت حسن مثنیٰ عبد الملک کے بیٹے اسماعیل کے نکاح میں تھی۔ (جمہرة الانساب صفحہ ۱۰۰ مقام بنو امیہ ج ۱ صفحہ ۱۰۱ - بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات صفحہ ۱۰۴)

۵ - رملہ بنت علی عبد الملک کے بھائی معاویہ کے نکاح میں تھی۔ (حجرة الانساب صفحہ ۸۰ مقام بنو امیہ ج ۱ صفحہ ۱۰۱ - بنو ہاشم اور بنو امیہ کے تعلقات صفحہ ۱۰۳)

۶ - نفیسہ بنت زید بن علی یعنی زین العابدین کی سگی بھتیجی عبد الملک کے بیٹے ولید کے نکاح میں تھی۔ اس نکاح کے بارہ بیس غمدۃ المطالب کا مصنف نے یوں بکواس فرما کر اپنا منہ کالا کیا ہے خرجت الی الولید یعنی وہ ولید کے پاس بھاگ کر چلی گئی۔

لعنت لعنت لعنت کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے۔

ان علوی شہزادیوں کا اس کثیر تعداد میں اموی سادات کے گھروں میں ہونا کچھ ایسا نقشہ پیش کرتا ہے۔ کہ شاید ہی محلات میں تمام کی تمام علوی شہزادیاں ہی تھیں۔ اور پھر یہی نہیں کہ اسی قدر علوی شہزادیاں اموی شہزادوں کے گھروں میں تھیں۔ جن کی فرست بہت طویل ہے۔ بلکہ اس طرح اموی شہزادیاں علوی شہزادوں کے ساتھ بیاہی گئیں تھیں۔ گو اموی

برسر اقتدار تھے۔ اور علوی ماسوائے چند ایک کے جنہوں نے وقتاً فوقتاً خرچ کئے۔ زہادانہ زندگیاں گزارتے تھے۔ مگر ان کے درمیان باقاعدہ سلسلہ مناکحت اور مصاہرت قائم تھا۔ اور علویوں کیلئے امویوں کے خزانوں کے منہ ہر وقت کھلے رہتے تھے۔ ان حالات میں ملا مجلسی کی یہ اثر خانی چہ معنی دار کہ عبدالملک نے زین العابدین کو گرفتار کر کے دمشق منگوایا۔

سنیے مجلسی صاحب ! عبدالملک نے گرفتار کر کے انہیں دمشق نہیں منگوایا۔ بلکہ تمہارے شیعوں نے زین العابدین پر تمام زہد کی عمر حیات تنگ کر رکھا تھا۔ زین العابدین کے امیر یزید کے ساتھ گہرے دوستانہ مراسم تھے جو یزید کے مرنے تک قائم رہے اور جن کی مثال تاریخ کے صفحات میں بمشکل نظر آتی ہے۔

واقعہ حرہ کی اطلاع امیر یزید کو سب سے پہلے زین العابدین نے پہنچائی کہ مدینہ میں بغاوت ہو گئی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ امیر یزید نے مسلم بن عتبہ کو لکھ دیا تھا کہ خبردار زین العابدین یا اس کے کنبہ والوں کو قطعاً کوئی آزار نہ پہنچے۔ مسلم بن عتبہ جب تک مدینہ میں رہے زین العابدین اپنی گوشہ نشینی قناعت اور زہاد کی وجہ سے ان کے پاس نہ گئے۔ مگر جب مسلم رخصت ہونے لگے تو الوداعی ملاقات کے لئے گئے۔ مسلم نے اٹھ کر تعظیم کی۔ اپنے پاس مسند پر بٹھایا اور کہا امیر المومنین نے آپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا تھا۔ یہ سن کر زین العابدین نے امیر کو دعائیں دیں۔ اور آپ کی زبان سے نکلا۔ صلی اللہ علیہ وسلم (طبقات جلد ۵ صفحہ ۲۱۵)

یہی نامی ایک آدمی نے محمد باقر سے واقعہ حرہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا اس واقعہ میں کوئی ناشی نہ گھر سے نکلا نہ ہمارا کوئی آدمی نقصان

ہوا - (طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۲۱۵)

یہی روایت اس سے زیادہ صاف لفظوں میں الاصاصۃ و
لسیاستہ کے خالی شیعہ مصنف نے بھی بیان کی ہے -

(جلد ۱ - صفحہ ۳۲۹)

اب سینے

اپنے شیعوں کے کثرت اپنے امام چہارم کیساتھ

۱ - امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ابو خالد، یحییٰ، جبیر، حرم امام حسین کے
بغیر سب مرتد ہو گئے۔ (مجالس المومنین مجلس پنجم صفحہ ۱۴۴)

۲ - شیعوں کے حضرت امیر مختار کے نزدیک امام وقت محمد بن حنیفہ
است نہ کہ علی بن حسینؑ (ایضاً)

۳ - زین العابدین کو شیعوں نے حسین کی طرح شہید کراتے کے لئے
گھیرا مگر وہ ان کے قابو میں نہ آئے۔

اب آگے تذکرۃ الآئید سے سینے۔ سب مل کر زید کی خدمت میں
گئے۔ اور اس قدر عاجزی کی کہ زید آمادہ خرد زح ہو گئے۔

(ایضاً صفحہ ۱۳۰۸)

زید ان کے چلمہ میں آکر خروج کر بیٹھے۔ مگر ان شیعوں نے جب

ان کے سامنے صحابہ کرام کو گالیاں دینا شروع کیں اور زید نے منع
کیا تو انہیں یکہ و تنہا چھوڑ دیا۔ آپ نے اسی موقع پر رافضیوں کی

فرمایا تھا۔ آگے مجالس المومنین کے مصنف کی زبان سے سنئے۔

انہیں جہت غبار ملال بر حاشیہ خاطر زید نشست و از بیوفائی کو فیا

تعجب نمود۔ (مجالس المومنین مجلس ۸ صفحہ ۳۶۰) آخر زید
شہید ہو گئے۔

یہ ہے کیفیت امام چہارم کی امامت کی۔ مختار نے اپنے ساتھیوں،
سمیت محمد بن حنیفہ کو اپنا امام بنالیا۔ جو باقی بچے انہوں نے زید کو امام
بنالیا۔ اب زین العابدین کی امامت کہاں گئی۔

الذین هل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون
انهم كانوا يحسنون صنعاً۔

امام پنجم

نام محمد باقر۔ کنیت ابو جعفر۔ پیدائش ۵۷ ہجری

مدت امامت ۱۹ سال وفات ۱۱۴ ۱۱۶ ۱۱۷ ہجری

واقعہ کربلا کے وقت چار سال کے تھے۔

ہشام نے دمشق میں بلایا۔ ارادہ قتل کیا۔ پھر ہشام اٹھ کر بغلگیر
ہوا۔ اور اپنی داہنی طرف بٹھایا۔ اور کہنے لگا زیبا ہے کہ قبیلہ قریش
ہمیشہ عرب و عجم پر فخر کریں۔ (صفحہ ۳۲۵ ج ۲)

قطب راوندی نے بسند معتبر روایت کی ہے۔ کہ زید بن حسن
نے میرے پدر بزرگوار سے اوقات حضرت رسول میں مخاطبہ کیا۔ زید
کہتے ہیں حضرت حسن چونکہ اولاد اکبر ہیں۔ اس لئے ان کا فرزند اول
تر فرزند حسین سے ہے۔

ایک روز زید میرے چچا کو قاضی کے پاس لے گئے۔ اثنائے خصوصیت میں میرے چچا کو کہا اے فرزند کنیز مندی! میرے چچا نے کہا۔ ایسی خصوصیت پر ترف ہو۔ جس میں اسم مادران لیا جائے۔ اب جب تک زندہ ہوں۔ تجھ سے کلام نہ کر دوں گا۔

(السخ صفحہ ۲۸ جلد دوم)

پس حکم عبدالملک لعین نے زین کو گھوڑے پر باندھا۔ اور حضرت سواد ہوتے اس زین کے اندر زہر رکھا تھا۔ اس زہر نے جسم مبارک میں نفوذ کیا۔۔۔ جسم پر ورم آگیا اور تیسرے روز مر گئے۔

(صفحہ ۳۱ جلد دوم)

دیگر علمائے مکہ ہے۔ شہادت آنحضرت حکم ابراہیم بن ولید واضح واقع ہوئی تھی۔ اور بعضوں نے ہشام بن عبدالملک لکھا ہے۔ ملا مجلسی کیا اٹکل پچو مانکے جا رہا ہے۔ اس کی تاریخ دانی کی حالت اس سے ہی ملاحظہ کیجئے۔ محمد باقر کی تاریخ وفات ۱۱۴ یا ۱۱۵ یا ۱۱۶ لکھتا ہے۔ مگر اسے اتنی معمولی سی بات بھی معلوم نہیں کہ ۱۱۵ یا ۱۱۶ میں کونسا خلیفہ ممکن تحت خلافت تھا۔ یہ تو تاریخ کے مقتدیوں سے بھی پوشیدہ نہیں اور پھر خبریں دیتا ہے لوح و قلم اور عرش و کرسی کی پھر کبھی لکھتا ہے کہ محمد باقر عبدالملک کی دشمنی سے ہلاک ہوئے۔ پھر ابراہیم بن ولید بن عبدالملک یعنی پوتے تک جا پہنچا ہے۔ پھر ہشام پر حملہ آور ہو رہا ہے۔ اے میاں تمہیں تو خلفائے امویہ کے نام بھی معلوم نہیں۔ اور اموی خلفاء تو درکنار تمہیں اپنے علویوں کے نام اور رشتے بھی معلوم نہیں۔ عبدالملک پہلے محمد باقر کو قتل کرنے کے لئے مدینہ سے دمشق بلاتا ہے۔ مگر جب قتل کرنے کا

ارادہ کرتا ہے تو ذکر انہیں اپنی مسند پر اپنے ساتھ بٹھا لیتا ہے۔
 مسند پر بٹھانے کی بات سے ہمیں بھی انکار نہیں۔ چونکہ محمد باقر کی دس بارہ
 خوالائیں اور چھو بھیاں اموی حریم خلافت کی زینت تھیں۔ دو علوی شہزادیاں
 خود عبد الملک کے نکاح میں تھیں۔ محمد باقر عبد الملک کے عزیز تھے۔ ہم نسب تھے
 یک جدی تھے۔ رماڈرنے کا معاملہ تو جس عبد الملک کے نام سے روئے زمین
 کے جاہر و قاهر سلاطین اپنے اپنے محلات میں کانپ کانپ اٹھتے تھے۔ اس
 عبد الملک کے لئے ایک زہاد قسم کے گوشہ نشین کا قتل کرنا کون سا اہم
 مسئلہ تھا۔ کسی معمولی نوکر کو اشارہ آبرو کافی تھا۔

محمد باقر اور اُن کے شیعہ

اب اپنے اس پانچویں مزمومہ امام کے متعلق اپنے گھر سے ہی اپنے
 شیعوں کے کمر توڑت بھی دیکھ لو۔

آپ کوئی شیعوں کی بے وفائی کی وجہ سے اپنے بھائی زید کا شہید ہونا
 دیکھ چکے تھے۔ مہقول مجلسی چونکہ متقیہ اہلبیت کو شیعہ دنیا سے نیست و نابود
 کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ اس لئے انہوں نے امام باقر کو بھی حکومت
 کے خلاف خروج کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ عبد اللہ بن عطار نے کہا۔
 کوئی آپ کے بہت شیعہ ہیں اور اس وقت آپ کا کوئی نظیر نہیں

(ما فی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ صفحہ ۱۱۱)

مگر آپ نے جواب میں فرمایا۔ ابن عطا تر اے بیم کہ احمقاں گوش

مید ہی بخدا سو گند یا دمیکنم من صاحب شما نیستم۔

(بہار الانوار صفحہ ۱۹ جلد ۱۳)

یعنی ابن عطار میں دیکھتا ہوں کہ تو احمقوں کی باتوں پر کان دھرتا ہے۔ خدا کی قسم میں تم لوگوں کا صاحب نہیں ہوں۔ (یعنی امامت سے بھی دست بردار ہو گئے۔)

نہادہ بن اعین سے اصول اربعہ شیعہ میں پیشتر حدیثیں مروی ہیں یہ صاحب بھی امام باقر کے اصحاب میں تھے۔ ایک دن اپنے امام کے متعلق گل افشانی فرماتے ہیں۔

شیخ لا علم له بالخصوصۃ (اصول کافی)
یہ بڑھا خصم کے ساتھ بات کرنے کا علم ہی نہیں رکھتا۔ خلیل قرظینی نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

ایں پیر بے دماغ شدہ بنید اندر و مش گفتگو با خصم

اقوال

آپ کے یہ ہیں امام پنجم اور آپ کے شیعوں کا یہ ہے ان سے سلوک۔ اس پر سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے۔

فی طغیانہم یعمہون :

امام ششم

نام جعفر کنیت ابو عبد اللہ
سن پیدائش - ۸۰ ، ۸۳ ، ۸۶

سن وفات - ۱۴۸ ہجری

امام زین العابدین سے پوچھا گیا کہ بعد آپ کے کون امام ہے حضرت نے فرمایا محمد باقر کہ وہ علم کو لشکا فتنہ کرنے والا ہے۔ پھر سوال کیا ان کے بعد کون امام ہے آپ نے فرمایا جعفر کہ ان کا نام آسمانوں کے باشندوں (آسمان کے باشندوں کی خوب کہی) میں صادق ہے۔ پوچھا ان کو خاص صادق کیوں کہتے ہیں۔ حالانکہ سب امام صادق ہیں۔ اور سچے ہیں حضرت نے فرمایا میرے پدر بزرگوار نے اپنے پدر تادار سے اور انہوں نے اپنے جد عالی جناب رسول خدا سے روایت کی ہے۔ کہ آں حضرت نے فرمایا جب میرا فرزند جعفر بن محمد بن علی بن حسین متولد ہو اس کا نام صادق رکھنا اس لئے کہ اس کے پانچویں فرزند کا نام جعفر ہوگا اور دعویٰ امامت دروغ کر کے خدا پر افترا کرے گا۔ اور خدا کے نزدیک جعفر کذاب

ہے (صفحہ ۳۳۳ جلد دوم)

آنحضرت نے پانچ شخصوں کو وصی کیا۔ خلیفہ۔ محمد بن سلیمان
حاکم مدینہ۔ عبد اللہ، موسیٰ اور حمیدہ مادر موسیٰ کاظم کو
(صفحہ ۳۴۴ جلد دوم)

تین کو وحی کیا

عبداللہ افطح - موسیٰ کاظم - منصور دوانقی یعنی عباسی خلیفہ (صفحہ ۴۵۵ جلد دوم)

قطع نظر طویل گفتگو کے صحت اسی پر غور کر لیجئے کہ ایک جعفر پیدا ہی نہیں ہوا وہ کذاب بنا دیا گیا اور پہلے جعفر کو اس سے متشخص کرنے کے لئے صادق بنا دیا۔ یہاں خدا کو خوب بدار ہوا۔ اور امام نہ ماں ایسا حواس باختہ ہے۔ کہ کبھی ایک کو وحی بناتا ہے کبھی پانچ کو اور کبھی تین کو جن میں سے ایک وہ ہے جو بارہا اس کے قتل کا ارادہ کر چکا ہے۔ اور امام اپنی امامت کے بل پر اس سے بچ جاتا رہا۔

یہاں ایک اور غلط فہمی کا ازالہ نہایت ضروری ہے۔ جو کسی چاند و خاتمہ کی کپ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہ، امام جعفر (صادق) کے شاگرد تھے اس سے بڑا جھوٹا تاریخ میں آج تک نظر سے نہیں گزرا۔ امام ابو حنیفہ اور امام جعفر دونوں ہم عصر تھے۔ امام ابو حنیفہ اور امام جعفر ایام حج میں یا مدینہ میں ضرور ایک دوسرے سے ملاقات کرتے رہے ہوں گے۔ مگر علم و فضل میں جو مقام امام ابو حنیفہ کا ہمارے سامنے ہے۔ امام جعفر میں اس کا عشر عشر بھی نظر نہیں آتا۔ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے محمد الاقط المعروف نفس زکیہ کے خرد و زح میں اس کی مدد کی تھی۔ یہ پہلے جھوٹ سے بھی بڑا جھوٹ ہے۔ امام ابو حنیفہ ایک علمی آدمی تھے۔ اور وہ خوب جانتے تھے کہ صاحب امر اگرچہ فاسق و فاجر بھی ہو اس کی اطاعت واجب ہے

پھر وہ کیسے ایک سر پھرے باغی کی معاشرت پر آمادہ ہو سکتے تھے۔
 سیدنا جعفر کے حالات ۳۳۴ سے ۳۴۶ صفحہ ۳۴۶ تک پھیلے ہوئے
 ہیں۔ جن کا لب لباب اس قسم کا ہے کہ آپ کو فلاں خلیفہ نے قتل کرنے
 کے لئے بلایا۔ جب آپ اس کے دربار میں پہنچے تو وہ تخت سے اٹھ کر ننگے
 پاؤں آپ کے استقبال کے لئے دوڑتا ہوا آپ کے سامنے پہنچا۔ ماتھ
 چومے۔ ماتھا چوما۔ ادب سے ہمراہ لیا۔ اور لا کر اپنے تخت پر بٹھایا
 وغیرہ، وغیرہ۔

تقریباً تمام مزعومہ آیہ کو اسی قسم کے واقعات پیش آئے۔
 ملا مجلسی کے ان الفاظ میں جہلا کے لئے کوئی بات جاذبِ قلب و نگاہ
 ہو تو مضائقہ نہیں۔ مگر علم و فضل کے حاملین کے سامنے یہ پادر ہوا
 باتیں ملا نصر الدین کے لطائف سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتیں۔
 لیجئے ہم مان لیتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔ مگر اپنے ان شیعوں کے لئے
 آپ کے معجزے اور کرامتیں کہاں چلی گئیں۔ جنہوں نے آپ کو زندگی
 کا ایک لمحہ بھی آرام کا نہ گزارنے دیا۔

تفصیل کے لئے دیکھیے سیرۃ ابو حنیفہ، مصنفہ پروفیسر
 سید علی احمد عباسی۔

شیعوں کا اپنے امام سے سلوک

ابو مسلمہ شیعہ نے جب بنو عباس حصول خلافت کے لئے کوشش کر رہے تھے۔ حضرت جعفر کو لکھا کہ آپ کے حقوق کے باز یافت کا یہی موقع ہے۔ مگر ادھر خط لکھا ادھر بنی عباس کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ حضرت جعفر نے اس کا خط نذر آتش کر دیا۔ شیعوں کے اصدق الصادقین زرارہ نے زید بن ہلال سے کہا۔ یہ تحقیق جعفر نے مجھے استطاعت کا فتویٰ دیا۔ اور خود خبر نہیں۔ تمہارے اس امام کو لوگوں کا کلام سمجھنے کی بصیرت نہیں۔

(رجال کشتی)

یہی اصدق الصادقین فرماتے ہیں۔ رحمہ اللہ! یا جعفر و یا جعفر فان فی قلبی علیہ لعنتہ اللہ اللہ باقر پر رحم کرے۔ مگر جعفر پر تو میرے دل میں لعنت ہے (شاباش شیعیان علیہ السلام)

ابو بصیر ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں گیا۔ مگر اندر داخل ہونے کی اجازت نہ ملی۔ تو کہنے لگا کہ میرے ساتھ طبعی ہوتا تو ضرور اجازت مل جاتی۔ اس پر ایک کتا آیا اور ابو بصیر کے منہ میں موت گیا۔ (تنہیح رجال کشتی صفحہ ۱۶۷)

یہ ابو بصیر وہی ہے جو روایت " وجود رسول و آل رسول قبل خلق " کا راوی ہے۔ (صفحہ ۲۲ جلد ۲) اور جلال الجیون میں صفحہ ۸۸ جلد دوم پر اس کی ایک روایت ہے۔ اس کے علاوہ متعدد روایات اس کی طرف منسوب ہیں۔
 زرارہ کے بھائیوں کا ایک دفعہ آپ کے سامنے ذکر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔

واللہ ما یرید بنو عین الا ان یکون نوا علی
 (رجال کشی) خدا کی قسم اعبین کے بیٹے بس مجھ کو مغلوب کرنا اور
 دینا چاہتے ہیں۔
 ایک مرتبہ آپ نے زیاد بن ہلال سے کہا۔

لیسر هکذا سانی و لا هکذا قلت کذب علی
 کذب اللہ علی لعن اللہ زرارہ (رجال کشی)
 زرارہ نے نہ اس طرح مجھ سے پوچھا نہ میں نے ایسا جواب دیا۔
 اس نے مجھ پر جھوٹ باندھا۔ خدا کی قسم اس نے مجھ پر جھوٹ
 جوڑا۔ اللہ زرارہ پر لعنت کرے۔

اسی طرح ابوابی رود، کثیر النوا، سالم بن ابی حفصہ آپ
 کے مخصوص اصحاب ہیں۔ مگر نا معلوم ان اصحاب نے اپنے امام
 کو کیا ایذا پہنچائی کہ امام صاحب کو ان کی تعریف ان الفاظ میں
 کرنا پڑی۔

کثیر النوا و سالم بن ابی حفصہ و ابوابی رود کذابون مذبذبون
 کفا علیہم لعنة اللہ (رجال کشی)

کثیر النوا، سالم اور ابوابی رد و کذاب ہیں۔ کذب ہیں۔ کافر ہیں ان پر خدا کی لعنت۔

امام جعفر کی شیعوں سے یہ ہزارہی اس بات پر دلالت کرتی ہے۔ ان لوگوں نے اپنی فطرت کسی حال میں بھی نہ بدلی۔ اور پھر ان کی دشمنیاں اپنے آئمہ سے قری ہی نہ تھیں بلکہ علی بھی تھیں۔
خليفة منصور عباسی جلا الراعیون کے مصنف کی زبان میں دوالتی ہے، کافر ہے، منافق ہے، غاصب ہے۔ اور فاسق ہے۔ مگر بقول شوستری شیعہ تھا۔ شوستری کہتا ہے۔ منصور در مقامیکہ او را زوال ملک بنود اظهار تشیع قولاً و فعلاً نے نمود۔
(مجالس المؤمنین)

اس کا حاجب ربیع بھی شیعہ تھا۔ شوستری اپنے امام کی زبان سے اس کے حق میں کہتا ہے۔ اے ربیع میدانم کہ تو میل بجانب ماداری (مجالس المؤمنین)

منصور اسی ربیع اور اس کے بیٹے محمد کے ذریعے (محمد بھی شیعہ تھا شوستری) ستر سالہ ضعیف کمزور و ناتواں امام کو ننگے پاؤں اور ننگے سر گرفتار کر کے دربار میں طلب کرتا ہے۔ (جلا الراعیون)
۷ میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

منصور کو مجلسی ملعون کہتا ہے اور شوستری شیعہ بیان کرتا ہے۔ معلوم نہیں یہ لوگ کس خمیر سے اٹھائے گئے ہیں۔ کہ آج تک یہ کسی معمولی سی بات سے لیکر بڑی سے بڑی بات پر بھی متفق نہیں ہو سکے
فرین الکفرین صا کافر یعملون

امام مہتمم

نام موسیٰ (کافم) پیدائش $\frac{۱۳۸}{۱۲۹}$

مدت امامت ۳ سال - وفات ۱۸۱، ۱۸۳، ۱۸۶ ہجری
ام ولد یعنی لونڈی کے مہن سے تھے - والدہ کا نام حمیدہ خاتون تھا - اس نکاح
کا رادی بھی وہی ابو مہیرہ جس کے منہ میں کتے نے موتا تھا - موسیٰ کی ولادت
کا وقت قریب آیا تو حمیدہ نے پیغام بھیجا - آپ خیمہ میں گئے - اور واپس آ
کر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ جب وہ مولود زمین پر آیا - اپنے ہاتھوں کو
زمین پر رکھ کر اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے کہا -

آپ نے فرمایا جس شب میرے جد بزرگوار کا لطف منعقد ہوا ایک فرشتہ
نے انہیں شربت خاص پلایا تھا اور کہا تھا اب مقدار بت کیجئے - پس میرے
جد بزرگوار کا لطف اس شربت سے منعقد ہوا - علیٰ ہذا القیاس تمام آیہ
اسی طرح پیدا ہوئے - میرے پاس بھی ایک فرشتہ شربت لایا تھا - میں
نے پی کر حمیدہ سے مقدار بت کی تھی - اسی وقت اس مولود کا لطف شکم حمیدہ
میں منعقد ہوا - (صفحہ ۳۴۷ تا ۳۴۹ تلخیص)

اگر ایسے لطائف سے لطف اندوز ہونا مطلوب ہو تو اصل
کتاب کی طرف رجوع کیجئے -

بھتیجے کی چچا کی بخلاف شکایت

محمد بن اسماعیل آپ کے برادر زادہ نے بغداد کا قصد کیا۔ آپ نے اسے تین سو طلائی دینار اور چار ہزار درہم عنایت فرما کر کہا۔ میرے خون میں شریک نہ ہونا..... مگر اس نے مار دن کے دربار میں پہنچ کر چند امور اپنے چچا کی نسبت بیان کیے۔ مار دن نے اسے دس ہزار درہم دیئے۔ اس جرم میں آپ کو مجوس کر دیا گیا۔

(صفحہ ۳۵۳، ۳۵۴ جلد دوم سے تلخیص)

موسیٰ کو دربار میں بلایا آپ کی داڑھی پر عطر ملا۔ دولت نہ عطا کئے۔ حضرت نے فرمایا اگر غریبائے فرزند ان ابوطالب کا نزدیک کرنا جس سے ان کی قطع نسل قیامت تک نہ ہو مجھے منظور نہ ہوتا۔ بہ تحقیق یہ مال قبول نہ کرتا (صفحہ ۳۵۵ ج ۲)

اپنے دشمنوں اور قاتلوں سے کیا کیا حیلے کر کے مال لیا جا رہا ہے اور یہ بھی کہا جا رہا ہے۔ کہ میرے جد جناب رسول خدا سے مجھے روایت پہنچی ہے کہ اطاعت بادشاہ جابر ترقیہ کے لئے واجب ہے۔

(صفحہ ۳۵۴ جلد دوم)

(پھر حسینؑ نے ترقیہ کیوں نہ کیا اور نوحے دین ترقیہ نہ کر کے کھودیا) خلیفہ بظاہر قتل نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے زہر دار رطب کھلائے گئے

(۳۶۱ جلد ۲) موسیٰ (کاظم) کے حالات ۳۶۱ سے ۳۶۴ صفحہ

تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اور سوائے اس لفظی تکرار کے کچھ نہیں کہ خلیفہ نے

قتل کرنے کے لئے بلایا مگر انعام دے کر رخصت کیا۔ کئی ملکوں سے لوگ
امام کے قتل کرنے کو بلائے مگر امام پڑھ جاتے رہے۔

یہ داستان سمرائی تو ہوتی دشمنوں کے سلوک اور کردار کے متعلق،
مگر اپنوں کے متعلق نچھ ہے سن لیجئے۔ اور اس بات کو ذہن سے
فراموش نہ کیجئے۔ کہ مصنف جلال العیون جیسے حواس باختہ لوگوں کی
تمام باتیں بے سند اور بے ربط ہیں اور امام نے کسی جگہ خلفائے وقت
کے خلاف کوئی لفظ نہ بان سے نہیں نکالا۔ اور خلفائے وقت نے اس
بات کے باوجودیکہ ان کے سگے بھتیجے نے خلیفہ کے حضور شکایت کی۔ انہیں
معاف کر دیا۔ مگر اپنے شیعوں کے متعلق آپ نے جو کچھ فرمایا اس سے
چھٹکارا شیعوں کے بس کا روگ نہیں۔

ان اللہ غضب علی الشیعة
فخیرنی فی نفسی اوهم
فواللہ وقیلتم
بنفسی (اصول کافی ۱۵۹ صفحہ)

بہ تحقیق اللہ نے غضب نازل
کیا شیعوں پر اور مجھ کو اختیار
دیا کہ اپنی جان دوں یا شیعہ
ہلاک ہوں۔ پس میں اپنی جان
دیکر شیعوں کو بچاتا ہوں۔

لومیزت شیعتی ما وجد
تہم الا واد صفتا و
متخنتم ما وجد تہم
الا صر تدین !

اگر میں اپنے شیعوں کو منتخب
کروں تو نہ پاؤں مگر لسان
اور اگر امتحان لوں تو نہ پاؤں
مگر اسلام سے برگشتہ مرتد

(فروع کافی ۱۰۷ رد منہ)

نہ معلوم خاتم المفسرین رئیس المحدثین حضرت علامہ ملا محمد باقر
 مجلسی صاحب کی تفسیر رانی اور رئیس المحدثی کی آنکھوں سے اصول کافی
 کی قسم کی کتابیں کیوں پوشیدہ رہیں۔ معلوم ہوتا ہے اس شخص نے
 کتاب لکھنے سے پہلے ہی دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جس قدر بد مذہبی و
 بد کلامی و شام دہی اور بہتان تراشی میں فرقہ مخالف کے خلاف چابکدستی
 اور چالاک کمرہاں گا۔ اپنا فرقہ کے لوگوں کا نامہ اعمال پوشیدہ رہے گا
 اس کو کیا معلوم تھا کہ کسی وقت ایسے لوگ بھی پیدا ہو جائیں گے۔
 جو شیعیت کے کونے کھدروں تک سے ان کی اسلام دشمنی کا رد ایوں
 کو منظر عام پر لا کر رکھ دیں گے۔ پھر بھاگتے بنے گی نہ چھپتے۔

بل بدارالہم ما احانوا یحفون من قبل

امام ہاشم

نام موسیٰ رضا - تکتم یا نجمہ لونڈی کے بطن سے پیدا ہوئے -

خاتم المفسرین صاحب نے آپ کے حالات بیس صفحات میں پھیلانے ہیں - یعنی ۳۶۸ سے ۳۸۸ تک جن کا لب لباب یہ ہے کہ مامون نے آپ کو بلا کر اپنا داماد بنایا اور آخر ہر آلہ داند کو کھلا کر شہید کر دیا - ان صفحات میں مامون کا نام جہاں بھی لکھا ہے اس کے ساتھ لعین ضرور لکھا ہے -

میں صرف مجلسی کے متعلق ہی نہیں بلکہ تمام شیعہ مفسرین، محدثین اور مورخین کے متعلق علی رؤس الاشہاد یہ کہنے میں آپ نے آپ کو حق بجانب پانے میں ذرا سی ہچکچاہٹ بھی محسوس نہیں کرتا - کہ ان لوگوں کے سامنے دوست و دشمن، اپنے اور بیگانے، اچھے اور برے ایماندار اور منافق کے درمیان کوئی فرق نہیں - ایک اٹھتا ہے وہ اسی سانس میں علی کو رب الارباب کہتا ہے اور دوسرے سانس میں جو برے سے بُر لفظ اس کے علم میں ہے آپ پر چپاں کرنے میں، ذرا بھی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا - حسن، حسین، محمد باقر، جعفر موسیٰ کاظم، سب سے ان کا متعلق اسی قسم کا دو رخا رہا - قولا تو انہوں نے دشنام طرازی کے ساتھ ساتھ ہمدردی اور مدح و تعریف کا وظیفہ بھی جاری رکھا مگر جہاں عمل کا وقت نہیں آج کسی تاریخ میں ایک سطر بھی نہیں

کہ انہوں نے اپنے آئینہ سے عملاً کوئی ہمدردی کی ہو۔

اب سینے! مامون کون تھا۔ تمام تاریخیں اس بات کی شاہد اور گواہ ہیں کہ مامون عقیدۂ معتزلی تھا۔ خلق قرآن کے مسئلہ میں اس نے بڑے بڑے زعمائے وقت اور آئینہ عظام کو کورے لگوانے اور جیل میں ڈالنے سے بھی گریز نہ کیا۔ اس کا دربار علماء فضلہ سے بھرا نہ ہوتا تھا۔ وہ اس وقت تمام دنیا کا واحد حکمران تھا۔ جس کے حضور میں قیصر روم کے سفراء بھی پہنچ کر بھی اپنے حواس کھو بیٹھتے تھے بظاہر اس کے دربار میں اظہار خیال کی آزادی تھی۔ مگر وہ اپنے عقائد کے مخالفین کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ موسیٰ رضا ایک زائد، مسکین طبع، حکومت کا وظیفہ خواہ اور پر امن گوشہ نشین فقیر نفس آدمی تھا۔ موسیٰ جیسے ایک گوشہ نشین سے مامون کو کیا خطرہ تھا کہ وہ اسے قتل کرنے کے لئے پہلے اپنی لڑکی کا اس سے عقد کر دیتا ہے۔ پھر اسے چودوں کی طرح زہر آلود انگور کھلا کر مار ڈالتا ہے۔ یہ گہیں احمقوں کی دنیا کے رئیس الحقا رہی تراش سکتے ہیں۔ اور ان پر یقین کرنے والے ان جیسے ہی احمق ہو سکتے ہیں۔ ورنہ حجاب ادراک تو ایسی لایعنی باتوں کو سننے کے لئے بھی تیار نہیں۔ اور ان گیوں کے خالق۔

یحمون اوزارہم علی ظہورہم الاسار مایزین

علا باقر جلاء العیون میں مامون کو ملعون ملعون کہتے ہوئے تھکتا ہی نہیں۔ مگر اس ملا کے علاوہ اس حما میں اور بھی چند موجود ہیں

اور وہ سب ملا صاحب کے ملعون مامون کے مداحی میں رطب اللسان ہیں۔ اسی بات پر اگر شیعہ لوگ چند لمحات کے لئے غور فکر کریں۔ تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ مامون کی اصل پوزیشن کیا تھی۔ ملا اسے کیا کہہ رہا ہے اور دوسرے شیعہ زعماء اسے کیا کہہ رہے ہیں۔

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا۔ بھان متی تے کنبہ جوڑا

ملا شوستری اپنی مشہور آفاق تالیف مجالس المومنین میں بحوالہ احتجاج طبرسی بذیل عنوان ذکر ملوک نامدار و سلاطین کا معاذ انہ فرقة تاجیہ اولی البصائر والالبصار لکھتا ہے۔

ایک زندہ مامون نے اپنے اصحاب سے کہا جانتے ہو میں نے مذہب شیعہ کس سے سیکھا۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا میں نے مذہب شیعہ اپنے والد مارون سے سیکھا۔ لوگوں نے کہا۔ کیونکہ وہ تو اہلبیت کو قتل کرتا تھا۔ مامون نے کہا ان کو صرف ملک کے لئے قتل کرتا تھا۔ کیونکہ اس میں غیر کی شرکت نہیں۔

پھر یہی مجلس کتاب عون الاخبار الرضا و کتاب الطرائف کے حوالہ سے رقمطراز ہے کہ مامون نے چالیس مخالف اہل علم کو اس بحث کے لئے کہ خلیفہ برحق بعد پیغمبر کون تھا۔ جمع کیا اور ان سے مناظرہ کر کے ثابت کیا کہ حضرت علی پیغمبر کے وصی اور خلیفہ برحق ہیں۔ دوسرے لوگ غاصب ہیں۔ اور اس کے زمانہ میں جن دانش کے امام برحق اور خلیفہ مطلق علی بن موسی الرضا ہیں۔ مامون کا حاجب صلیح دیلمی بھی شیعہ تھا۔ جس نے تیس آدمی ہمراہ لے کر سوتے میں امام کو قتل کر دیا۔ ان ۱۔ الا مفترون

مگر صبح کو معلوم ہوا کہ امام زندہ ہیں (جلال العیون صفحہ ۳۷۷ جلد دوم)

امام ہاشم

نام محمد لقب تنقی ولادت ۱۹۵ ہجری
وفات ۲۲۰ ہجری مدت امامت ۱۸ سال
آپ بھی ماشاء اللہ سبیکہ نامی ایک لونڈی کے بطن سے پیدا ہوئے۔
مبعض شیعوں نے بسبب صغریٰ سنی کے آپ کی امامت سے انکار کیا۔

(جلال العیون صفحہ ۳۹۰ جلد دوم)

ایک روز آپ کھیل رہے تھے۔ کہ ماموں اس راستے سے گزرا
سب لڑکے بھاگ گئے آپ کھڑے رہے ماموں نے پوچھا تم نہیں بھاگے
حضرت نے جواب دیا یہ گمان نہیں کہ تم کس کو بے حرم عقوبت کرو۔
پس حضرت کو بلا کر ام الفضل اپنی دختر کا آپ سے نکاح کرنے
کا ارادہ کیا۔ بنو عباس معترض ہوئے مگر ماموں نے کوئی پرواہ نہ کی
پس ماموں ملعون نے اسی مجلس میں اپنی دختر ام الفضل کا تزویج آنحضرت
سے کر دیا۔ اور بہت سا مال دیا۔ ام الفضل ملعونہ اس وجہ سے حضرت
کی طرف متوجہ نہ ہوتی تھی کہ حضرت اور عورات کی طرف متوجہ ہوتے تھے
(یاد رہے کہ حضرت کی عمر اس وقت صرف گیارہ سال تھی۔ شاید ان
حضرت صاحب کی سنت پر واجد علی شاہ لکھنوی عمل کرتا رہا) وہ باپ
سے شکایت کرتی تھی۔ کہ حضرت والدہ علی نقی کی طرف نہ باوہ توجہ کرتے
ہیں۔ ۵۲۱۸ میں ماموں بجزاب الہی واصل جہنم ہوا۔ اس کے بعد
معتصم خلیفہ بنا اس نے حضرت کو بجزاد طلب کیا۔ حضرت نے بوقت

ردانگی علی نقی کو اپنا دھی مقرر کیا۔ ۲۲۰ھ کو آپ بغداد پہنچے۔ اور زہر
سے شہید کئے گئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ واثق باللہ نے آپ کو شہید کیا
ام الفضل بھیک مانگتی ہوئی مر گئی۔

حضرت بغداد پہنچے تو خلیفہ نے شربت حاض بھیجا جس میں زہر تھا
پی کر شہید ہوتے۔ ایک چور کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ بعض نے
کہا اس کا ماتھ گٹے سے کاٹنا چاہیے۔ بعض نے کہنی کے قریب سے
کہا۔ حضرت نے فرمایا صرف چار انگلیاں کاٹ دو۔ اس پر ہنگامہ
ہو گیا کہ انگلیاں کاٹنے کا حکم دینے والا کون ہے۔ آخر خلیفہ کے ایک
وزیر نے خلیفہ کے ایما سے آپ کو کھانے میں زہر دے کر مار ڈالا۔

ملا بے چارے کو یہ بھی معلوم نہیں کہ شربت میں زہر تھا۔ یا
ام الفضل نے زہر دیا یا وزیر کے گھر زہر دیا گیا۔ اس بات پر ہی دیگر
باتوں کا اندازہ لگا لیجئے۔ اور پھر اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ مقتضی کے حکم
سے زہر دیا یا واثق کے حکم سے۔ وہ اس بات سے بھی بے خبر ہے کہ چوری
کی سزا کے لئے ماتھ کہاں سے کاٹا جاتا تھا۔ اس نے اس واقعہ کو ایسے
انداز میں بیان کیا جیسے یہ کوئی بالکل عجیب اور نرالا واقعہ تھا۔ پھر قطع
بد کا حکم قاضی کے دربار سے ہوتا تھا۔ خلیفہ کے پاس ایسے معمولی مقدما
کے آنے کا کیا مقصد۔ مگر ملا صاحب کی بے علمی، بے خبری ان سے ہر
وہ بات کہلاتی چلی گئی۔ جسے سے وہ کسی نہ کسی طرح اپنے امام کو...
علام الغیوب ثابت کر سکتے۔

امام دہم

نام علی نقی - ولادت - ۲۱۲ یا ۲۱۴ ہجری

مدت امامت ساڑھے تینیس سال - وفات

آپ بھی ماشاء اللہ لوندی زادہ تھے - ماں کا نام سمانہ مغربیہ تھا
محمد بن عبد اللہ حاکم مدینہ نے متوکل لعین کو لکھا کہ علی نقی کو یہاں
سے بلاو ورنہ یہاں فساد ہو جائے گا - حضرت نے بھی متوکل کو خط لکھا
اس نے محمد بن عبد اللہ کی بجائے محمد بن فضل کو مدینہ کی گورنری تفویض
کی - پھر اس نے ابراہیم بن عباس کو لکھا حضرت کو بغداد پہنچا دو - جب
آپ بغداد پہنچے تو متوکل شقی نے آپ کی ہلاکت میں بہت کوشش کی -
مگر کامیاب نہ ہوا تو آپ کو سرمن لے آئے میں بھیج دیا -

ایک روز متوکل نے کہا قسم بخدا میں اس کو ضرور قتل کروں گا - وہ
دعویٰ دروغ کر کے میری حکومت اور دولت میں رخنہ اندازی کرتا ہے
یہ کہہ کر چار غلام آتر کی تیار کئے - کہ جب حضرت آئیں اور میں اشارہ کروں
تو قتل کر دینا - جب حضرت دربار میں پہنچے تو وہ ملعون تخت سے اتر کر
حضرت کے استقبال کو دوڑا اور بڑی تعظیم و تکریم کی -

متوکل کے سامنے ایک شخص نے شکایت کی کہ حضرت نے بہت مال اور
ہتھیار جمع کئے ہیں - اس نے سعید کو تلاشی کے لئے بھیجا - کچھ نہ ملا - پھر
متوکل نے برکتہ السباع میں داخل کر دیا - یعنی شیروں اور چیتوں کے
بارے میں ڈال دیا - سب نے اپنے منہ حضرت کے پاؤں پر رکھ دیئے -

معلوم نہیں ملا مجلس ایسی ویسی داستان سرائی سے کیا تاثر پیدا
 کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس وقت کے خلفاء کو ایسا ہی کھینہ، کم ظرف
 بزدل اور مکار سمجھتا ہے۔ کہ وہ ان "حضرتوں" کو چوروں کی طرح
 قتل کرنے کے منصوبے بناتے ہیں۔ مگر کامیاب نہیں ہوتے۔ پھر انہیں
 انعام دیتے ہیں۔ یہ حضرات بار بار گھروں میں اسلحے بھی جمع کرتے
 ہیں۔ مگر جب تلاشی ہوتی ہے۔ بزور کرامت تمام اسلحہ کم ہو جاتا
 ہے۔ اور یہ ترقیہ کی ردا اوڑھ کر غبن ہو جاتے ہیں۔

فہم عن ذکر ہم معروضون

گیارہواں امام

نام حسن عسکری ولادت ۲۳۱ ھ

۲۳۲

وفات ۲۶۰ ھ مدت امامت

ان صاحب کاسب سے بڑا کمال یہ ہے۔ کہ ان کے بعد امامت کا زمانہ غیبت شروع ہوتا ہے۔ اور ظاہر امام ختم ہو جاتے ہیں۔
تو بیرون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

یہ بھی سوسن یا میل نامی ایک لونڈی کے مہلن سے تھے۔۔۔ راوی بیان کرتا ہے کہ سب لوگ ان کو بنی ہاشم پر مقدم رکھتے تھے۔ اور فضیلت دیتے تھے۔ اور کہتے تھے وہ امام۔ افسیوں کے ہیں۔ ایک شخص نے اہل مجلس سے سوال کیا کہ ان کے برادر جعفر کا کیا حال تھا۔ اس نے کہا جعفر کون ایسا تھا کہ اس کے حال سے کوئی سوال کرتا۔ یا اس کا نام حسن عسکری کے نام کے ساتھ لیا جاتا۔ واضح ہو کہ جعفر ایک مرد قاسق و فاجر و شراب خوار و بد کردار تھا۔ اور مثل اس کے رسوا اور بے عقل اور بدکار کوئی دوسرا میں نے نہیں دیکھا۔ (حیرانی کی بات یہ ہے۔ کہ آج ساٹھویں پینسٹھویں پشت میں فاطمیت سے اپنا شجرہ جا کر ملانے والے تو بھنگ پیئیں، بھنگڑے ڈالیں، ڈاڑھیاں منڈائیں، لیٹیں رکھیں۔ گلیوں میں مست سا بیڈوں کی طرح ڈکارتے پھریں۔ مگر آل نبی اولاد علیؑ کہلانے

لے پوستی صاحب توجہ کریں۔

کی وجہ سے مستجاب الدعوات اور صاحب راز سمجھے جائیں۔ مگر چند پشتوں کے واسطے سے فاطمہ تک پہنچنے والا دس آئمہ کے صلب میں پرورش پانے والا اس قدر بدکار قرار دیا جائے۔ (

اصل میں اس جعفر غریب کا جرم صرف یہ تھا کہ اس نے شیعوں کی ہمنوائی میں اس عظیم دروغ گوئی میں ان کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ جو قائم آل محمد کی اصطلاح کے روپ میں وضع کی گئی تھی۔ جعفر نے ان کے بھوٹ کا بھانڈا اس طرح چور اسے میں لا کر پھوڑا کہ آج تک شیعیان علیؑ اس زخم کو چاٹ رہے ہیں۔ مگر منہ مل ہونے میں نہیں آتا۔

ان عقل کے اندھوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ نبی کی وفات کے بعد تین چار مومن رہ گئے۔ حسنؑ کے مرنے پر سب مرتد ہو گئے۔ حسینؑ کی شہادت پر چار مومن باقی رہے۔ پھر کئی دور ایسے آئے کہ ایک بھی منظر نہ آیا۔ اور اللہ کو ان کی حرکات پر بار بار غصہ آتا رہا ہے۔ پہلے قائم آل محمد کے ظہور کا زمانہ ستر ہجری قرار دیا۔ مگر ناراض ہو کر ۱۴۰ھ کو دیا۔ پھر ناراض ہو کر شیعوں کو اندھے کنویں میں دھکیل دیا۔ یہ عجیب خدا ہے جسے یہ معلوم ہی نہ ہو سکا۔ کہ ساٹھ یا ستر ہجری میں تمام مومنین عظام اس قسم کی بد فعلیاں کریں گے کہ مجھے غصہ آجائے گا۔ اور ۱۴۰ سال کی دوڑ لگائی۔ مگر دناں پہنچ کر پھر اللہ جی کا دعویٰ ٹھس ہو گیا اور یہ بھی اچھی رہی کہ اگر ستر یا ۱۴۰ سال کے وعدوں کے مطابق امام قائم آل محمد نزول فرما ہو جاتے۔ تو باقی آئمہ کہاں جائے۔ ملا مجلسی جیسے رئیس المحدثین ان کی طرف یہ لطافت کیسے منسوب کرتے اور ۱۴۰ سال کے بعد اللہ جی نے یہ فرمایا کہ جب تک تمہاری تعداد

۳۱۳ پوری نہیں ہوگی قائم آل محمد نزل اجلال نہیں فرمائیں گے۔ میں تو کہتا ہوں ۳۱۳ کے معاملہ میں بھی اللہ جی کو بدار ہو گیا ہے۔ جب ایک وقت ایک شیعہ بھی باقی نہ رہا تھا اور سنی اگر شیعہ شود حکم کا فرائضی دارہ پھر شیعہ کہاں سے آئیں گے۔ خواہ مخواہ قائم آل محمد کسی غار میں چھپ کر ۳۱۳ کا انتظار کر رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے انہیں بھی بدار ہو گیا ہے۔ واہ رے میرے شیعہ دوستو!

ذرا عقل سے کام لو اور ہوش کرو۔ کیوں اپنی فریب خوردگی میں عوام کا الانعام کو اپنے فریب کا شکار بنا کر اپنی عقبی کے سامنے ان کی عقبی بھی تباہ کرتے ہو۔

بھلون اور زاہر علی ظہور ہم۔ الاسار ما یزرون
خیر! لیجئے رب قائم آل محمد کی پیدائش کا افسانہ بھی مجلسی جی کی زبان سے سن لیجئے۔

خلیفہ ملعون نے فرزند سعادتمند امام حسن عسکری کے تمناخص میں کوشش کی اور ملازموں کو حکم دیا کہ حضرت کا مکان پھیر لیں۔ اور سب حجروں میں تلاش کریں۔ شاید پاجائیں۔ اور عورات قبیلہ کو بھیجا کہ کنیزان امام حسن عسکری کی تمناخص کریں۔ کہ مبادا ان میں سے کسی کو حمل ہو۔ ایک عورت نے کہا ایک کنیز حضرت میں احتمال حمل ہے۔ خلیفہ نے تحریر کیا خادم کو اس کنیز پر موکل کیا جائے کہ جو یائے حال رہے۔

(جلال العیون صفحہ ۸۰۸ جلد دوم)

جس کنیز پر احتمال حمل تھا۔ دو سال تک اس کے جویائے احوال رہے
مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ پس موافق روایات اہلسنت میراث آنحضرت دریا
مادر جعفر کذاب کہ برادر حسن عسکری تھا۔ تقسیم کی۔ اور اس کی ماں
مدعیہ تھی کہ میں اس کی دھیہ ہوں اور قاضی پاس اس نے ثبوت بھی
بہم پہنچایا (صفحہ ۹-۱۰ جلد دوم)

لیکن خلیفہ ملعون پھر بھی تفحص احوال صاحب العصر کیا۔ اور تلاشی
سے باز نہ آتا تھا۔ (صفحہ ۹-۱۰ جلد دوم)

امام علی نقی نے ایک خط بزبان فرنگی لکھ کر دو سو اشرفیاں دیکر کا فود
کو بغداد کے پل پر بھیجا۔ وہ ایک لونڈی خرید کر لایا۔ حضرت نے اپنی
بہن حکیمہ کو کہا یہ لونڈی امام حسن عسکری کے حوالے کر دو۔ ایک
روز حسن عسکری کے گھر تھی۔ حضرت نے کہا پھر بھی آج یہیں قیام
کر و اس شب وہ فرزند گرامی متولد ہوگا۔ جس کے سبب سے خدا
وند عالم زمین کو پھر ایمان و ہدایت سے زندہ کرے گا۔ میں نے
کہا نہ جس میں تو کوئی آثار حمل نہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ دیکھتی جاؤ
..... امام العصر پیدا ہوئے۔ امام حسن عسکری آئے تو بیٹے
نے باپ کو سلام کیا۔ چند روز میں وہ پسر دو سال کا ہو گیا۔
اور چند روز بعد جوان ہو گیا۔

اس داستان سے چند امور مستنبط ہوتے ہیں۔ جعفر کو شیعہ
اس لئے کذاب کہتے ہیں کہ اس نے حسن عسکری کے متعلق کہا کہ
اس کے کوئی بیٹا نہیں۔ دوسرے یہ بات توجہ طلب ہے کہ خلفاء
وقت کو اس کرید کی کیا ضرورت تھی۔ ۵۵۵ھ معتمد باللہ عباسی

کے زمانہ میں آپ کی پیدائش بیان کی جاتی ہے۔ ان آئمہ کے زمانہ میں، حسین بن علی سے لے کر ۲۵۵ھ تک جو بارہویں امام کا سال پیدائش ہے ۳۶ علویوں نے مختلف وقتوں میں خروج کئے۔ جن میں سے چار نے بشمول حضرت امام حسین امویوں کے زمانہ میں خروج کیا۔ اور ۳۲ نے عباسیوں کے زمانہ میں۔ ان میں چند ایک تو سر نکالتے ہی کھلے گئے مگر چند ایک نے خوب ہڑ بونگ مچائی اور آخر اپنے کیفر کردار کو پہنچے ان میں سے حسین الاقطس ۱۹۹ھ، علی بن حسین الاقطس محمد بن جعفر (صادق) تو ایسے بدکردار تھے۔ کہ چند روزہ بغاوت کے زمانہ میں کعبہ کے ستونوں تک سے سونا اتار لیا۔ لوگ ان کے ظلم سے چیخ اٹھے اور مکہ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ شیعہ مورخ مصنف عمدة المطالب نے داخل مال الکعبہ صفحہ ۳۳۸ لکھ کر ان کی بدکرداریوں کی تصدیق کی ہے۔

موسیٰ بن جعفر کو شیعہ خود زید النار کہتے ہیں۔ اسے رہواز کی گورنری ملی تو اس نے وہاں پہنچ کر عباسیوں کا قتل عام شروع کر دیا اور ان کے محلات جلا دیے

(عمدة المطالب صفحہ ۲۰۸)

حسن بن زید نے المستعین کے زمانہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ سب صحابہ شروع کیا۔ عربی نام تک ترک کر دیے۔

(عمدة المطالب - مقاتل الطالبین صفحہ ۱۱۹)

اسماعیل بن یوسف بن ابراہیم نے ۲۵۱ میں بغاوت کی۔ کعبہ کا وقفی خزانہ تک لوٹ لیا۔ لوگ مسجد نبوی میں ادائے فریضہ سے بھی رک گئے۔ (طبری ج ۱۱ ص ۱۳۶ - عمدة المطالب وغیرہ)

الاحقر محمد بن یوسف نے ۲۵۲ میں خرد زح کیا۔ وہ بھی قتل و غارت اور
فساد میں اپنی مثال آپ نکلا (عمدة الطالب صفحہ ۹۲)
یہ چند ایک نام اس لئے پیش کئے گئے ہیں کہ امویوں اور عباسیوں نے
تو ان لوگوں پر بھی ظلم نہیں کیا جو بار بار ان کے خلاف خروج کرتے رہے۔ صرف
وہی قتل ہوئے جو میدان جنگ میں سامنے آئے۔ ورنہ جس نے ہتھیار پھینک
دیئے اسے صرف امان ہی نہ دی گئی بلکہ بے حساب مال دے کر رخصت کیا
مگر ان زاہد قسم کے علویوں سے عباسیوں کو کیا ڈرتھا۔ جو دینی اور علمی
قسم کے گوشہ نشین سے لوگ تھے۔ یہ سب را فضیوں کا بہتان افترار
اور عظیم جھوٹ کا پلندہ ہے۔ پھر اسی بات کو دوسرے انداز میں دیکھئے
عباسیوں کے حرم میں درجنوں علوی شہزادیاں تھیں۔ ان کی موجودگی میں
بلاوجہ کسی مکین علوی پر ظلم کا بیان کرنا شیطانی ذہانت کی اختراع ہی
کہی جاسکتی ہے۔

۱۔ فاطمہ بنت عبد اللہ بن جعفر (صادق) عباس بن عیسیٰ بن موسیٰ
بن محمد الامام بن علی بن عبد اللہ بن عباس کے نکاح میں تھیں۔ عباس
کے مرنے کے بعد فاطمہ نے علی بن اسماعیل بن جعفر (صادق) سے
نکاح کیا۔

۲۔ خدیجہ بنت عمر بن علی زین العابدین محمد بن ابراہیم الامام بن
محمد عباسی کے نکاح میں تھیں۔ (جہرة الانساب ص ۴۱)

۳۔ یحییٰ بن عمر بن یحییٰ بن حسین بن زین العابدین جس نے ۲۵۰ میں

۱۔ تفصیل کے لئے حقیقت مذہب شیعہ دیکھئے۔

خروج کیا۔ اس کے دادا کی بہن یعنی زین العابدین کی سگی بھوپھی ہدی
باللہ عباسی کے نکاح میں تھیں۔

۴۔ ام کلثوم بنت حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل پہلے خلیفہ عباسی
عبداللہ کے نکاح میں تھی۔ اسی حسن بن زید نے ۲۵۰ میں خروج کیا
اور عباسیوں کے شعار سیاہ لباس کو رواج دیا۔

۵۔ ام موسیٰ یا ام الحسن بنت زین العابدین بھی عبداللہ عباسی کے
نکاح میں تھی۔

۶۔ فاطمہ بنت زین العابدین داد عباسی کے نکاح میں تھی۔
۷۔ ام الحسین بنت زین العابدین ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ
عباسی کے نکاح میں تھی۔ (ملخص نسب قریش ج ۲ ص ۶۲)

ان مصاہرانہ تعلقات کا استعاب طویل وقت کا مقتضی ہے۔
اسے مشتے نمونہ از خروارے سمجھئے۔ اور ایک بار پھر صفحہ گزشتہ
برنگ بازگشت ڈالئے۔ امویوں یا عباسیوں کے مزعومہ آئینہ کی داستان
صرف کذب و دروغ باقی کا پلندہ نہیں۔ بلکہ افترا و بہتان کی بھونڈی اور
سو قیانہ انداز کی کوششیں ہیں۔ اموی اور عباسی خلفاء اپنی بلند
کرداری، عالی حوصلگی، سخاوت و بخشش، جود و کرم، عطا و بخشش
درگزر اور عفو میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے سامنے بیستوں علوی باغی
پابند دار در سن ہو کر پہنچے۔ انہوں نے انہیں صرف معاف ہی نہیں بلکہ مال و
دولت کے ڈھیروں کے ڈھیر دیکر رخصت کیا۔ مگر بلا مجلسی جیسے تاریخی سے
بے بہرہ لوگوں جو سیت اور یہودیت کی دکالت میں عوام کو دین سے برگشتہ
کرنے کے لئے جودل میں آیا قلم کے ذریعے قرطاس پر بکھیرتے رہے۔

نبات الرسول کے مکتوب مفتوح کے سلسلہ میں بجائے مجھ سے گفتگو کرنے کے چند جفا داری قسم کے شیعہ زعماء نے اپنے عقیدہ مندوں کے سامنے اپنی ساکھ قائم رکھنے کیلئے مجھے جہل، شریر، اور خبیث قسم کے القابات سے نوازنے کی کوشش فرمائی ہے۔ میں ان کی ان کوششوں کی بھی کسی وقت ضرور داد دوں گا۔ فی الحال اب جو کچھ ان کے ماتحتوں میں پہنچ رہا ہے۔ اس کی طرف توجہ فرمائیں۔

انشاء اللہ

اصول کافی کے ذریعے اگلی نشست میں ان کی صحبت سے مستفیض ہونے کی کوشش کروں گا۔

والسلام علی من اتبع الهدی

حرف آخر

سیدنا حسینؑ کے علاوہ ۶۵ علویوں نے مختلف وقتوں میں خروج کئے
 سب سے پہلے زین علی بن الحسین نے ۱۲۲ھ میں ہشام بن عبد الملک
 کے زمانہ میں کوفہ میں خروج کیا اور سب سے آخر میں عبد اللہ بن عبد اللہ
 بن علی بن حسین بن علی بن الحسین بن زین العابدین نے ۳۵۸ ہجری
 میں شام میں امیر المومنین المظہر با اللہ عباسی کے زمانہ میں خروج کیا
 گویا ۲۳۶ سال میں امویوں اور عباسیوں کے خلاف ایک ہی خاندان
 کے ۶۵ افراد نے خروج کیا۔ یعنی تقریباً ہر ساڑھے تین سال کے بعد
 ۹ خروج ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض خروج کرنے والوں نے ایسی
 بُری حرکات کیں اور اس قدر قتل و غارت کا بازار گرم کیا کہ لوگ
 چیخ اٹھے۔ مگر سادات امویہ اور سادات عباسیہ کی عالی حوصلگی،
 بلند اخلاقی، عفو و کرم، جود و احسان اور درگزر و عفو کی داد دینا
 پڑتی ہے۔ کہ انہوں نے علویوں کی ہر بغادت کے بعد ہر شرارت کے
 بعد ہر عذر و قریب کے بعد انہیں نہ صرف عطیات سے نوازا بلکہ بعض
 کو بڑے بڑے عہدے بھی تفویض کئے۔ مگر یہ لوگ ایسے بد طبیعت،
 بد خصلت، بد اعمال، احسان فراموش اور شریر الطبع ثابت ہوتے
 رہے۔ کہ اتنی عنایات کے باوجود اپنی حرکتوں میں باز نہ آئے۔ ملا مجلسی
 بار بار جن لوگوں کو ملعون ملعون کہتے نہیں تھکتا۔ وہ تو اس کے
 آئمہ اور ان کے خاندان والوں کے محسن تھے۔ مجلسی کہتا ہے کہ فاطمیوں کی

اولاد کو زندہ دیواروں کو میں چنوا دیا جاتا رہا۔ اس عقل کے اندھے
 سے کوئی پوچھے۔ اگر سوا دس سو سال تک اموی یا عباسی اس طرح
 قتل عام جاری رکھتے تو آج دنیا میں علویوں کا ایک بچہ بھی منظر نہ آتا
 دنیا کی تاریخ میں ایسی ایک مثال بھی نہیں ملتی کہ کسی باغی کے خاندان
 کو عطیات اور جاگیروں سے نوازہ گیا ہو۔ مگر یہاں خاندان تو
 دہکنار خود ان باغیوں کے لئے خزانوں کے منہ کھول دیے۔ اور جاگیر
 اور افسریوں سے نوازا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کا کوئی نہ کوئی چند سالوں
 کے بعد پھر آئادہ فساد ہو کر خروار کر بیٹھتا۔ اگر تاریخی نظائیر کی طرح
 ایک باغی کو بھی قرار واقعی سزا مل جاتی تو سب کی ترک تہا ہو جاتی۔

آداب فیض القرآن
 فیض نگر
 پوسٹ آفس بڑھنگ
 تحصیل جمبر ضلع میرپور (آزاد کشمیر)

Ms2000 Faisal Jassim Library

حکیم فیض عالم صدیقی شہید کی چند دیگر تصانیف

- ۱۔ اختلاف امت کا المیہ
- ۲۔ حقیقت مذہب شیعہ
- ۳۔ خالد ابن ولید سیف اللہ
- ۴۔ دس بڑے مسلمان
- ۵۔ شہادت ذوالنورینؑ
- ۶۔ عبد اللہ ابن سبا
- ۷۔ سادات بنی رقیہ
- ۸۔ بنات رسولؐ
- ۹۔ القول المفتوح
- ۱۰۔ اہلحدیث ہی صحیح معنوں میں اہل سنت و الجماعت ہیں
- ۱۱۔ واقعہ کرلا
- ۱۲۔ مروان ابن الحکم
- ۱۳۔ واقعہ الظنون فی تحقیق جلاء العیون
- ۱۴۔ سلطان پُپو شہید
- ۱۵۔ مشکوٰۃ کے فوائد غزنویہ پر ایک نظر
- ۱۶۔ غمترت رسولؐ
- ۱۷۔ تلخیص سیرت النبیؐ
- ۱۸۔ تاریخ کشمیر
- ۱۹۔ جہاد اور اسلام
- ۲۰۔ سلطان محمود غزنوی
- ۲۱۔ شہادت علیؑ
- ۲۲۔ سبائیت اور اسلام
- ۲۳۔ فداہ ابی دہی

رابطہ کے لئے

فیض القرآن اکادمی

فیض نگر - پی - او بیڑھنگ (بھمبر آزاد کشمیر)